لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عقائد اسلامیه

شرح اردو عقیدۂ طحاویہ

تالیف

ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

مَکْتَبَۃُ المرتضیٰ مصطفی منزل ۸۵ بی بلاک کشمیر کالونی جہلم پاکستان

نام کتاب: عقائد اسلامیہ شرح اردو عقیدۂ طحاویہ

ترجمہ وشرح اردو: ابو العاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

باہتمام: الاستاذ القاری غلام مصطفیٰ سلمہ الباری

کمپوزنگ: حلیمہ سعدیہ، محمد مجتبیٰ

نظر ثانی: محمد عبداللہ

سن اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ مارچ ۲۰۱۷ھ

ملنے کے پتے

کتاب ساز: سلطانیہ پبلی کیشنز المرکز روڈ جہلم

مکتبۂ مجددیہ جامعۃ النور اسٹن اندر لائن مانچسٹر، برطانیہ

مکتبۃ المصطفیٰ ۸ کیسل سٹریٹ پرائر فیلڈ لنکا شائر برطانیہ

عقائد اسلامیہ کی اجمالی فہرست مضامین

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کا تعارف وتبصرہ

عقائد اسلامیہ (شرح اردو عقیدہ طحاویہ): عقائد اسلامیہ محترم ومکرم ابوعاصم غلام حسین ماتریدی کی مشہور ومعروف شرح اردو عقیدہ طحاویہ کا محققانہ واضافہ شدہ تیسرا ایڈیشن ہے، جو آپ کی علم کلام سے محبت اور عقائد اہلسنت وجماعت کی ترجمانی کیلئے کی گئی گرانقدر کوششوں کا آئینہ دار ہے۔اس سے پہلے آپ شرح عقائد نسفی اور شرح اردو عمدۃ العقائد کی شکل میں اہلسنت کو دو بیش قیمت بنیادی عقائد کتب کا تحفۂ دلنواز پیش کر چکے ہیں۔

اس شرح اردو عقیدہ طحاویہ کے اضافہ شدہ ایڈیشن میں آپ نے ۱۳۰ عقائد اہلسنت پر انتہائی جامع اور فاضلانہ گفتگو فرمائی ہے۔علم کلام کے بنیادی موضوعات یعنی اللہ عزوجل کی ذات وصفات، نبوت ورسالت، امامت وخلافت، معاد وغیرہ کی تقریباً تمام جزئیات پر سیر حاصل نقد ونظر دلائل وبراہین سے بھرپور ہیں۔فاضل شارح نے عقیدۃ الطحاویہ کی جو متعدد عربی واُردو شروحات ہیں، ان کا باریک بینی اور دقتِ نظر سے مطالعہ فرما کر ایک جامع شرح مرتب کی ہے اور اساتذہ وطلبہ اور محققین ومناظرین کو فلسفیانہ باریکیوں اور نکتہ چینیوں میں الجھنے سے بچایا ہے۔آپ کی کتاب جامعیت، سہل طرزِ استدلال اور دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور خوبیوں کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اس کو مدارسِ اہلسنت میں شاملِ نصاب کیا جائے۔

علامہ ابوعاصم غلام حسین ماتریدی صاحب دیارِ غیر میں بیٹھ کے اہلسنت وجماعت کیلئے جو گرانقدر خدمات اور کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں، تمام اہلسنت ان کے مشکور وممنون اور دعا گو ہیں اللہ عزوجل آپ کو نظر بد سے بچائے اور اسی طرح مزید در مزید تحقیقی کتب رقم فرمانے اور منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ عزوجل آپ کی ان خدماتِ دینیہ کو قبولیت کے گل ہائے سدا بہار سے نوازے اور دارین کی تمام نعمتوں، شادمانیوں اور شادکامیوں سے بہرہ اندوز فرمائے۔آپ کی کوششوں کو آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کی اولاد کو بھی علم وفضل کے

تابدار موتیوں سے مزین فرمائے، آمین۔

تبصرہ نگار: جناب محمد نعیم اللہ خاں صاحب قادری

ربیع الاول ۱۴۳۹ھ، جنوری ۲۰۱۸ء

{حرف آغاز}

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيّٖنَ (سورہ بقرہ ۱۲۲)

ترجمہ: نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز) میں تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر۔

علم عقائد و کلام کی بے شمار کتابیں ہیں لیکن ان میں سے زیادہ جامع، معتبر و مستند اور مختصر بیان السنۃ (عقیدۃ الطحاویہ) ہے جس میں خالص (عقائد سلفی) اہل سنت و جماعت کو بڑے احسن طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عربی، اردو اور دیگر زبانوں میں متعدد شروح ہیں تاہم ایک ایسی شرح کی ضرورت تھی جو عام فہم اور سہل و آسان ہو۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر آج سے چند سال پہلے شرح العقیدۃ الطحاویۃ کو اسلامی عقائد کے نام سے شائع کیا گیا تھا اور پھر دوبارہ نئی ترتیب اور اضافوں کے ساتھ پیش کیا تھا۔ لیکن اب شرح عقیدہ طحاویہ کو بہت زیادہ ہی اضافوں کے ساتھ تیسری بار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اور اس میں عقیدوں کی تعداد ۱۳۰ بیان کی گئی ہے اور ہر عقیدہ نمبروار درج کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہو۔ اور دور حاضرہ کے اختلافی مسائل اعتقادیہ کا ذکر نہیں کیا گیا اس لئے کہ اس موضوع پر عام کتب دستیاب ہیں جیسے عقائد و مسائل وغیرہ، عند الضرورت ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اس شرح کو اصل کتاب کی طرح نافع اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

۱۴۳۸ھ، ۲۰۱۷ء　　　　طالب دعا : غلام مصطفیٰ عُفِیَ عَنْہُ

{مقدمہ}

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علمِ کلام وعقائد کی تعریف اور فضیلت

علم کلام ایسا علم ہے جس کے سبب سے عقائد دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے اوران پر سے اعتراض اٹھانے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔اس کے موضوع میں متقدمین ومتأخرین میں اختلاف ہے۔متقدمین کہتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہیں۔(صدر الشواھد)۔

علم کلام سب علوم سے افضل واشرف ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کا بیان کیا جاتا ہے۔اور علم شرائع اور احکام کی بنیاد اور عقائد اسلام کے قواعد کی جڑ علم توحید وصفات ہے جو علم کلام کے نام سے مشہور ہے۔یہ شکوک اور شبہات کی تاریکیوں سے نجات دینے والا ہے۔علامہ خیالی فرماتے ہیں **واساس العقائد الاسلامیة هو الکتاب والسنة** (حاشیہ خیالی ص ۷) کہ عقائد اسلامیہ کی بنیاد کتاب وسنت ہے۔

علم کلام کو علم عقائد، اصول الدین، الفقہ الاکبر، علم التوحید والصفات اور علم الاستدلال کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور علم کلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ نبوت ورسالت، معاد، امامت اور خلافت کے مسائل بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں **وبالجملة هو اشرف العلوم لکونه اساس الاحکام الشرعیة ورئیس العلوم الدینیة وکونه معلوماته العقائد الاسلامیة۔ وغایة الفوز السعادات الدینیة والدنیویة**

وبراهینه الحجج القطعیة المؤید اکثرها بالادلة السمعیة (شرح عقائد نسفی ص ۷)۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ متقدمین کا علم کلام ہو یا متاخرین کا وہ تمام علوم سے زیادہ شرف وبزرگی والا ہے اس کے احکام شرعیہ کی جڑ اور علوم دینیہ کا سردار ہونے کی وجہ سے، اوراس کی معلومات کے اسلامی عقائد ہونے کی وجہ سے، اوراس کی غایت دینی اور دنیوی سعادتوں کے پانے کی وجہ سے، اوراس کے براہین کا ایسی قطعی حجتیں ہونے کی وجہ سے جن میں سے بیشتر کی تائید نقلی دلائل سے ہوتی ہے۔قدماء کا علم کلام فلسفہ اور طبیعات کی امیزش سے خالی تھا اور وہی اصل علم کلام تھا۔متأخرین کا علم کلام فلسفہ اور طبیعات کے مباحث سے بھرا ہوا ہے۔

عقائد وعلم کلام کی کتابوں میں فلسفہ اور منطق کی امیزش

اور یہ حقیقت ہے کہ امام فخر الدین رازی صاحب مواقف، صاحب مقاصد اور قاضی ناصر الدین بیضاوی (متوفی ۶۷ ھ) وغیرہ علماء اشاعرہ نے علم کلام کی کتابوں میں زیادہ تر منطق وفلسفہ کے مباحث درج کئے ہیں اور علم حکمت وعلم منطق کی امیزش زیادہ کی ہے۔چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرھاروی لکھتے ہیں **کسیف الدین الامدی والامام رازی وصاحب الموافق والصحائف والشارع فی المقاصد والتهذیب والبیضاوی فی الطوالع فان المباحث الفلسفیة فیها اکثر من المباحث الشرعیة** (نبراس ص ۳۳)۔ترجمہ: جیسے سیف الدین امدی اور امام رازی صاحب الموقف، صاحب الصحائف اور شارح نے مقاصد میں اور تہذیب (الکلام) میں اور بیضاوی نے طوالع میں بلا شبہ فلسفہ کے مباحث کتابوں میں مباحث شرعیہ

سے زیادہ درج کئے ہیں۔مگر علماء ماتریدیہ نے ضروری باتوں پر اکتفا کیا اور امور عامہ کی
طویل بحثیں نہیں کی ہیں۔چنانچہ کتاب التوحید لامام ماتریدی، اصول الدین ابوالیسر محمد
بزدوی، تبصرۃ الادلہ ابوالمعین میمون نسفی، العقائد نجم الدین ابوحفص نسفی، کتاب البدایہ من
الکفایہ فی الھدایہ فی اصول الدین لامام نورالدین صابونی میں ضروری مقاصد پر اکتفا کیا
ہے۔اسی لئے حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ رویئت باری تعالی بیان کرتے
ہوئے، حضرت امام ماتریدی رحمہ اللہ کا ذکر نہایت ہی محبت بھرے انداز میں یوں فرماتے
ہیں درمیان علماء اہل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام ابومنصور ماتریدی چہ زیبا است کہ اقتصار
ہر مقاصد فرمودہ اند و اعراض از تدقیقات فلسفہ نمودہ طریق نظر و استدلال بطریق فلسفی درمیان
علمائے اہل سنت و جماعت از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شدہ است و خواستہ کہ معتقدات
اہلسنت را باستدلال فلسفی تمام سازد و این دشوار است و دلیر ساختن است مرمخالفان را بر طعن
اکابر دین و گزاشتن است طریق سلف را۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مُتَابَعَۃِ اٰرَاءِ اَھْلِ
الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَۃِ مِنْ اَنْوَارِ النُّبُوَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ
اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا (مبداء و معاد ص ۶۷)۔ترجمہ: اور علماء اھل اسنت کے درمیان میں شیخ
ابومنصور ماتریدی کے اصحاب کا طریقہ کیا ہی عمدہ ہے کہ جنہوں نے صرف مقاصد پر اکتفا کیا
ہے اور فلسفی بدباریکیوں اور نکتہ چینیوں سے بالکل روگردانی کی ہے۔

فلسفی انداز پر نظر و استدلال کا طریقہ علماء اہل سنت و جماعت میں شیخ ابوالحسن اشعری سے
شروع ہوا ہے اور چاہا کہ اعتقادات اہل سنت کو فلسفی استدلال کے ذریعے مکمل کردیں۔اور یہ
دشوار اور دلیر بنانا ہے مخالفین کو اکابر دین پر طعن کے لئے اور چھوڑنا ہے طریق سلف کو۔اللہ
سبحانہ ہمیں ثابت قدم رکھے اہل حق کی آراء کی متابعت پر جو انوار نبوت سے مقتبس ہیں،

صاحب نبوت پر اتم اور اکمل صلوات و تسلیمات ہوں۔
یہ علم تمام علوم سے زیادہ بزرگی والا ہے۔قرون سابقہ میں اس علم کو اَلْفِقْهُ الْاَکْبَرُ کہتے تھے۔
چنانچہ فخر الاسلام بزدویؒ فقہ اکبر کے متعلق فرماتے ہیں (وَقَدْ صَنَّفَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ ذٰلِكَ)
اَیْ فِیْ عِلْمِ التَّوْحِیْدِ وَالصِّفَاتِ کِتَابُ الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ سَمَّاهُ اَکْبَرَ اِلَخْ
(کشف الاسرار، ص ۷۱، ج ۱)۔بعض کہتے ہیں کہ فقہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) فقہ اکبر، یعنی
اعتقادیات حقہ (۲) فقہ اوسط، یعنی قلبی خلوص نیت وغیرہ (۳) فقہ اصغر، یعنی ظاہری اعضاء
کے اعمال جیسے رکوع و سجود (مقدمہ عین الھدایہ)۔

ائمہ عقائد و کلام

خیال رہے جس طرح فروعی عملی مسائل میں اہل سنت و جماعت کے چار امام ہیں:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی متوفی ۱۵۰ھ

(۲) حضرت امام مالک بن انس بن مالک بن عامر متوفی ۱۸۰ھ

(۳) حضرت محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ

(۴) حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بغدادی متوفی ۲۴۱ھ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ،

اسی طرح علم عقائد و کلام میں اہل سنت و جماعت کے تین امام ہیں:

(۱) علم الہدی عمدۃ المفسرین امام المتکلمین شیخ الاسلام امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی
انصاری متوفی ۳۳۳ھ۔

(۲) امام ابوالحسن علی اشعری شافعی متوفی ۳۳۰ھ۔

(۳) امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ

شافعی اور مالکی عقائد میں امام ابوالحسن علی اشعری کی پیروی کرتے ہیں اسی لئے ان کو اشعریہ یا

اشاعرہ کہا جاتا ہے اور حنبلی حضرات عقائد میں بھی امام احمد بن حنبل کو اپنا راہنما مانتے ہیں اسی لئے ان کو حنابلہ کہتے ہیں ۔فرقہ ظاہریہ اور جمہور اہل حدیث بھی عقائد میں اپنے آپ کو حنبلی کہلاتے ہیں (بغیۃ الرائد)۔حضرت امام ابومنصور محمد ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف تین واسطوں سے حضرت امام ابوحنیفہ ؓ کے شاگرد ہیں اور جمہور احناف عقائد وکلام میں امام ابو منصور ماتریدی کے تابع اور پیروکار ہیں ۔امام ابومنصور محمد ماتریدی رحمہ اللہ کے متعلق زیادہ معلومات تذکرۂ امام ابومنصور ماتریدیہ میں ہیں ۔

امام ابوجعفر احمد طحاوی رحمہ اللہ

ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان الازدی الطحاوی ۔صحرائے مصر کی ایک بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے طحاوی نام سے مشہور ہوئے ۔آپ ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے ۔سن بلوغ کو پہنچے تو تحصیل علم کے لیے مصر منتقل ہوئے ۔ابتداء میں اسماعیل بن یحییٰ المازنی سے علم حاصل کیا ۔جیسے ہی علم میں وسعت پیدا ہوتی گئی ویسے ہی مسائل فقہیہ میں انہماک بڑھتا گیا ۔امام طحاوی نے تقریباً تین سو شیوخ و اساتذہ سے کسب فیض اور تربیت علم وعمل پائی ۔مصر میں موجود اور نو وارد علماء کی خدمت میں جا پہنچتے اور تبادلہ خیال کرتے ۔علامہ بن یونس آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام طحاوی رحمہ اللہ ثقہ، جید، عالم فقیہ اور ایسے دانشمند انسان تھے کہ ان کی مثال نہیں ۔علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام طحاوی رحمہ اللہ بہت بڑے فقیہ، محدث، حافظ، معروف شخصیت، ثقہ راوی، جید عالم اور زیرک انسان تھے ۔امام طحاوی رحمہ اللہ، ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طرز استدلال سے بہت زیادہ متاثر تھے اس لیے عمر بھر مسلک حنفی کی نشرو اشاعت کرتے رہے ۔اسی بنا پر آپ کو حنفی مسلک کا بہت بڑا وکیل سمجھا جاتا تھا ۔

امام طحاوی کے ہم عصر محدثین: امام طحاوی کا زمانہ تیسری صدی ہجری ہے اور جتنے مصنفین صحاح ستہ کے ہیں سب تیسری صدی ہجری کے ہیں ۔چنانچہ حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، امام یحییٰ بن معین، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ سب ائمہ حدیث جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، امام طحاوی رحمہ اللہ کو ان کے ہم عصر ہونے کا شرف حاصل رہا ۔جن اساتذہ سے امام نسائی، امام ابن ماجہ اور مسلم نے پڑھا ہے، ان میں سے بعض اساتذہ سے امام طحاوی نے بھی پڑھا ہے (الفوائد الدراسیۃ)
حضرت امام ابوجعفر احمد طحاوی رحمۃ اللہ نے ذی القعدۃ ۳۲۱ بروز جمعرات وفات پائی، اور فراقہ نامی بستی میں دفن کیے گیے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ ۔
تصانیف: آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً تیس بیان کی گی ہے اور ان میں سے بعض کتابوں کے نام یہ ہیں: بیان السنۃ (العقیدۃ الطحاوی)، معانی الآثار، مشکل الآثار، احکام القران، المختصر، الشروط، شرح الجامع الکبیر، شرح الجامع الصغیر، النوادر الفقہیہ، الرد علی ابی عبید، الرد علی عیسی بن ابان ۔کتاب معانی الآثار (طحاوی) اور عقیدۃ الطحاوی دینی مدارس کے نصاب میں داخل ہیں ۔معانی الآثار کے متعلق علامہ حافظ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی فرماتے ہیں **هو راجع علی الجامع للترمذی وسنن ابی داود وسنن ابن ماجه** کہ جامع ترمذی کے سنن ابوداود سنن ابن ماجہ سے معانی الآثار سے زیادہ راجع حاصل ہے ۔اور علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہے **بل هو راجع علی الموطا للامام مالك والحاصل ان الخصائص الكبرى لمعانی الآثار و مزایاها العظمی لاتحصی** (حاشیہ عقیدۃ الطحاویہ ص۸)۔اور شرح معانی الآثار مؤطا امام مالک سے راجع ہے ۔حاصل یہ ہے کہ معانی الآثار کے بڑے بڑے خصائص اور بڑے مراتب ہیں جن کا

شمار نہیں کیا جاتا۔

شروح عقیدۃ الطحاویہ

امام ابوجعفر احمد طحاوی کی تصانیف میں سے بیان والسنۃ (عقیدۃ الطحاویہ) ہے، جو عقائد میں بہت معتبر و مستند ہے اسی لئے علماء اکرام نے عقیدہ طحاویہ کی متعدد شرحیں لکھیں ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) شرح العقیدۃ الطحاویۃ — قاضی اسماعیل بن ابراھیم بن علی شیبانی (متوفی ۶۲۹ھ)

(۲) النور الامع والبرھان الساطع شرح عقیدۃ الطحاویۃ — شیخ نجم الدین منکوبرس ترکی (متوفی ۶۵۲ھ)

(۳) شرح العقیدۃ الطحاویہ — شیخ شجاع الدین حبۃ اللہ الحنفی الماتریدی (متوفی ۷۳۳ھ)

(۴) القلائد فی شرح العقائد الطحاویۃ — شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی (متوفی ۷۷۰ھ)

(۵) شرح العقائد الطحاویۃ — قاضی سراج الدین عمر ہندی (متوفی ۷۷۳ھ)

(۶) شرح عقیدۃ الطحاویۃ — صدر الدین علی بن محمد ابن العز (متوفی ۷۹۲ھ)

(۷) شرح العقائد الطحاویۃ — ابوعبداللہ محمود (متوفی تقریبا ۹۱۶ھ)

(۸) شرح عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ — اکمل الدین محمود بن محمد بابرتی (متوفی ۷۸۶ھ)

(۹) شرح عقیدۃ الطحاویۃ — عبدالرحیم رومی (متوفی ۹۴۴ھ)

(۱۰) شرح عقیدۃ الطحاویۃ — صدر الدین علی بن محمد ابن العز (متوفی ۷۹۶ھ)

(۱۱) نور الیقین فی اصول الدین — شیخ کافی حسن بسنوی (متوفی ۱۰۲۵ھ)

شرح عقائد الطحاوی — الشیخ شرف الدین ابوالفضل اسماعیل الشیبانی

(۴) الشرح والتعلیق علی عقیدۃ الطحاویۃ — شیخ محمد ناصر الدین البانی (متوفی ۱۴۲۰ھ)

(۵) شرح عقیدۃ الطحاویۃ — علامہ عبدالغنی الغنیمی دمشقی (متوفی ۱۲۹۸ھ)

(۶) التعلیق علی عقیدۃ الطحاویۃ — شیخ عبدالعزیز بن باز (متوفی ۱۴۲۰ھ)

الھدایۃ الربانیہ فی شرح العقیدۃ الطحاویہ — عبدالعزیز بن عبداللہ الراجح حنبلی

صحیح شرح العقیدۃ الطحاویۃ — حسن بن علی السقاف قریشی

(۷) الشرح الکبیر علی العقیدۃ الطحاویہ — ڈاکٹر سعید عبداللہ فودۃ

(۸) اظہار السنیہ شرح العقیدۃ الطحاویہ — شیخ عبداللہ اھرری فریقی

پاک و ہند کے مدارس میں مختلف ادوار میں علماء کرام جو کتابیں علم عقائد اور وکلام میں پڑھتے پڑھاتے تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

التمہید ابوشکور السالمی، غالباً پانچویں صدی کے امام ہوئے ہیں۔

شرح عقائد العضدیہ (جلالی) علامہ جلال الدین دوانی متوفی ۹۰۸ھ۔

تجرید العقائد علامہ نصیر الدین توسی ۶۷۲ھ ان کا تعلق امامیہ فرقے سے تھا۔

شرح المواقف علامہ السید شریف علی محمد جرجانی ۸۱۶ھ۔

امور عامہ کی بحث مع حاشیہ میر زاہد۔ شرح المقاصد علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ۔

شرح العقائد نسفی علامہ سعد الدین تفتازانی۔ (ماتن ماتریدی شارح اشعری)۔

حاشیہ خیالی علی شرح العقائد نسفی۔ علامہ احمد بن موسی خیالی ۸۷۰ھ۔

ان کے بارے میں یہ تفصیل نہیں ملی کہ ان کتابوں کے کون کون سے ابواب پڑھائے جاتے یا مکمل پڑھی پڑھائی جاتی تھی۔ (شرح عقائد)

اب تو ان کتابوں میں سے شرح العقائد نسفیہ ہی پڑھائی جاتی ہے۔ جو عقائد ماتریدیہ اور اشاعرہ پر مشتمل ہے اور شرح عقائد نسفی کو مقبولیت عامہ حاصل ہے اسی لئے اس کی شروح الشروح حواشی الحواشی لکھے گئے ہیں۔ افسوس کہ اب مدارس میں علم عقائد اور کلام کو پڑھانا بہت کم کر دیا ہے۔ اسی لئے عقائد میں پختگی نہیں پائی جاتی۔

بیان السنۃ العقیدۃ الطحایہ جو عقائد میں بڑی مقبول ترین مستند جامع اور مختصر کتاب ہے۔ اس کے عربی شروح کے علاوہ فارسی انگریزی اور اردو میں بھی متعدد شروح شائع ہو چکی ہیں۔

مملکت سعودیہ عربیہ اور بعض دیگر عربی مما لک عقیدۃ الطحاویہ پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے۔ (الھدایہ الربانیۃ فی شرح العقیدۃ الطحاویہ، عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی حنبلی) اور اب چند سالوں سے سعودیہ کی تقلید میں پاک وہند کے علماء نے بھی اس کو پڑھنا پڑھانا شروع کررکھا ہے اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس لئے اب اردو میں بھی اس کے متعدد تراجم اور شروح شائع ہوچکی ہیں جس سے العقیدۃ الطحاویہ کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے۔

عقیدۃ الطحاویہ کی مقبولیت

عبدالسلام بن عبدالھادی لکھتے ہیں **فَاِنَّ متن عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ المعروف بالعقیدۃ الطحاویۃ، المنسوب الی الامام ابی جعفر الطحاوی، وھو الامام المتفق علی امامتہ وجلالۃ قدرہ، متن متین فی بابہ؛ لذا تناولہ الناس شرقا وغربا، دراسۃ وتدریسا، واھتم بہ العلماء قدیما وحدیثا، فوضعوا علی الشروح والحواشی** (مقدمہ شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۵)۔ بظاہر یہ نہایت چھوٹی اور مختصر سی کتاب ہے مگر عقائد کے موضوع پر بڑی جامع، عمدہ اور معتبر کتاب ہے۔ بلکہ یوں کہہ دینا زیادہ مناسب ہوگا کہ العقائد الطحاویہ میں ہر وہ تمام ضروری عقیدے جمع کردئے گئے ہے جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اور اس کا انداز تحریر نہایت ہی آسان ہے۔ علم عقائد کی دیگر کتابوں کی طرح زیادہ مشکل نہیں اور نہ اس میں علم کلام کی دقیق بحثیں ہیں۔ اس کتاب کی ہر زبان میں بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں جیسا کہ شروح عقیدۃ الطحاویہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ بعض نے عقیدۃ الطحاویہ کا صرف اردو ترجمہ شائع کیا اور بعض نے اردو مع متن عربی بھی شائع کیا ہے۔

اور انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ مل جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ بڑی مقبول کتاب ہے۔ عزیزم قاری غلام مصطفی سلمہ نے ۱۴۱۲ھ میں عقیدۃ الطحاویہ پڑھا تھا اور اس کا ترجمہ بھی معہ عربی لکھ لیا تھا۔ عزیزم نے یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ اس کی مختصر سی شرح اردو زبان میں لکھی جائے جس سے طلباء اور عام مسلمانوں کو بھی فائدہ حاصل ہو۔ تو اسی مفید مشورہ کی بنا پر راقم الحروف نے عام فائدہ کی خاطر قرآن وحدیث کے ارشادات اور علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں نہایت مختصر شرح تحریر کی تھی جو نہایت عام فہم اور سادہ زبان میں ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری مرتبہ اس میں مزید اضافے کئے تھے لیکن مرضی کے مطابق وہ شائع نہ ہوئی۔ اور اب تیسری مرتبہ ترمیمات اور بہت زیادہ اضافوں کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، کوئی غلطی نہ رہ جائے، پھر بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اب اس میں کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ بہت سی غلطیاں ہوں گی اس لئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ نظر اصلاح کریں اور مجھے اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرمائیں۔ مجھے اپنی کم علمی کا بھی پورا اعتراف اور احساس ہے۔ اگر کوئی اچھی بات لکھی گئی ہے تو یہ رب ذوالجلال کا کرم ہے۔ اور جو غلط باتیں تحریر کی گئی ہیں وہ میرے فہم کا قصور ہے۔

من بعجز وقصور معترفم ★ نے چو نادان واحمق وخرفم

میں اپنی کمزوری اور کوتاہی کا اقرار کرتا ہوں، ناسمجھ اور بیوقوف اور بے عقل شخص کی طرح نہیں ہوں

پیش ازیں گفتہ اند اہل سلف ★ عذر مَنْ صَنَّفَ قَدِ اسْتَھْدَفَ

اس سے پہلے گذشتہ لوگوں نے عذر بیان کیا ہے کہ جس نے تصنیف کی بیشک وہ نشانہ بن گیا

لیک بقدر خویش کوشیدن ★ بہ زبیکاری وخموشیدن

لیکن اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرنا، بیکار اور خاموش رہنے سے بہتر ہے

عیب خود ابلہ نہ بیند در جہاں   باشد اندر جستنیں عیب کساں

بیوقوف دنیا میں اپنے عیب نہیں دیکھتا، دوسرے لوگوں کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس شرح کو اصل کتاب کی وجہ سے قبول فرمائے۔اور سب کے لئے فائدہ مند بنائے اور میری دنیا و آخرت بہتر بنائے۔اور جو احباب مجھ سے کسی بھی قسم کا تعاون کرتے ہیں رب تعالیٰ انہیں بھی سلامتی عطا فرمائے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ بقرہ ۲۰۱) ۔اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب۔(سورہ ابراھیم ۴۱) اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اٰمِیْنَ۔

الراقم ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی   مصطفی منزل، ۸۵ بی بلاک کشمیر کالونی، جہلم۔ پاکستان۔
حال مقیم 8 کاسل سٹریٹ برائرفیلڈ، لنکاشائر۔ برطانیہ۔
ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ   جنوری ۲۰۱۷ء

خطبہء کتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ قَالَ الْعَلَّامَةُ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَحْمَدُ الْوَرَّاقِ الطَّحَاوِیُّ الْمِصْرِیُّ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ ھٰذَا ذِکْرُ بَیَانِ اعْتِقَادِ اَھْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰی مَذْھَبِ فُقَھَاءِ الْمِلَّةِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانَ بْنِ ثَابِتِ نِ الْکُوْفِیِّ وَاَبِیْ یُوْسُفَ یَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ الْاَنْصَارِیْ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدِ بْنِ الشَّیْبَانِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ وَمَا یَعْتَقِدُوْنَ مِنْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ وَیَدِیْنُوْنَ بِہٖ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو تمام جہاں والوں کو پالنیوالا ہے۔اور اچھا انجام ہے پرہیزگاروں کے لئے۔اور اللہ رحمت نازل فرمائے حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی سب آل پر (۱) امام ابوجعفر احمد وراق طحاوی (متوفی ۳۲۴ھ) نے فرمایا کہ یہ کتاب عقیدہ اہل سنة و جماعت کے بیان میں ہے (۲) جو فقہاء ملت احناف ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی (متوفی ۱۵۰ھ) کے مذھب پر ہے اور آپ نے حضرت انس بن مالک، سھل بن سعد، عامر بن واثلہ کی ملاقات کی تھی (اس لئے آپ کو تابعین میں شمار کیا

ہے)امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم انصاری (متوفی ۳۲۰ھ) یہ امام ابوحنیفہ رحمہ
اللہ کے شاگرد تھے اور خلفاء عباسی کے ہیں مھدی ھادی اور ھارون الرشید کے دور میں
قاضی رہے۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذھب ان کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیلا۔
(ھارون الرشید کے دور میں آپ نے وفات پائی) اور امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن شیبانی،
(اللہ ان سب سے راضی ہو) (متوفی ۱۸۹ھ) یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد
ہیں۔اور امام ابوحنیفہ کا مذھب ان کی وساطت سے اطراف عالم میں پہلا تھا۔(اور موطا
امام محمد، کتاب الآثار وغیرہ آپ کی مشھور کتابیں ہیں) یہ عقیدہ ان ائمہ کے مذھب کے
موافق ہے (۳) اور اس میں اصول دین کے (مسائل) ذکر کیے گئے ہیں جن پر ائمہ دین
یقین رکھتے ہیں اور ان کے مطابق رب کائنات کی اطاعت کرتے ہیں (۴)۔

تشریح: (۱) زیادہ تر شروح اور متون میں اس خطبہ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔معلوم ہوتا
ہے کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں کہ کسی شاگرد نے ان کا اضافہ کیا ہے۔اور بعض شروح اور متون کا
آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

(۱) بَيَانُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فِي الْعَقِيْدَةِ۔ بَيَانُ السُّنَّةِ۔ اَلْعَقِيْدَةُ
الطَّحَاوِيَّةُ۔ اَلْعَقَائِدُ۔

ھذا ذکر بیان عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ (الھدایۃ الربانیۃ لعبد الرحمن
براک ص ۱۸) (متن العقیدۃ الطحاویۃ ص ۳ مطبوعہ بیروت)۔

(۲) علامہ عبدالغنی الغنیمی میدانی (متوفی ۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں ھذا ما رواہ الامام
ابوجعفر الطحاوی فی ذکر بیان اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ الخ

(شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص ۲۵ لعبد الغنی)۔یہ وہ ہے جس کو روایت کیا ہے امام طحاوی نے
اھل سنت و جماعت کے اعتقاد کے ذکر کے بیان میں۔اور اس مبارک کتاب کو عقیدہ
طحاوی عقائد طحاوی اعتقاد وغیرہ ناموں سے ذکر کیا جاتا ہے۔خیال رہے کہ عقیدہ، اعتقاد
اور عقائد کے اسماء مختلف نسخوں میں پائے جاتے ہیں۔ھذا ذکر بیان اعتقاد اھل
السنۃ والجماعۃ (عقیدۃ الطحاویۃ مخطوطہ)۔علامہ حسن کافی لکھتے ہیں قال
الشیخ رحمہ اللہ فی افتتاح العقائد ھذا ذکر بیان اھل
السنۃ والجماعۃ الخ (نور الیقین فی اصول الدین، ص ۱۰۶) قال حجۃ الاسلام
ابوجعفر الوراق الطحاوی بمصر رحمہ اللہ ھذا ذکر بیان عقیدۃ اھل
السنۃ والجماعۃ (شرح عقیدۃ الطحاویۃ) حجۃ الاسلام ابوجعفر الوراق الطحاوی مصری
رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کا بیان ہے۔ھذا سے اشارہ وجود
ذہنی کی طرف ہے کہ جو ذہن میں مضامین تھے جبکہ یہ خطبہ کتاب کی تصنیف سے پہلے لکھا
ہو۔اگر یہ خطبہ کتاب کے تحریر کے بعد لکھا ہے تو پھر یہ اشارہ وجود خارجی کی طرف ہوگا۔

(۳) امام ابوالمعین نسفی متوفی ۵۰۸ھ لکھتے ہیں فَقَالَ صَحَّ عِنْدِيْ مَذْهَبُ فُقَهَاءِ
الْمِلَّةِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ نِ الْكُوْفِيْ وَاَبِيْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبَ بْنَ
اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ الشَّيْبَانِيِّ (تبصرۃ الادلہ، ج ۱،
ص ۲۵۵) کہ امام طحاوی نے اپنی کتاب مسمّٰی بالعقائد کے شروع میں فرمایا کہ میرے
نزدیک زیادہ درست فقہاء ملت کا مذھب ہے۔یعنی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی اور
ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور ابوعبداللہ محمد شیبانی رحمھم اللہ کا مذھب ہے۔

(۲) عقیدۃ فعیلۃ کے وزن، عقد سے مشتق ہے بمعنی گرہ لگانا، مضبوطی سے باندھنا۔اس

کی جمع عقائد ہے۔ ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العملي (تعریفات)

عقیدہ وہ ہے جس پر پختہ یقین کیا جائے جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے۔ یہ کتاب العقیدۃ الطحاویہ زیادہ مشہور ہے۔ لیکن کتاب کے شروح میں اس طرح مرقوم ہے اور بعض کتابوں میں اس کا نام **اَلۡعَقَائِدُ** ہے جیسا کہ امام ابوالمعین میمون نسفی نے حضرت امام طحاوی کا علمی مرتبہ ذکر کرتے فرمایا ہے قَالَ فِيۡ كِتَابِهِ الۡمُسَمّٰى بِالۡعَقَائِدِ الَّذِيۡ افۡتَتَحَهُ فَقَالَ صَحَّ عِنۡدِيۡ مَذۡهَبُ فُقَهَاءِ الۡمِلَّةِ الخ۔

اور اسی طرح دیگر کتابوں میں عقائد الطحاوی کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ حسن کافی ازھار الروضات کے ص ۱۵۶ پر لکھتے ہیں ثم عقائد الطحاوی المسمی بيان السنة والجماعة عقائد اهل سنت وجماعت للامام الطحاوی رحمه الله۔ شرح عقيدة الطحاويه مخطوطه۔ شرح عقائد الطحاوی لامام شرف الدين اسماعيل مخطوطه۔

علامہ محمود بن احمد الکونوی حنفی لکھتے ہیں وبعد فانی لما رايت الهمم مائلة والاراء مجتمعة على العقائد الدينية المنسوب الى الشيخ الامام الربانی مبين الحق والمعانی الفقيه ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی (القلائد فی شرح العقائد مخطوطہ)

بَيَانُ عَقَائِدِ اَهۡلِ السُّنَّةِ وَالۡجَمَاعَةِ عَلٰى مَذۡهَبِ فُقَهَاءِ الۡمِلَّةِ اَبِيۡ حَنِيۡفَةَ وَاَبِيۡ يُوۡسُفَ وَمُحَمَّدِ بۡنِ الۡحَسَنِ۔ رحمهم الله

ایک بات کو عقیدہ کہتے ہیں، دو سے زائد کو عقائد۔ تو اس اعتبار سے عقائد نسفی کی طرح اس کو بھی عقائد طحاوی کہنا چاہیے۔ بہرحال بہت سی عقائد کی کتابیں عقیدہ کے نام سے مشہور

ہیں اس لئے اس کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

فقہاء ملت سے تمام علماء اور ائمہ اہل سنت و جماعت مراد ہیں اس لئے کہ عقیدہ طحاویہ میں تمام اہل سنت کے عقائد ضروریہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبداللہ الھرری لکھتے ہیں کہ ليست هذه العقيدة خاصة بهؤلاء بل هي معتقد اهل السنة والجماعة (الدرر البھیۃ ص ۱۵)۔ یہ عقیدہ ان ائمہ ثلاثہ کا خاص نہیں ہے بلکہ سب اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ یعنی یہ عقیدۂ اصول دین میں احناف کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ سب احناف مالکیہ شافعیہ و حنابلہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمن براک حنبلی لکھتے ہیں وهذه العقيدة فی اصول الدين ليست خاصة بالاحناف بل هی عامة للاحناف والمالكية والشافعية والحنابلة (الھدایۃ الربانیۃ شرح العقیدۃ الطحاویہ)۔ لفظ اھل السنۃ والجماعۃ کو لکھنے اور بولنے کے تین طریقے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی فرماتے ہیں: اھل سنت و جماعت (مکتوبات دفتر اول ص ۳۷۴ مکتوب ۲۶۶)۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت معتقدات اھل سنت و جماعت (مکتوبات دفتر دوم ص ۱۸۰ مکتوب ۶۷)۔

(۱) اھل سنت و جماعت (تکمیل الایمان ص ۱۴۶، ۱۵۰) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہے و بر مذھب اہل سنت و جماعت (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۲۳۳) جمہور اہل سنت و جماعت (تفسیر حقانی ج ۱ ص ۱۶۱، ۱۶۲)۔

عقائد اسلام حصہ اول کے ۵۲، ۵۷، ۱۴۵، ۲۴۰، ۲۷۴، ۲۷۵ پر اھل سنت و جماعت مرقوم ہے۔ اہل سنت و جماعت (عقائد اسلام حصہ دوم ص ۳۸۴) (۲) اھل

السنۃ والجماعۃ۔عقائد اسلام اور تفسیر حقانی میں دونوں طریقے اختیار کئے گئے ہیں یعنی اہل سنت والجماعت اور اہل سنت و جماعت۔بعض حضرات اہل سنت والجماعت لکھتے اور بولتے ہیں اور اہل سنت و جماعت لکھنے والوں کو غلط کہتے ہیں اور یہ درست نہیں ہے جیسا کہ علماء تحریرات سے اھل سنت و جماعت یا اھل سنت والجماعت لکھنا ثابت ہے۔

مذہب کا معنی طریقہ اعتقاد اور اصل ہے اور اس کی جمع مذاہب آتی ہے۔فقہاء فقیہ کی جمع۔ علم فقہ جاننے والے۔ملت۔مذہب شریعت۔

اصول الدین:

یعتقدون فی اصول الدین، اعتقاد سے بنا ہے بمعنی پختہ یقین رکھنا۔یعنی وہ ائمہ اصول دین میں پختہ یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔اصول الدین: مرکب اضافی ہے۔معنی ہے دین کے اصول۔اور اصول، اصل کی جمع ہے اور اصول دین سے مراد دین کی بنیادی عقائد۔علامہ محمود بن محمد القونوی الحنفی اصول الدین کی تعریف فرماتے ہیں اِنَّهٗ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ اَسْمَاءِ اللهِ وَصِفَاتِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَاَحْوَالِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالْاَئِمَّةِ وَالْمَبْدَءِ وَالْمَعَادِ عَلٰى قَانُوْنِ الْاِسْلَامِ لَا عَلٰى اُصُوْلِ الْحُكَمَاءِ وَاِنَّمَا سُمِّيَ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ الْعِلْمِ بِعِلْمِ الْكَلَامِ لِكَثْرَةِ الْمُخَالِفِيْنَ فِيْهِ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ (القلائد فی شرح العقائد)۔علامہ عبد الغنیمی لکھتے ہے فحد هذا اعلم المسمی باصول الدین وبعلم العقائد وبعلم التوحید والصفات وبعلم الکلام (شرح

عقیدۃ الطحاویہ ص ۴۶)، اور اصول الدین امام ابو الیسر محمد بزدوی کی مشہور کتاب ہے۔

دین سے مراد دین اسلام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ۱۹)۔ترجمہ: بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ ۳)۔ترجمہ: اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو از روئے دین۔دین کے معنی فرمانبرداری، اطاعت، جزاء، بدلہ، حساب، وغیرہ ہیں۔وَيَدِيْنُوْنَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔اور جس کو وہ دین بنائے ہوئے ہیں۔سارے جہانوں کے رب کے لئے۔اور اس کی فرمابرداری کرتے ہیں۔رَبٌّ کا معنی مالک، پالنے والا، پروردگار ہے۔امام الھدی، ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ لفظ رب کے تین معانی ہیں۔معبود، مالک، ہر مربی (ص ۴۸)۔ عقیدۃ الطحاویہ کے ایک نسخہ میں لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لام جارہ کے ساتھ ہے۔کہ فقہاء دین سارے جہانوں کے پالنے والے کی فرمانبرداری رتے ہیں۔العلمین عالم کی جمع ہے، عالم بروزن فعال جاننے کا آلہ اور عالم کا اطلاق انسانوں جنوں اور فرشتوں سب پر ہوتا ہے۔علامہ عبد الغنی الغنیمی لکھتے ہیں جمع العالم اسم لما یعلم اللہ وھو کل ماسواہ تعالیٰ من الجواھر والجسام والعراض وجمعہ لیشتمل علی ماتحتہ منا الجناس المختلفۃ اذیقال لکل جنس عالم کعالم الطیر کعالم البنات وعالم الجماد نحو ذالك وغلب العقلاء منھم فجمعہ بالیاء ونون ترجیحا للجنس الاشرف کذا فی المطالب (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۱۴۶)

راقم: العبد الفقیر الی ربہ کریم ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی عفا اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

توحید باری تعالیٰ

(اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اسماء اور افعال پر ایمان لانا ٹھیک ہے)

نَقُوۡلُ فِیۡ تَوۡحِیۡدِ اللّٰہِ مُعۡتَقِدِیۡنَ بِتَوۡفِیۡقِ اللّٰہِ تَعَالیٰ

ترجمہ: امام طحاوی فرماتے ہیں ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید (یکتائی) کے بارے میں درا حالانکہ پختہ یقین رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے۔

اللہ کے توفیق کے ساتھ ہم توحید باری تعالیٰ میں اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

تشریح: (۱) معتقدین، نقول کی ضمیر فاعل سے حال ہے، اس لئے حالت نصبی میں ہے۔ اور یہ اعتقاد سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے نہایت پختہ یقین رکھنا۔ یہاں امام طحاوی نے نَقُوۡلُ فرمایا کہ ہم زبان سے اللہ تعالی کے ایک ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں تمام اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بیان ہے اس لئے جمع کا صیغہ نَقُوۡلُ کو اَقُوۡلُ کی جگہ لائے ہیں۔ اور اس کے بعد ساری کتاب کے مضامین اور عقائد قول کا موقولہ ہیں۔ توحید باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے اللہ تعالی کے ایک ہونے کا اقرار کرنا اور ایک ماننا۔ توحید کا معنی ہے، اللہ تعالی کو ذات، صفات، اسماء، افعال اور احکام میں ایک ماننا ہے۔

توحید ہی کا پہلا خطاب ہے اسی لئے کتاب کو درس توحید سے شروع کیا اور مکلف پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانے، اور اسی توحید کی دعوت سارے نبیوں اور رسولوں نے دی

ہے۔ اور اسی توحید کی شان میں آسمان سے کتابیں اتری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ** (الانبیاء ۲۵)۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر ہم نے وحی کی اس کی طرف کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت مگر میں (اللہ)، تو تم میری ہی عبادت کرو۔

مُعۡتَقِدِیۡنَ کا معنی یقین کرنیوالے ہے۔ اس میں نفاق کی نفی اور ایمان کا اثبات ہے، اس لئے کہ ایمان سے مراد تصدیق و اعتقاد ہے اور اس کا تعلق دل سے ہے، صرف زبان سے اقرار کرنا ایمان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ** (سورہ بقرہ ۸)۔ ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ** (سورہ مائدہ ۴۱)۔ ترجمہ: کہا انہوں نے ہم ایمان لائے اپنے منہوں سے حالانکہ ان کے دل نہیں ایمان لائے۔

بِتَوۡفِیۡقِ اللّٰہِ تَعَالیٰ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ اس میں اشارہ ہے اہل سنت و جماعت کے اس قول کی طرف کہ توحید تک پہنچنا اللہ کی ہدایت اور توفیق ہی سے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ** (النور ۳۵)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔ توفیق باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی موافق کرنا۔ کہ اللہ تعالی کا بندے کے فعل کو اپنی پسند اور اپنی مرضی کے مطابق کر دینا۔

تَوْجِيْهُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَيْرِ تَوْفِيْقُ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کا
مطلب یہ ہے کہ اچھے مطلوب اور مقصد کی طرف اسباب کو متوجہ کرنا۔ اور جب وہ اسباب
پیدا فرماتا ہے تب وہ کام سرانجام پاتا ہے۔ اسی اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کا نام توفیق ہے۔
علامہ جمال الدین محمود الحنفی قونوی فرماتے ہیں والتوفیق جعل الشی موافقاً
للشیء وتوفیق العبد ان یجعل افعالہ الظاھرۃ موافقہ لاوامرہ تعالیٰ
مع البقاء اختیارہ فیھا وانما قال بتوفیق اللہ اشارۃ الی قول اھل
السنۃ ان الوصول الی التوحید بھدایۃ اللہ تعالیٰ۔ قال اللہ تعالیٰ
یھدی اللہ لنورہ من یشاء لا بصنع العباد کما زعمت المعتزلۃ (القلائد
فی شرح العقائد مخطوطہ)۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اس آیت سے تمسک کرتے ہوئے بتوفیق اللہ تعالیٰ فرمایا
ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (سورہ ھود ۸۸)۔ ترجمہ: اور نہیں میری توفیق مگر اللہ کی طرف
سے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

کیونکہ مقصد کے مطابق حالات کو درست کر دینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ لیکن طلب توفیق
ضروری ہے اس لئے کہ جب بندۂ مومن اللہ تعالیٰ سے کسی کار خیر کے ہونے کی مدد طلب
کرتا ہے تو اگر بندے کے حق میں درست ہو تو اس کی توفیق دی جاتی ہے۔ اسی لئے سورہ
فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا) کی تعلیم
دی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا
فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (عنکبوت ۶۹)۔ ترجمہ: جو

لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں ضرور راستے دکھائیں گے۔ اور بیشک اللہ
نیکوں کے ساتھ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد ۲۷)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ
ہدایت دیتا ہے (اپنی بارگاہ میں آنے کی راہنمائی کرتا ہے) جو اس کی طرف رجوع کرتا
ہے۔ معلوم ہوا کہ حصول مراد کیلئے سعی اور طلب توفیق ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سورہ محمد ۱۹)۔ ترجمہ: تو آپ یقیناً
جان لیں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلا فرض
بندے پر معرفت خداوندی ہے اس کے بعد دیگر عبادات کا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذریات)۔
ترجمہ: نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت (معرفت) کے لئے۔
اس آیت میں لِيَعْبُدُوْنِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

شیخ جمال الدین احمد غزنوی الحنفی (متوفی ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں مَعْرِفَةُ الصَّانِعِ
وَاجِبَةٌ لِاَنَّهٗ مُنْعِمٌ وَشُكْرُ الْمُنْعِمِ وَاجِبٌ عَقْلًا وَشَرْعًا فَاَوَّلُ دَرَجَةِ
الشُّكْرِ مَعْرِفَةُ الْمُنْعِمِ (کتاب اصول الدین ص ۶۲)۔ ترجمہ: صانع (اللہ تعالیٰ)
کی پہچان واجب ہے اس لئے کہ وہ بندوں کو نعمتیں دینے والا ہے اور نعمتیں دینے والے کا
شکر عقلاً وشرعاً واجب ہے، تو شکر کا سب سے پہلا درجہ منعم حقیقی کی معرفت ہے۔

اور جب بچہ بولنے لگے تو اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سکھایا جائے۔

اور یہ کلمہ توحید اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پہلا سبق ہے اور آخری سبق بھی یہی ہے کہ جب بندۂ مؤمن دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اسی کلمہ طیبہ کے پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے، مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مستدرک حاکم)۔ترجمہ: جس کا آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه) ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔اور جب بچہ بالغ ہوتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا فرض ہو جاتی ہے۔

علامہ یوسف حسینی راجا دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۷ھ) فرماتے ہیں

گر دد چوں بالغ کودکے فرض شناسی حق برو ❁ داند خدا بیشک یکے جزا و نشاید کس دگر

جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کو پہچاننا فرض ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ یقیناً کسی کو اپنا خدا نہ جانے اور نہ مانے۔

حادث بداں جملہ جہاں جز حق مداں کس را قدم ❁ جملہ صفاتش ہمچنیں بیشک بداں جان پدر

سب جہاں کو حادث جان، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قدیم نہیں۔اس کی تمام صفات کی بھی اسی طرح ہیں اے جان بدر اس میں شک نہ کر۔

اور ایمان کا محض عقل کی وجہ سے واجب ہونا امام ابو حنیفہ سے مروی ہے۔چنانچہ حاکم شہید نے منتقی میں ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اپنے خالق کے نہ پہچاننے میں کسی کو عذر نہیں بوجہ اس کے کہ وہ آسمان و زمین اور اپنی ذات وغیرہ کو مخلوق دیکھتا ہے۔حاکم شہید نے کہا ہمارے مشائخ اہل سنت و جماعت اسی پر ہیں حتی کہ امام ابو منصور ماتریدی عاقل بچے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس پر اللہ کی معرفت واجب ہے۔اور یہی قول ہمارے عراق کے بہت سارے مشائخ کا ہے۔اور بہت سے مشائخ کو اس سے اختلاف بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک بھی عام ہے رفع القلم عن ثلاث الصبی حتی بلغ۔

تین آدمیوں (بچہ، سویا ہوا، پاگل۔بے عقل) سے اللہ نے قلم کو اٹھا لیا ہے۔ان میں سے ایک بچہ ہے حتی کہ وہ بالغ ہو جائے۔شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شریعت کے احکام پر محمول کیا ہے۔تمام لوگوں کو اس بات پر اتفاق ہے کہ بچے کا اسلام بالکل صحیح ہے اور بچے کو بھی اسلام کی دعوت ایسے ہی دی جائے گی جیسے کہ کسی بالغ کو اسلام کی طرف دعوت دی جاتی ہے (شرح فقہ الاکبر ۲۸۵، مقدمہ ہدایہ ص ۴۶)۔عقلمند بچے کا ایمان و معرفت احناف مالکیہ حنابلہ کے نزدیک معتبر ہے۔

گر انبیاء ہم نامدے نے شرع بودے در جہاں ❁ واجب شدے بر مردمان ایمان بخالق مقتدر

اگر انبیاء علیہ السلام تشریف نہ لاتے اور شرح شریف دنیا میں نہ ہوتی تب بھی خالق قائنات پر ایمان لانا تمام لوگوں پر واجب ہوتا۔امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَوْ لَمْ يُبْعَثْ رَسُوْلٌ لَوَجَبَ عَلَى الْخَلْقِ مَعْرِفَتُهٗ بِعُقُوْلِهِمْ ۔اگر رسول نہ بھیجے جاتے تب بھی انسانوں پر اپنے عقول سے اللہ کی معرفت واجب ہوتی یعنی عقل والوں پر اپنے خالق پر ایمان لانا لازم ہے (شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ۔ص ۵۵۔جامع الاسرار فی شرح المنار، ج ۴ ص ۱۲۱۹) (میزان الاصول فی نتائج العقول ص ۱۹۰)۔

عقل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔اور معرفت کا آلہ ہے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں اَنَّ الْعَقْلَ اٰلَةٌ لِلْمَعْرِفَةِ وَالْمُوْجِبُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْحَقِيْقَةِ وَوُجُوْبُ الْاِيْمَانِ بِالْعَقْلِ مَرْوِيٌّ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (شرح فقہ اکبر ص ۳۹۰) کہ عقل اللہ تعالیٰ کی معرفت کا آلہ ہے اور حقیقت میں واجب کرنے والی خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے اول عالم اَرواح میں روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا، تو پھر

دنیا میں رسولوں اور کتابوں کو بھیج کر اس اقرار اور معرفت کی بار بار یاددھانی کرائی جس
سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلا فرض معرفت خداوندی ہے۔
ائمہ متکلمین رحمہم اللہ سب سے پہلے چیزوں کی حقیقتوں کا بیان کرتے ہیں پھر مخلوق کی
معرفت کے لئے تین اسباب علم کا بیان کرتے ہیں (۱) حواس خمس، (۲) خبر صادق،
(۳) عقل سلیم۔ پھر حدوث عالم ثابت کرتے ہیں۔ پھر بتایا جاتا ہے کہ محدث عالم اللہ
تعالیٰ ہے جیسا کہ عقائد ماتریدیہ کی کتابوں میں ہے یہ طریقہ ائمہ المتکلمین نے اثبات وجود
باری تعالیٰ اور فلاسفہ کے رد کی خاطر اختیار کیا تھا۔ حالانکہ وجود باری تعالیٰ کے دلائل ساری
کائنات میں پائے جاتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ وجود باری تعالیٰ کی شھادت دیتا
ہے۔ رسولوں نے کفار کو فرمایا کیا تم اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے
اسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے (سورہ ابراھیم ۱۰) اس لئے امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے
عقیدہ طحاویہ کو اثبات وجود باری تعالیٰ سے شروع نہیں کیا بلکہ توحید باری تعالیٰ سے شروع
فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ مَوْجُوْدٌ (اللہ موجود) نہیں کہا۔ اَللّٰہُ وَاحِدٌ (اللہ ایک ہے) فرمایا۔
سلفی کا معنی صحابہ کرام تابعین کے طریقے پر چلنے والا سلفی تو حقیقتاً امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف
امام محمد اور دیگر ائمہ مجتہدین ہوئے ہیں اور اس لئے عقیدہ طحاویہ ان ہی سلفیوں کے عقائد
پر مشتمل ہے جو کہ فلسفہ ومنطق اور دیگر دلائل عقلیہ کی امیزش سے خالی ہے۔ زیادہ تر یہ وہی
عقائد ہیں جو کتاب وسنت میں بیان ہوئے ہیں۔ بعض مسائل میں تکرار پایا جاتا ہے،
خاص کر مسئلہ تقدیر میں ہے۔ لیکن فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے دینی مدارس میں
شرح عقائد نسفی سے پہلے عقیدۃ الطحاویہ پڑھانا چاہئے۔ جس طرح شرح معانی
الاثار (طحاوی شریف) کو پڑھایا جاتا ہے۔ (ابو عاصم غلام حسین ماتریدی حنفی)

اللہ تعالیٰ ایک ہے

{۱} اِنَّ اللّٰہَ وَاحِدٌ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ایک ہے (۱)

تشریح: (۱) ای ذات الواجب الوجود واحد یعنی بیشک اللہ واجب الوجود ایک
ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، اسماء، افعال اور احکام میں ایک ہے۔ تعداد
کے لحاظ سے ذات واحد کے اعتبار سے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَہٗ ھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (سورہ زمر ۴)۔ ترجمہ: پاک ہے
(اللہ تعالیٰ) تمام شریکوں سے وہی اکیلا غالب ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ زمر ۴)۔ ترجمہ: بیشک اللہ ایک ہی معبود
ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ
بقرہ ۱۶۳)۔ ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے۔ وہ
بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِلٰـھُنَا وَاِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ (سورہ عنکبوت)۔
ترجمہ: ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (الاخلاص ۱)۔ ترجمہ: فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔
بعض نے کہا ہے اَلْوَاحِدُ اَلْاَحَدُ دونوں ایک ہیں اور مترادف المعنی ہیں۔ قرآن مجید

میں اللہ نے ان کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی ہے۔

بعض نے کہا فرق ہے **فان الواحد یستعمل لافادۃ الصفات، والاحد یرجع الی الذات، یقال فلان واحد زمانہ، یعنون بذلك تفردہ بصفات کمالیۃ لا یشارکہ فیہا غیرہ، ولھذا قیل ان اللہ احد فی ذاتہ، وواحد فی صفاتہ** (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا** (سورہ انبیاء ۲۲)۔

ترجمہ: اور اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین وآسمان درہم برہم ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** (المومنون ۹۱)۔ ترجمہ: البتہ چڑھائی کرتے بعض ان (کے) اوپر بعض (کے)۔ چونکہ خدا ایک ہی ہے اس لئے آسمان اور زمین میں فساد نہیں ہوا۔

توحید کے اقسام

بعض نے توحید کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) توحید ربوبیت، کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے کاموں میں ایک ماننا ہے کہ وہ خالق، رازق اور مدبر ہے، دنیا وآخرت میں متصرف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** (سورہ زمر ۶۲)۔ ترجمہ: اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس توحید ربوبیت میں کسی کو شک نہیں ہے اور سب لوگوں کو فطرۃ میں اس کا اقرار موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ**

ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (نمل ۱۴)۔ ترجمہ: اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے انکار کیا لیکن ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔

(۲) توحید الوھیت، اس کو توحید عبادت بھی کہتے ہیں، کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کا یہی معنی ہے۔

(۳) توحید اسماء وصفات، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفتوں میں کوئی شریک نہیں ہے۔

لیکن بعض کے نزدیک توحید کی دو قسمیں ہیں، کہ توحید الوہیت کوئی الگ قسم نہیں۔ درحقیقت یہ توحید الوھیت توحید ربوبیت میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے عہد میثاق لیا تو حق تعالیٰ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ یہ نہیں فرمایا **اَلَسْتُ بِاِلٰهِكُمْ** کیا میں تمہارا معبود نہیں ہوں۔ تو ان سے توحید ربوبیت پر ہی اکتفا فرمایا۔ تو جان لینا چاہئے کہ جس نے توحید ربوبیت کا اقرار کر لیا تو بلاشبہ اس نے توحید الوھیت کا بھی اقرار کر لیا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب دو فرشتے بندۂ مومن سے اس کی قبر میں کہتے ہیں **مَنْ رَّبُّكَ**؟ تیرا رب کون ہے؟ وہ یہ نہیں کہتے **مَنْ اِلٰهُكَ**؟ تیرا معبود کون ہے؟ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ توحید ربوبیت توحید الوھیت کو شامل ہے (مصباح الانام وجلا الظلام ص ۳۱)۔ اور توحید وہی ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** میں بیان فرما دیا ہے۔ سورہ اخلاص میں توحید حق تعالیٰ کا شاندار اور ایمان افروز بیان اور شرک کی تردید ہے۔ اور اسی طرح آیت الکرسی اور سورہ حشر کی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی وصفاتی اسمائی کا ایمان افروز بیان اور اعلیٰ ترین شرک کی تردید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں

لَاشَرِیْکَ لَہٗ

ترجمہ: نہیں ہے کوئی اس کا شریک(۱)

تشریح:(۱) لَاشَرِیْکَ لَہٗ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔یعنی اپنی ذات،صفات،اسماء، افعال اوراحکام میں ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (حشر ۲۳)۔ترجمہ:اللہ پاک ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (روم ۴۰)۔ترجمہ:اللہ پاک ہے اور برتر ہے ان سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا (سورہ بنی اسرائیل ۱۱۱)۔ترجمہ: آپ فرمایئے سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نہیں بنایا کسی کو (اپنا) بیٹا اور نہیں ہے جس کا کوئی شریک حکومت وفرمانبرداری میں اور نہیں ہے اس کا کوئی مددگار درماندگی میں اور اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجہ کی بڑائی۔

شریعت میں شرک برابری کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء وافعال میں کسی کو برابر ٹھہرانا۔اسی لئے قیامت کے دن مشرکین خود برابری کا اعتراف کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ (سورہ شعراء ۴)۔ترجمہ:اللہ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ تم کو ہم برابر کرتے تھے سارے جہاں کے پروردگار کے ساتھ۔

شرک کا شرعی مفہوم

بل المفهوم الشرعي للشرك: هو تسوية المخلوق برب العالمين في احد من الامور الخمسة ذاته تعالى، وصفاته، واسمائه، وافعاله واحكامه كما قال تبارك وتعالى في سورة الشعراء حكاية عن اعتراف المشركين يوم القيامة تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ شعراء ۴)۔ اور شرک کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرانا ہے ان پانچ امور میں سے کسی ایک میں۔اللہ تعالیٰ کی ذات میں،اللہ تعالیٰ کی صفات میں،اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اور اس کے کاموں میں اور اس کے احکام میں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ شعراء میں مشرکین کے اعتراف کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے،اللہ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ تم کو ہم برابر کرتے تھے سارے جہاں کے پروردگار کے ساتھ۔هو الشرك في اى امر كان من الامور الخمسة (تلخیص شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۳۲)۔اور یہی شرک ہے کسی ایک امر میں پانچ امور میں سے۔معلوم ہوا کہ شرک برابری کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات،صفات،افعال اور احکام میں کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ (لقمان ۲۵)۔ترجمہ:اور اگر آپ پوچھیں ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

البتہ وہ ضرور کہیں گے اللہ ہی نے پیدا کیا۔ معلوم ہوا مشرکین مانتے تھے کہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے باوجود وہ بتوں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے اور اس لئے مشرک قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں

{۲} وَلَا شَیْءَ مِثْلُہٗ

ترجمہ: اور کوئی شے اس کی مثل نہیں (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی (کائنات) کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل (مانند) نہیں ہے۔ اور مخلوق خالق کی مثل کیسے ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (شوری ۱۱)۔

ترجمہ: اس کی مثل (مخلوق میں سے) کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی ذات، نہ اس کی صفات اور نہ اس کے افعال میں کوئی مثل برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص ۵)۔ ترجمہ: اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ روم ۲۸)۔ ترجمہ: اور اسی کے لئے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ اللہ اپنی ذات میں بھی یکتا ہے اور

صفات میں بھی اور تمام کاموں میں بھی۔ کسی شخص کو کسی کام میں اس کے ساتھ برابری نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفتیں مخلوقات کے ساتھ بجز نام کی برابری کے اور کسی قسم کی برابری نہیں رکھتیں (مالابدمنہ اردو)۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رؤف و رحیم بنایا ہے، وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ ۱۲۹)۔ ترجمہ: مؤمنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا۔

اور یہی دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی بھی ہیں، اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم والا ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمیع و بصیر بنایا ہے، فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (سورۃ الدھر ۲)۔ ترجمہ: ہم نے بنایا اس کو سننے والا دیکھنے والا۔

اور اللہ تعالیٰ بھی سننے والا دیکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں ذاتی ہیں۔ اور بندوں کو اللہ نے یہ صفتیں عطا فرمائی ہیں اس لئے اس نام کی شرکت اور برابری ہے، مگر حقیقتاً نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی

{۳} وَلَا شَیْءَ یُعْجِزُہٗ

ترجمہ: کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کرسکتی (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی اس لئے کہ عجز کمزوری کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کمزوری سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی

الارْضِ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا (سورہ فاطر ۴۴)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے بیشک وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (سورہ بقرہ ۲۵۵)

ترجمہ: اور ان دونوں کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں اور وہی بلند عظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (سورہ ق ۳۸)۔ ترجمہ: اور ہمیں کچھ تھکاوٹ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: اور نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ یعنی وہ ہر عجز وکمزوری سے پاک ہے اور سب پر غالب وقادر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن (سورہ یس ۸۲)۔ ترجمہ: جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔ عجز قدرت کی ضد ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی صفت قدرت کی وجہ سے ہر چیز پر قادر ہے۔

ثُمّ العجز ضدُ القدرۃ واللہُ سُبحانہ وتعالیٰ قادر لثبوت قدرَتِہ (اظہار العقیدۃ السنیۃ ۳۶)۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

{۴} وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کی جانب تمام رسولوں نے دعوت دی۔ حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہ السلام نے اسی توحید کی دعوت دی اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (سورۃ الاعراف)۔

ترجمہ: یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ اور اسی طرح کلمہ توحید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (سورہ محمد ۱۹)۔ ترجمہ: جان لو بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ فرماتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء ۸۷)۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود مستحق عبادت مگر تو، پاک ہے تو، بیشک میں نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرۃ ۶۲)۔ ترجمہ: اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ رحمٰن رحیم ہے۔ اس (کلمہ) سے مراد سارے عقائد اسلامیہ کا مان لینا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد اللہ پڑھنا واجب ہے یعنی ساری سورۃ (مرآۃ المناجیح ج ۱ ص ۴۷)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ آل عمران ۱۸)۔ ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (طٰہٰ ۱۴)۔ ترجمہ: میں اللہ ہوں۔

میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کرو۔ نماز میں ہر نمازی کہتا ہے **وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ** اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے۔ امام طحاوی نے فرمایا **لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ**۔ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ کئی معبود ہوتے تو فساد ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا** (الانبیاء ۲۲)۔ ترجمہ: اگر زمین آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہوجاتے۔

ائمہ نحاۃ نے اختلاف کیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کی ترکیب کیا ہے۔ بعض نے کہا **لا الہ فی الموجود الا اللہ**۔ مگر دوسرے حضرات اس کو غلط قرار دیا ہے اور صحیح ترکیب یہ قرار دی ہے **لا الہ حق الا اللہ** اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں یا **لا الہ بحق الا اللہ** اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے رہے گی

{۵} قَدِيْمٌ بِلَا ابْتِدَاءٍ دَائِمٌ بِلَا انْتِهَاءٍ

ترجمہ: وہ قدیم ہے (۱) اس کی کوئی ابتداء نہیں۔ وہ دائمی ہے، اس کو کوئی انتہا نہیں۔

تشریح: (۱) قدیم سے مراد سب سے اول ہونا اور دائم سے مراد ہمیشہ ہونا۔

اللہ کریم فرماتا ہے **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ** (سورہ حدید ۳)۔ ترجمہ: وہی سب سے اول وہی سب سے آخر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ

ترجمہ: اے اللہ تو سب سے اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو سب سے آخر ہے

تیرے بعد کوئی چیز نہیں (مسلم)۔

ومنها القديم وذلك مما يؤثر عن الرسول الله ﷺ۔ اور اسماء وصفات میں سے القدیم بھی ہے اور ان میں سے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے (سنن ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الاسماء والصفات، مستدرک حاکم)۔

لفظ قدیم قرآن مجید میں دو مقام پر آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ** (سورہ یوسف)۔ ترجمہ: آپ تو پرانی محبت میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ** (سورہ یس ۳۹)۔ ترجمہ: یہاں تک کہ چاند پرانی کھجور کی ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے۔ مگر یہاں دونوں معنی مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں بمعنی ہمیشہ سے ہے۔ علماء متکلمین اس کا ذکر کرتے ہیں اور بمعنی سب سے اول ہی لیتے ہیں اور فقہا نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی لئے یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ ابتداء شروع کرنا۔ انتھا (حد کو پہنچنا، یہیں ہلاک ہونا ختم ہونا) **قدیم ای لا اول له** یعنی جس کی ابتداء نہ ہو۔

قدیم کی دو قسمیں ہیں مقید و مطلق مثلاً جب ہم کہیں کہ بنیاد کعبہ قدیم ہے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ اس کی بنیاد دوسری مساجد کی نسبت مقدم ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی بنیاد آفرینش زمین سے پہلے ہے۔ اس کو قدیم مقید کہتے ہیں۔ اور قدیم مطلق وہ ہے جس کے وجود کی ابتداء نہ ہو۔ اس کو اپنی قدامت کے اعتبار سے تمام موجودات پر پیشی اور سبقت حاصل ہو اس لئے افریدگار کی ابتداء نہیں ہوسکتی (المعقد المنقعد)۔ اسی دوسرے معنی میں لفظ قدیم بولا جاتا ہے۔ لیکن ابن ماجہ کتاب الدعا میں القدیم اللہ کے ناموں میں سے شمار

کیا گیا ہے(سنن ابن ماجہ حدیث ۳۸۶۱ حاشیہ نور الیقین فی اصول الدین ص ۱۵)۔

دائم بلا انتہاء دائم الباقی کے معنیٰ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورہ رحمٰن)۔

ترجمہ: اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص)۔ترجمہ: ہر شی ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے ذات کی۔

اَلدَّائِمُ ہمیشہ رہنے والا۔ ابن ماجہ کتاب الدعا باب اسماء اللہ میں مذکور ہے۔

اِلٰهُ الْخَلْقِ مَوْلٰنَا قَدِيْمٌ ‏ ‏ ‏ ‏ وموصُوْفٌ بِاَوْصَافِ الْكَمَالِ

تمام مخلوق کا معبود ہمارا کارساز ہمیشہ سے ہے، اور تمام صفاتِ کمال سے موصوف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر فنا نہیں

{۶} وَلَا يَفْنٰى وَلَا يَبِيْدُ

ترجمہ: اور وہ ذات نہ فنا ہوگی اور نہ ہی ختم ہوگی (۱)۔

تشریح: (۱) حل لغات: فَنِيَ يَفْنٰى فَنَاءً، فنا ہونا۔ بَادَ يَبِيْدُ بَيْدًا، ہلاک ہونا، ختم ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فنا اور ہلاکت سے پاک ہے۔ فنا ہونا اور ہلاک ہو جانا دونوں مترادف المعنی ہیں اور دونوں کو اکھٹا ذکر کرنے سے تاکید مقصود ہے۔ بذات خود جو ہلاک ہو اس کو فنا کہتے ہیں اور جو غیر کی وجہ سے ہلاک ہو اس کو بیدا کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل بیان ہوا کہ اللہ کی ذات دائمی ہے اور اس کی انتہا نہیں۔ اس کی تاکید میں اس وصف کو ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ممکن اور قابل فنا ہے۔

اللہ فرماتا ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورہ رحمن ۲۶)۔ترجمہ: جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمھارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورہ قصص ۸۸)۔ترجمہ: اللہ کے ساتھ دوسرے کی پوجا مت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز قابل فنا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔

ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے

{۷} وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا يُرِيْدُ

ترجمہ: اور دنیا میں وہی کچھ ہوتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی کچھ بھی نہیں ہوتا مگر جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے حکایت فرماتا ہے وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (سورۃ الھود ۳۴)۔ترجمہ: اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (سورہ

الاحزاب ۱۸)۔ترجمہ:تم فرماؤوہ کون ہے جواللہ کاحکم تم پر سے ٹال دے یاتم پر مہربانی فرمانا چاہے اوروہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (سورہ بقرہ ۲۵۳)۔ترجمہ:لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (سورہ بروج)۔ترجمہ:جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (سورہ حج ۱۸)۔ترجمہ:اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (مائدہ)۔ترجمہ:اوراللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (سورہ حج ۱۸)۔ترجمہ:اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

محققین کہتے ہیں کے کتاب اللہ میں ارادہ کی دوقسمیں ہیں:

(۱)قسم اول:ارادہ قدریہ تکوینیہ خلقیہ۔ (۲)قسم ثانی:ارادہ دینیہ تکلیفیہ شرعیہ

چنانچہ ارادہ شرعیہ اس کی محبت اور رضا کو متضمن ہے اور ارادہ کونیہ اس مشیت کا نام ہے جو موجودات کوشامل ہے۔

ارادہ کونیہ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (سورہ انعام ۱۲۵)۔ترجمہ:جسے اللہ چاہتا ہے ھدایت بخشے،اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

ارادہ شرعیہ تکلیفیہ جیسا کے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرہ ۱۷۵)۔ترجمہ:ارادہ کرتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا اور نہیں ارادہ کرتا تمہارے ساتھ دشواری کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ

لِيُطَهِّرَكُمْ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (سورہ مائدہ ۶)۔ترجمہ:اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورہ احزاب ۳۳)۔ترجمہ:صرف اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اے نبی کے گھر والواور تم کو خوب پاک کرے۔

ان آیات میں جس ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ ارادہ ہے جو کہ ان لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے جو برے کام کرتے ہیں کہ یہ ایسے کام کررہے ہیں جن کا اللہ ارادہ نہیں کرتا یعنی اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے اور نہ اس کا حکم دیتا ہے اور اللہ پسند فرماتا ہے کہ تم پر آسانی ہو اور تم گناہوں کی میل کچیل سے صاف ہوجاؤ۔اورارادہ کونیہ وہ ارادہ ہے جس کا ذکر مسلمانوں کے اس قول میں ہے کہ جو کچھ اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ارادہ قدریہ کونیہ مراد ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ یس ۶۳)۔ترجمہ:جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کا اس چیز سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ بن،وہ بن جاتی ہے (تبیان القرآن)۔تو اس میں سرعت کا بیان ہے۔

عقل اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتی

{۸} لَا تَبْلُغُهُ الْاَوْهَامُ وَلَا تُدْرِكُهُ الْاَفْهَامُ

ترجمہ:انسانی وہم وفکر اس کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے اور نہ ہی انسانی فہم اس کی ذات کا ادراک کرسکتی ہے۔

تشریح: (۱) اَوْهَمُ ،وَهَمْ کی جمع: خیال۔ افهام فهم کی جمع: سمجھ یعنی انسانی خیالات اللہ تعالیٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (سورہ بقرۃ ۲۵۵)۔ ترجمہ: اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (سورہ طہ ۱۱۰)۔ ترجمہ: اور وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ علم حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ اِسکا ادراک مشکل ہے تو دوسری صفات کا بھی یہی عالم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تُفَكَّرُوا فِي كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تفكروا فِي ذَاتِ اللہ (شرح کبیر علی عقیدۃ طحاویہ ص ۱۹۷ ج ۱ بحوالہ کتاب الاسماء والصفات)۔

ترجمہ: ہر چیز (مخلوق) میں تم غور وفکر کرو۔ اللہ کی ذات میں غور وفکر مت کر۔ واس لئے اوہام وافہام سے بالاتر ہے۔

امام سراج الدین ابوالحسن عثمان متوفی ۵۶۹ھ فرماتے ہیں

وَمَا إِنْ صُورَةٌ رَبِّيْ وَعَرَضٌ　　تَعَالَى اللهُ عَمَّا فِي الْخَيَالِ

اور میرا رب نہ صورت اور نہ عرض　　اللہ برتر ہے ان باتوں سے جو خیال میں آئیں،

(۱) اس کی شرح حضرت شیخ سعدیؒ کے کلام میں سب سے بہتر ہوگی۔

آپ فرماتے ہیں:

نہ براوج ذاتش پرد مرغ وہم • نہ در ذیل وصفش رسد دست فھم

نہ ادراک در کہنہ ذاتش رسد • نہ فکرت بغور صفاتش رسد

(بوستان سعدی)

ترجمہ: نہ تو اس کی بلندی تک وہم کا پرندہ اڑ سکتا ہے نہ اس کی صفتوں کے دامن تک فھم کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اس کی ذات پاک کا ہرگز ادراک نہیں ہوسکتا اور نہ غور وفکر سے اس کی صفتوں تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔

نیز شیخ سعدی فرماتے ہیں:

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووھم　　وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدہ ایم وخواندہ ایم

ترجمہ: اے وہ کہ تو اونچا ہے ہمارے خیال اندازہ گمان اور وھم سے۔ جو کچھ لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے اور پڑھا ہے۔ تو اس سے وراء الورا ہے

دفتر تمام گشت باپایاں رسید عمر　　ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(گلستان سعدی)

ترجمہ: زندگی کا دفتر تمام ہوگیا اور عمر اپنے آخر دور میں پہنچ گئی مگر ہم ویسے کے ویسے ہی تیرے پہلے وصف میں رہ گئے ہیں کہ تیرا پہلا وصف بھی پورا نہ بیان کرسکے۔

کجا در یابد اور اعقل چالاک • کہ او بالاتر است از حد ادراک

نظر کن اندر اسماء وصفاتش • کہ واقف نسیت کس از کہنہ ذاتش

ترجمہ: عقل چالاک کب اس کو پاسکتی کیونکہ وہ پالینے کی حد سے بلند وبالا ہے۔ اس کے اسماء اور صفات میں غور وفکر کر اس لئے کہ کوئی بھی اس ذات پاک کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔

علم کنہ ذات حق آمد محال • جل ذات اللہ عما فی الخیال

ما کمینہ بندہ گانیم اُو خدا • اللہ اللہ ما کجا ئیم اُو کجا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات برحق کی حقیقت کا علم محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان باتوں سے جو خیال میں آتی ہیں بزرگ وبرتر ہے۔ ہم کم رتبہ والے ہیں وہ خدا (بڑی شان والا) ہے، اللہ اللہ ہم کہاں ہیں، اور وہ کہاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی نہیں ہے

{۹} وَلَا يُشْبِهُهُ الْاَنَامُ

ترجمہ: اور مخلوق میں سے اس کے مشابہ کوئی نہیں (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی (مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی) کہ وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (سورہ شوری)۔

ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس میں فرقہ مشبہ کا رد ہے جو خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا يُشْبِهُ شَيْئًا مِّنَ الْاَشْيَاءِ مِنْ خَلْقِهٖ وَلَا يُشْبِهُهٗ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهٖ (فقہ اکبر)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہے۔ اور نہ اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔ کہا گیا ہے اَنَامُ سے مراد ہر ذی روح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام مخلوقات مراد ہے۔ امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مخلوق سے انسان مراد ہیں۔ اس بات کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ (سورہ الرحمن ۱۰)۔ ترجمہ: اور زمین مخلوق کے لئے رکھی۔

(نور الدین فی اصول الدین ص ۱۱۹)۔

علامہ عبدالغنی غنیمی فرماتے ہیں فلا یماثلہ سبحانہ وتعالیٰ شیء لا فی الذات ولا فی الصفات ولا فی الافعال، فلیست ذاتہ بجسم، ولا جوھر کما انھا لیست بعرض، وصفاتہ لیست حادثۃ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۵۵)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ تو نہیں ہے اس کی ذات جسم اور نہ جوھر جیسا کہ بیشک وہ نہیں ہے عرض اور اس کی صفتیں حادث نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ موت اور نیند سے پاک ہے

{۱۰} حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَيُّوْمٌ لَا يَنَامُ

ترجمہ: وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں آئے گی۔ وہ محافظ ہے جس کو نیند نہیں آتی (۱)۔

تشریح: (۱) یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت حیات اور صفت قیومیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (سورہ آل عمران ۱۰۳)۔ ترجمہ: اللہ (معبود حقیقی ہے) کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے وہ زندہ قائم ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ تو اونگھ اور نیند کی نفی اس کی کمال حیات اور اس کی قیومیت پر دال ہے کہ وہ حی وقیوم ہے۔ ان دونوں صفتوں کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (سورہ الفرقان)۔

ترجمہ: اور اس زندہ پر بھروسہ رکھ جو کبھی نہیں مرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ غافر ۶۵)۔ ترجمہ: وہ معبود زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ (سورہ طہ ۱۱۱)۔ ترجمہ: اور اس زندہ قائم کے آگے منہ نیچے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (فاطر ۴۱)۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو تاکہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اللہ تعالیٰ کے بعد؛ بیشک وہ بڑا حلیم (اور) بخشنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّنَامَ (مسلم)

ترجمہ: بیشک اللہ پر نیند طاری نہیں ہوتی اور اس کے لئے نیند کرنا لائق بھی نہیں۔

علامہ عبدالغنیمی لکھتے ہیں جاننا چاہئے کہ مصنف نے وجود کی بحث سے اعراض کیا ہے، تو اسی پر اکتفاء کیا ہے جو مقام شہود میں ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ (ابراھیم ۱۰)۔ ترجمہ: ان کے پیغمبروں نے پوچھا کیا (تمہیں) اللہ کے متعلق شک ہے جو پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔

کیا اس کی توحید میں تردد ہے کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کی دلیلیں تو نہایت ظاہر ہیں، تو حق تعالیٰ کا وجود مخلوق کی فطرت میں ہے، ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (روم ۳۰)۔ ترجمہ: اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ اور اسی بات کی طرف حدیث میں اشارہ ہے۔ كُلُّ مَوْلُوْدٍ عَلَى الْفِطْرَةِ۔ ہر بچہ فطرت پر ہے۔

اور بلاشبہ انبیاء علیہم السلام بیان توحید اور تبیان فرید کے لئے آئے اسی لئے سب کا اتفاق اور اجماع کلمہ توحید ہی پر ہوا۔ یہ کہ وہ کہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اہل ملت کو یہ حکم نہیں دیا اَللّٰهُ مَوْجُوْدٌ بلکہ انہوں نے اس کے اظہار کا قصد کیا اَنَّ غَيْرَهٗ لَيْسَ بِمَعْبُوْدٍ کہ اللہ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ رد کرتے ہوئے ان کا وہم کیا اور یہ تخیل پیدا کیا، جب کہ انہوں نے کہا هٰؤُلَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۸)۔ ترجمہ: یہ ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے نزدیک۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر ۳)۔ ترجمہ: ہم نہیں عبادت کرتے ان (بتوں) کی مگر محض اس لئے کہ ہمیں اللہ کا مقرر بنادے۔ اس بنا پر توحید، وجود، اللہ کے ہونے کا مزید تائید کے ساتھ فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے انہوں نے عقیدے کا آغاز توحید کی گواہی اور شہادت سے کیا ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۵۵)۔

یہ دونوں نام (حیّ اور قیوم) اسم اعظم ہیں۔ قیوم ای قائم بنفسه مقیم وغیرہ۔ بذات خود قائم ہے اور دوسرے کو قائم رکھنے والا ہے۔

حی بذات خود زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے۔

هُوَ الحی الْمُدَبِّرُ كُلَّ اَمْرٍ   هُوَ الْحَقُّ الْمُقْتَدِرُ ذُو الْجَلَالِ

ترجمہ: وہ زندہ ہے ہر امر و معاملہ کی تدبیر کرنے والا ہے، وہی حق ہے تمام کاموں کی تقدیر کرنیوالا بزرگی والا۔

بغیر حاجت کے خالق اور بغیر مشقت کے رازق ہے

{۱۱} خَالِقٌ بِلَا حَاجَةٍ رَازِقٌ بِلَا مَئُوْنَةٍ

ترجمہ: بغیر کسی حاجت کے پیدا کرنیوالا ہے(۱)۔ بغیر کسی مشقت رزق پہنچانے والا ہے(۲)۔

تشریح: (۱) حاجت کا معنی ضرورت ہے۔ بِلَا حَاجَةٍ بغیر ضرورت کے یعنی اللہ تعالیٰ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے پیدا فرماتا ہے۔ مخلوقات کے پیدا کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اپنے بندوں کو اپنی شان غفاری دکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ زمر ۴)۔ ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور مخلوقات کو پیدا کرنے میں اس کو کوئی حاجت نہیں تھی کیونکہ وہ ضرورت و حاجت سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ عنکبوت ۶)۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ بے پرواہ تمام جہانوں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (سورہ محمد ۲۸)۔ ترجمہ: اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (فاطر ۱۵)۔ ترجمہ: اے لوگو تم سب محتاج ہو اللہ تعالیٰ کے، اور اللہ ہی غنی ہے سب خوبیوں سراہا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ امر و نہی کی تعلیم کے لئے پیدا فرمایا ہے جو علم الٰہی میں فیصلہ ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (ذاریات ۵۸)۔

ترجمہ: بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (سورہ انعام)۔ ترجمہ: فرمادیجئے کیا بغیر اللہ کے کسی کو (اپنا) معبود بناؤں۔ وہ (اللہ) جو پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں اور زمین کو اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور خود نہیں کھلایا جاتا۔

(۲) بِلَا مَئُوْنَةٍ کا معنی بلا مشقت ہے۔ روزی دینے میں اس کو کوئی ثقل وکلفت نہیں کیونکہ وہ کامل قدرت والا ہے اور صفت قدرت اس کی ذاتی صفت ہے۔

علامہ سراج الدین ابو حفص عمر غزنوی رازق بلا مؤنة کے ماتحت لکھتے ہیں ای یرزق الخلق بلا کسب ولا علاج ولا استعانة بسبب، لان جمیع مراد الله تعالیٰ یحصل بتکوینه علی ما قال اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل ۴۰)، فلا تلحقه المؤنة والکلفة فی ذلك لکمال قدرته۔ (شرح عقیدة الامام الطحاوی ص ۵۵، نور الیقین)۔ ترجمہ: یعنی مخلوق کو بغیر کسب وعلاج کے اور بغیر کسی استعانت وسبب کے روزی دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مراد اس کی صفت تکوین سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بنا پر کہ فرمایا سوائے اس کے کہ نہیں کہ ہمارا کہنا ہے کسی چیز کے لئے جب ہم اس کا ارادہ کریں یہ کہ ہم کہتے ہیں اس کے لئے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو اس میں اس کے کمال قدرت کی وجہ سے مشقت وکلفت

لاحق نہیں ہوتی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

من نہ کردم خلق تا سودے کنم ☆ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اللہ تعالیٰ مارنے والا اور دوبارہ اٹھانے والا

{۱۲} مُمِيتٌ بِلَا مَخَافَةٍ بَاعِثٌ بِلَا مَشَقَّةٍ

ترجمہ: وہ بے خوف وخطر سب کو موت دینے والا ہے۔ دوبارہ زندہ کرنیوالا ہے بغیر کسی مشقت کے(۱)۔

تشریح: (۱) یعنی وہ سب کو موت کی نیند سلا دینے والا ہے بغیر کسی ڈر کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (شمس ۱۵)۔ ترجمہ: اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔ اور سب کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے بغیر کسی مشقت کے جس طرح بلا احتیاج پیدا کرنیوالا ہے اسی طرح بلا کسی خوف وضرر کے مارنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (سورہ لقمان ۲۸)۔ ترجمہ: نہیں ہے تم سب کا پیدا کرنا اور نہ تمہارا مارنے کے بعد زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ حدید ۲)۔ ترجمہ: اسی کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ

ملک ۲)۔ ترجمہ: اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے والا ہے بغیر مشقت کے جس طرح اس کا مارنا بغیر خوف کے ہے۔ اسی طرح دوبارہ زندہ کرنا بھی بغیر کسی مشقت کے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (روم ۲۷)۔ ترجمہ: اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر (فنا کرنے کے بعد) اسے دوبارہ بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (سورہ ق)۔ ترجمہ: بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورۃ الحج ۷)۔ ترجمہ: اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں ذرہ شک نہیں اور اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائے گا ان (مردوں) کو جو قبروں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ (روم ۲۷)۔ ترجمہ: اور یہ آسان تر ہے اس کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (الانبیاء ۱۰۴)۔ ترجمہ: ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لوٹائیں گے۔ اسی طرح سورہ حج ۵ سورہ یٰس ۷۱ میں ذکر بعثت کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (سورہ ق ۱۵)۔ ترجمہ: تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے۔ جب ہم پہلی بار پیدا کرنے سے نہیں تھکے تو دوبارہ پیدا کرنے سے کیسے تھک جائیں گے۔

يُمِيْتُ الْخَلْقَ قَهْرًا ثُمَّ فَيُحْيِي   فَيُجْزِيهِمْ عَلَى وفْقِ الْخِصَالِ

ترجمہ: وہ مخلوق کو مارتا ہے قہر وجلال سے پھر زندہ کرے گا، پھر جزا وسزا دے گا انہیں اعمال کے مطابق۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے

{۱۳} مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ قَدِيمًا قَبْلَ خَلْقِهِ لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَتِهِ

ترجمہ: وہ ہمیشہ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی۔ اضافہ نہیں ہوا مخلوق کے ہونے کی وجہ سے کسی چیز کا جوان سے پہلے نہ ہو اس کی صفتوں میں سے۔

تشریح: (۱) یعنی وہ اپنی جمیع صفات کے ساتھ تخلیق عالم کے قبل ہی سے صفت قدیم سے متصف ہے۔ مخلوقات کی تخلیق سے اس کی صفات میں ایسی کوئی چیز زیادہ نہیں ہوئی جو پہلے نہ تھی۔

ما زال بصفاته، ما زال افعال ناقصہ میں سے ہے بمعنی ہمیشہ، اور قديما اس کی خبر ہے۔ من صفاته صفات کی دو قسمیں ہیں: صفات ذات اور صفات افعال۔

صفات ذات ان صفات کو کہتے ہیں جن کی ذات باری تعالیٰ سے نفی، جہل کو اور قدرت کی نفی، عجز کو مستلزم ہو اور جہل وعجز دونوں از قبیل نقائص ہیں۔ اور صفات افعال ان کو کہتے ہیں جن کی ذات واجب سے نفی موجب نقص نہ ہو۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات

کمال (صفات ذات وصفات افعال) کے ساتھ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا (الفوائد الدراسیہ فی العقیدۃ الطحاویۃ)۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اپنی قدیم ازلی صفتوں سے موصوف تھا اور مخلوق کے پیدا کرنے کے بعد بھی ان ہی صفتوں سے متصف ہے۔ مخلوق کو پیدا کرنے سے اس کی صفتوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا کیونکہ اس کی سب صفتیں ازلی اور ابدی ہیں۔

قاضی ابوالفضل اسماعیل بن ابراہیم (متوفی ۶۲۹ھ) لکھتے ہیں قال اهل الحق ان التكوين غير المكون وهو صفة ازلية لله تعالىٰ والتكوين والايجاد والتخليق والاخراج الفاظ مترادفة يراد بها معنى واحد وهو اخراج المعدوم الى وجود وقد اشار الطحاوى رحمه الله الى دليل هذه المسئلة وهو قوله ما زال بصفاته قديما (ص ۸)۔

علامہ ابوحفص سراج الدین عمر الغزنوی الهندی (متوفی ۷۳۳ھ یا ۷۷۳ھ) فرماتے ہیں أَرَادَ بِهٰذَا الْكَلَامِ إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ مَوْصُوفٌ بِأَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى وَصِفَاتِهِ الْعُلَا أَزَلًا أَبَدًا سَوَاءٌ كَانَتْ صِفَاتُ الذَّاتِ كَالْحَيَاةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ وَالْإِرَادَةِ وَالْمَشِيَّةِ وَالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وصِفَاتُ الْأَفْعَالِ كَالتَّخْلِيقِ وَالتَّكْوِينِ وَالْإِحْيَاءِ وَالْإِمَاتَةِ فَإِنَّ كُلَّهَا صِفَاتٌ بِذَاتِهِ قَدِيمَاتٌ مَصْئُونَاتٌ عَنِ الزَّوَالِ (شرح عقیدۃ الامام الطحاوی ص ۵۶)۔ اس کلام سے امام طحاوی (علیہ الرحمۃ) نے مراد لی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں اور بلند صفتوں کے ساتھ متصف ہے ازلی اور ابدی کے اعتبار سے۔ برابر ہے کہ وہ صفات ذاتی ہوں جیسے حیاۃ اور قدرۃ اور علم اور ارادہ اور مشیۃ، سمع اور بصر یا صفات افعال ہوں جیسے تخلیق

(پیدا کرنا) اور تکوین (بنانا) اور احیاء (زندہ کرنا) اور اماتۃ (موت دینا)۔ پس بیشک یہ تمام صفتیں اللہ کی ذات سے قائم اور قدیم ہیں۔ زوال سے محفوظ ہیں۔

اس لئے کہ اللہ پاک کی صفات کامل ہیں۔ یعنی کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالی کا خالق ہونا ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی کائنات کو معرض وجود میں لانے کے بعد اس کا باری ہونا ثابت ہوا ہے بلکہ وہ پہلے سے ہی خالق و باری کی صفتوں سے موصوف ہے کہ جس طرح اس کی ذات ازلی ابدی ہے اسی طرح اس کی صفتیں ہیں۔

علامہ حسن کافی (متوفی ۱۰۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے ذاتی ازلی ناموں اور اپنی ذاتی ازلی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے جیسے حیات، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر اور کلام اور صفات فعلیہ سے بھی متصف ہے جیسے پیدا کرنا، بنانا، ایجاد کرنا، احداث (عدم سے وجود میں لانا) زندہ کرنا اور مارنا۔ مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ان اوصاف سے موصوف تھا کیونکہ یہ صفتیں اس کی ذات سے ازل میں قائم تھیں۔ اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ صفتیں نہ ہی ذات ہیں اور نہ غیر ذات بلکہ کہا جائے گا یہ لازم معانی ہیں ذات کیلئے ازل سے ابد تک بغیر ابتدا و انتہا کے (نور الیقین فی اصول الدین ص ۱۲۱)۔

شیخ عبداللہ الہری لکھتے ہیں إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَزَلِيٌّ أَيْ مَوْجُودٌ فِي الْأَزَلِ بِصِفَاتِهِ الْقَدِيمَةِ بِقِدَمِ الذَّاتِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ عَلَى الذَّاتِ الْقَدِيمِ الْاِتِّصَافُ بِصِفَةٍ حَادِثَةٍ (اظہار عقیدۃ السنیۃ ص ۴۰)۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالی ازلی ہے یعنی موجود تھا ازل میں اپنی قدیم صفات اور ذات کے ساتھ کیونکہ محال ہے قدیم ذات پر کہ وہ متصف ہو سکے حادث صفت کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفتوں کے ساتھ ازلی اور ابدی ہے

{۱۴} وَكَمَا كَانَ بِصِفَاتِهِ أَزَلِيًّا كَذٰلِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا أَبَدِيًّا

ترجمہ: اور جیسے وہ اپنی صفات کے ساتھ ازلی (ہمیشہ سے) ہے ایسے ہی وہ ان صفات کے ساتھ ہمیشہ رہے گا (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی وہ جس طرح اپنی صفات کے ساتھ ازل سے ہے، اسی طرح ان صفات سے ابد تک متصف رہے گا۔ نہ اس کی ذات وصفات کی بدایت و ابتدا ہے اور نہ نہایت و انتہا ہے۔ حضرت امام طحاوی نے معتزلہ، جہمیہ اور جو ان کے موافق ہیں ان کا رد کیا ہے۔

ازلی وہ ہے جس کی کوئی ابتدا نہ ہو اور ابدی وہ ہے جس کی کوئی انتہا نہ ہو اور یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ (حدید)۔ ترجمہ: وہی اول ہے اور وہی آخر ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (نساء ۲۳)۔ ترجمہ: بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا (نساء ۵۶)۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (نساء ۵۷)۔ ترجمہ: بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ازلی ہے اور اس کی صفتیں بھی ازلی ہیں تو اسی طرح ثابت ہوا

کہ وہ ہمیشہ اور ابدی ہے اپنی صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ کے ساتھ اس لیئے کہ ماتریدیہ کے نزدیک اس کی سب صفتیں قدیم (ہمیشہ سے) ہیں اور امام بخاری بھی امام ماتریدی رحمہ اللہ کے ہم خیال ہیں (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۴۱)۔

خالق وباری ہمیشہ سے ہے

{۱۵} لَیْسَ بَعْدَ خَلْقِ الْخَلْقِ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ وَلَا بِاِحْدَاثِهِ الْبَرِيَّةَ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْبَارِئِ

ترجمہ: اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اپنے لئے خالق (ہونے) کا نام حاصل نہیں کیا اور نہ ہی مخلوق کو معرض وجود میں لاکر باری کا نام اختیار کیا (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی خالق کی صفت سے اس کا اتصاف تخلیق کے بعد سے نہیں (بلکہ پہلے سے ہے)۔ اس طرح باری کی صفت سے اتصاف بریت (مخلوق) پیدا کرنے کے بعد سے نہیں، (بلکہ پہلے سے ہے)۔ ایک نسخہ میں لَیْسَ بَعْدَ کی بجائے لَیْسَ مُنْذُ خَلَقَ الْخَلْقَ مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کرنے سے خالق کا نام حاصل نہیں کیا۔ وہ تو پہلے ہی سے خالق وباری کے نام سے متصف ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے هُوَ الْخَالِقُ الْبَارِئُ (سورہ حشر)۔ ترجمہ: وہی اللہ سب کا خالق، سب کو پیدا کرنے والا ہے (اور سب کا موجد ہے)۔

حل لغات: خلق پیدا کرنا مخلوق۔ اِسْتَفَادَ (فائدہ حاصل کرنا، استفادہ کرنا، فائدہ چاہنا)۔ اِحْدَاثٌ (نئی بات نکالنا، نیا پیدا کرنا)۔ بَرِيَّةٌ (مخلوق، دنیا کے لوگ)۔

اِسْتِفَادَ فائدہ حاصل کرنا، فائدہ دینا، فائدہ چاہنا۔ خَالِقٌ کا معنی ہے کسی کو عدم سے وجود میں لانے والا نیز خلق کا معنی تقدیر ہے۔ وہ کسی چیز کو کسی مخصوص صورت میں مقدر فرماتا ہے۔ بَارِئٌ کا معنی بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والا ہے اس لئے دونوں میں فرق کیا گیا ہے۔ اور خالق باری کے معنی میں ہے اور اسی طرح خلق اور بریّۃ بمعنی مخلوق ہے۔

صفت ربوبیت وخالقیت سے متصف ہے

{۱۶} لَهٗ مَعْنَى الرُّبُوْبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوْبَ وَمَعْنَى الْخَالِقِ وَلَا مَخْلُوْقَ

ترجمہ: اللہ کے لئے ربوبیت کی (پالنے کی صفت) اس وقت بھی (تھی) اور پلنے والا کوئی موجود نہ تھا اور اس کے لئے پیدا کرنے کی صفت اس وقت بھی (تھی) اور مخلوق موجود نہ تھی (۱)۔

تشریح: (۱) معنی ربوبیت سے مراد صفت ربوبیت اور معنی خالقیت سے مراد صفت خالقیت ہے یعنی وہ ذات مخلوق کے پیدا کرنے سے قبل بھی ان صفتوں کے ساتھ موصوف تھی اور اب بھی ہے۔ کہ ربوبیت کی صفت سے وہ تب سے متصف ہے جب کہ کوئی مربوب (تربیت پانے والا) نہ تھا اور خالق کی صفت سے تب سے متصف ہے جب کہ کوئی مخلوق پیدا بھی نہ کی گئی۔ اللہ تعالی کی صفت ربوبیت اور صفت خالقیت ساری مخلوق سے پہلے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی (متوفی ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں وَهُوَ فِعْلُ الرَّبِّ

تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاَمْرُهٗ فَالرَّبُّ بِصِفَاتِهٖ وَفِعْلِهٖ وَاَمْرِهٖ وَكَلَامِهٖ وَهُوَ
الْخَالِقُ الْمُكَوِّنُ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ كَانَ بِفِعْلِهٖ وَاَمْرِهٖ وَتَخْلِيْقِهٖ وَتَكْوِيْنِهٖ فَهُوَ
مَفْعُوْلٌ مَخْلُوْقٌ مُكَوَّنٌ (الصحیح البخاری کتاب التوحید باب ۲۷)۔ ترجمہ: وہ رب
تبارک وتعالیٰ کا فعل ہے اور اس کا امر ہے پس رب اپنی صفات کے ساتھ اور اپنے فعل
کے ساتھ اور اپنے (کن) امر کے ساتھ وہی خالق اور مکون ہے اور وہ غیر مخلوق ہے اور چیز
اس کے فعل سے اور اس کے امر سے اس کی تخلیق اور اس کی تکوین سے وجود میں ائی پس وہ
مفعول ہے مخلوق ہے اور مکون ہے۔

صدرالدین ابوالحسن علی بن محمد ابن ابی العز حنفی سلفی دمشقیؒ (متوفی ۷۹۶ھ) لکھتے ہیں
اِنَّ اللهَ مَوْصُوْفٌ بِاَنَّهُ الرَّبُّ قَبْلَ اَنْ يُّوْجَدَ مَرْبُوْبٌ وَمَوْصُوْفٌ بِاَنَّهُ
خَالِقٌ قَبْلَ اَنْ يُّوْجَدَ مَخْلُوْقٌ (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۱۵۵، ج ۱)۔ ترجمہ: اللہ
تعالیٰ موصوف تھا رب ہونے کے ساتھ کسی مربوب کے پائے جانے سے پہلے اور وہ
موصوف تھا خالق ہونے کے ساتھ کسی مخلوق کے پائے جانے سے پہلے۔ یہاں خلق سے
مراد صفت تکوین ہے۔

امام عمر نسفی فرماتے ہیں وَالتَّكْوِيْنُ صِفَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَزَلِيَّةٌ وَهُوَ تَكْوِيْنُهٗ لِلْعَالَمِ
وَلِكُلِّ جُزْءٍ مِّنْ اَجْزَائِهٖ لِوَقْتِ وُجُوْدِهٖ وَهُوَ غَيْرُ الْمُكَوَّنِ عِنْدَنَا (عقائد
نسفیہ)۔ ترجمہ: تکوین اللہ تعالیٰ کی ایک ازلی صفت ہے۔ اور وہ اس کا پیدا کرنا ہے عالم
کے لئے اور ہر جز کے لئے اس کے اجزاء سے اس کے موجود ہونے کے وقت۔ اور وہ
ہمارے نزدیک مکون سے جدا ہے۔

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفیؒ (متوفی ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں اَلتَّكْوِيْنُ غَيْرُ الْمُكَوَّنِ وَهُوَ

صِفَةٌ اَزَلِيَّةٌ قَائِمَةٌ بِذَاتِهٖ كَجَمِيْعِ صِفَاتِهٖ وَهُوَ تَكْوِيْنُهٗ لِلْعَالَمِ وَلِكُلِّ
جُزْءٍ مِّنْهُ لِوَقْتِ وُجُوْدِهٖ (عمدۃ العقائد ص ۹)۔ ترجمہ: تکوین غیر مکون ہے اور صفت
ازلی اس کی ذات سے قائم ہے، اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں جیسی ہے۔ اور وہ جہاں کیلئے پیدا
کرنے والا ہے اور جہاں کے ہر حصہ کیلئے اس کے وجود اور پائے جانے کے وقت۔
ماتریدیہ کے نزدیک صفات کمالیہ آٹھ صفتیں ہیں: علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ،
کلام اور تکوین۔ اشاعرہ (مالکیہ وشافعیہ) کے ہاں سات صفتیں ہیں، تکوین کے علاوہ۔
علامہ عبدالعزیز پرھاروی صاحب نبراس لکھتے ہیں وَهِيَ الْحَيَاةُ وَالْعِلْمُ وَالْقُدْرَةُ
وَالْاِرَادَةُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْكَلَامُ وَالتَّكْوِيْنُ (نبراس شرح شرح عقائد نسفی
ص ۱۹۷)۔

اللہ تعالیٰ کے کسی نام وصفی میں اضافہ نہیں ہوا

{۱۷} وَكَمَا اَنَّهٗ مُحْيِ الْمَوْتٰى بَعْدَ مَا اَحْيَاهُمْ اِسْتَحَقَّ هٰذَا الْاِسْمَ
قَبْلَ اِحْيَائِهِمْ كَذٰلِكَ اسْتَحَقَّ اِسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ اِنْشَائِهِمْ

ترجمہ: جیسا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد زندہ کرنیوالا کہلاتا ہے اسی طرح وہ زندہ
کرنے سے پہلے بھی اس نام کا مستحق ہے اسی طرح وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی
خالق کے نام کا استحقاق رکھتا ہے (۱)۔

تشریح: (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔
(روم ۵۰)۔ ترجمہ: بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ یعنی وہ

جس طرح کسی مردے کو زندہ کرنے کی وجہ سے، محی (زندہ کرنے والا) کہا جاتا ہے اسی طرح اس (صفتی) نام سے زندہ کرنے سے قبل بھی متصف ہے۔ اور اسی طرح خالق کا (صفتی) نام بھی تخلیق سے قبل ہی اس کو حاصل ہے۔ لہذا مخلوق کے پیدا کرنے سے اس کے کسی وصفی نام میں اضافہ نہیں ہوا۔

علامہ ابن ابی العز لکھتے ہیں اِنَّہٗ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی مَوْصُوْفٌ بِاَنَّہٗ مُحْیِ الْمَوْتٰی قَبْلَ اِحْیَاءِھِمْ فَکَذٰلِکَ یُوْصَفُ بِاَنَّہٗ خَالِقٌ قَبْلَ خَلْقِھِمْ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۲۰۴)۔

حل لغات: مُحْیِ پیدا کرنے والا، مَوْتٰی مردے بے جان، اِسْتَحَقَّ وہ لائق ہوا مستحق ہوا، اِحْیَاء زندا کرنا، خَالِقٌ پیدا کرنے والا، اِنْشَاءً پیدا کرنا۔

سب ہی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں

{۱۸} ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ کُلُّ شَیْءٍ اِلَیْہِ فَقِیْرٌ وَ کُلُّ اَمْرٍ عَلَیْہِ یَسِیْرٌ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی شَیْءٍ (لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ (۱) وہ ہر چیز پر قادر ہے (۲) اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ ہر کام اس کے لئے آسان ہے وہ کسی کا محتاج نہیں (۳)۔ اس کی کوئی مثال نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (سورہ شوری ۱۱)

تشریح: (۱) ذٰلِکَ سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ازل میں مخلوق سے پہلے تھیں اور ان کا ازل میں ہونا برحق ہے۔ (۲) وہ ازل سے ہر ہر چیز پر قادر تھا اگرچہ چیزیں موجود

نہیں تھیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا ازل میں ہونے کا اثبات ہے۔ صفت قدرت کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیات میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورہ بقرہ ۲۰، سورہ بقرہ ۱۰۹، سورہ نحل ۷۷، سورہ عنکبوت ۲۰)۔ ترجمہ: بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (فاطر ۱۵)۔ ترجمہ: اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد ۳۸)۔ ترجمہ: اور اللہ بے نیاز ہے اور تم اللہ کے محتاج ہوا۔

اور ہر معاملہ اور کام کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

ارشاد خداوندی ہے اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ (عنکبوت ۱۹)۔ ترجمہ: بے شک وہ اللہ پر آسان ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (سورہ لقمان ۲۶)۔ ترجمہ: بے شک وہی اللہ بے نیاز لائق تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ آل عمران ۹۷)۔

ترجمہ: جس نے کفر کیا، بے شک اللہ تعالیٰ جہاں والوں سے بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَکَانَ اللّٰہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا (سورہ نساء ۱۳۱)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۔

اس عقیدہ میں امام طحاوی صفات باری تعالیٰ کو ازل میں ثابت کرتے ہوئے فرقہ باطلہ کی

تردید فرماتے ہیں۔ چنانچہ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ میں معتزلہ کا رد ہے کہ وہ بندے کو خالق افعال کہتے ہیں۔ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ میں مشبہ کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ کے ذریعہ معطلہ کی تردید کی گئی ہے جو صفات باری کا انکار کرتے ہیں۔

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ تمام چیزوں پر (پہلے سے) قادر ہے اور تمام اشیاء (وجود میں) اس کی محتاج ہیں۔ اور یہ سب کچھ کرنا اس پر سہل ہے اور وہ کسی چیز کا محتاج و ضرورت مند بھی نہیں۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع وبصیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے پیدا کیا ہے

{۱۹} خَلَقَ الۡخَلۡقَ بِعِلۡمِهٖ

ترجمہ: اس نے مخلوق کو پیدا کی اپنے علم سے (۱) (اور ان کی ضروریات سے خبردار ہے)

تشریح: (۱) یعنی مخلوق کو اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ وہ جانتا (اور چاہتا) ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو اپنے علم سے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ پیدا کرنے کے بعد پیدا شدہ چیز کا علم ہوا۔ اور یہ محال ہے کہ مخلوق کو پیدا کرے اور اس کو مخلوق کا علم نہ ہو۔ اور اسی صفت علم کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ۔ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ (سورہ ملک ۳۲)۔

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے خبر ہے وہ تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا خبردار ہے۔

ومعناه ان الذی یخلق شیئا یکون عالما فیستحیل ان یخلق شیئا

لا یکون عالما به (اظهار العقیدة السنیة، ص۵۸)۔ اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ جو کسی چیز کو پیدا کرے اس کو پیدا کرنے سے پہلے جاننے والا ہوتا ہے۔ تو یہ محال ہے کہ کوئی چیز پیدا کرے اور اس کو پیدا کرنے سے پہلے وہ نہ جانتا ہو۔ اس میں فلاسفہ وغیرہ کا رد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ (سورہ نساء ۱۴۴)۔ ترجمہ: اس نے اس (قرآن) کو اپنے علم سے نازل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّيۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ (سورہ بقرہ ۳۳)۔ ترجمہ: میں خوب جانتا ہوں سب چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ (سورہ حشر ۲۲)۔ ترجمہ: جاننے والا ہر چھپی چیز اور ظاہری چیز کا۔ وہی بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَيۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (سورہ بقرہ ۲۵۵)۔ ترجمہ: اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس میں اس کی صفت علم کا بیان ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَعۡلَمُ مَا فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا (سورہ انعام ۵۹)۔ ترجمہ: اور جانتا ہے جو کچھ ہے جنگل میں اور سمندر میں اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔

خلق کا اطلاق عدم سے وجود میں لانے اور پیدا کرنے پر ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق تقدیر (اندازہ کرنا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس معنیٰ میں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کے غیر کو بھی موصوف کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (سورہ مؤمنین ۱۴)۔
ترجمہ: اللہ بابرکت والا ہے جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔ پہلا معنی کے اعتبار سے صفت خلق اللہ کے لئے خاص ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (سورہ فاطر ۳۱)۔ ترجمہ: نہیں ہے کوئی اللہ کے سوا پیدا کرنے والا۔ اور لفظ خلق لغت میں جھوٹ گھڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور تصویر بنانے کے معنی میں بھی۔

اللہ تعالیٰ نے تقدیر مقرر کی

{۲۰} وَقَدَّرَ لَهُمْ اَقْدَارًا

ترجمہ: اللہ تعالی نے مخلوق کی تقدیریں مقرر کیں (۱)

تشریح: (۱) یعنی مخلوق کی تقدیریں مقدر فرمادیں اور جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ لکھ دیا۔
اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (سورہ قمر ۲۹)۔ ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (سورہ احزاب ۳۸)۔ ترجمہ: اور اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے۔
اللہ تعالی فرماتا ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَقَدَّرَهُ تَقْدِيْرًا (سورہ فرقان)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا اندازہ مقرر فرمایا۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ

تعالی نے آسمان اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھ دی اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا (مشکوٰۃ باب القدر)۔ اس حدیث میں تحدید وحد بندی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے بہت ہی پہلے سب کی تقدیر لکھی تھی خواہ نیکی خواہ برائی۔

وَالْقَدَرُ تَعْيِيْنُ مَا يَقَعُ لِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ اَوْ ثَوَابٍ اَوْ عِقَابٍ اَوْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ وَجَعْلُ كُلِّ شَيْءٍ عَلٰى مَا هُوَ الْلَّائِقُ بِهٖ (نور الیقین ص ۱۲۸)

حل لغات: خَلَقَ (اس نے بنایا، پیدا کیا)، اَوْجَدَ، اس نے ایجاد کیا، اَنْشَأَ، اس نے بنایا، اَبْدَعَ، اس نے بلا نمونہ بنایا۔ خلق مخلوق کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عمریں مقرر فرمادی ہیں

{۲۱} وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا

ترجمہ: اللہ نے ان کے لئے مدتیں (موتیں) مقرر فرما رکھیں ہیں (۱)

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے سب کی مدت حیات کی تعیین فرمائی۔ ضَرَبَ مقدر کیا، مقرر کیا۔ آجالا اجل کی جمع ہے، اجل کہتے ہیں کسی چیز کی عمرِ مقرر کی مدت کو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے عمروں کی مدتیں مقرر فرمادی تھیں ان میں نہ ردوبدل ہوسکتا ہے اور نہ آگے پیچھے ہوسکتا ہے۔ ہر ایک کو وقت مقررہ پر موت آجائے گی۔
اللہ تعالی فرماتا ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف ۳۴)۔ ترجمہ: جب ان کا وقت آجائے گا ایک ساعت تاخیر نہیں کریں گے اور

نہ آگے ہوں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ** (انعام ۲)۔ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر مقرر کی ایک میعاد۔ اور ایک میعاد مقرر ہے اللہ کے نزدیک۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا** (آل عمران ۱۴۵)۔ ترجمہ: اور کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے۔ اس نے موت کا وقت مقرر کر کے لکھ دیا ہے۔

موت ایک ہی ہے۔ دو موتیں نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں اور اللہ نے مقدر و فیصلہ فرما دیا ہے کہ جو قتل ہوتا ہے اپنی اجل کے مطابق قتل ہوتا ہے۔ قاتل پر قصاص اور دیت کا واجب ہونا منہی عنہ کے ارتکاب اور ناجائز کام کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر سے ہے کہ یہ انسان فلاں بیماری کے ساتھ فوت ہوگا اور فلاں وقت قتل ہو گا۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

{۲۲} وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهُمْ وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهُمْ

ترجمہ: مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس اللہ پر کوئی چیز مخفی (پوشیدہ) نہیں تھی اور لوگوں کو پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہیں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ پر کوئی شے اس کی تخلیق سے قبل بھی پوشیدہ نہ تھی۔ اور جو کچھ یہ کرنے والے ہیں وہ اسے تخلیق کے قبل ہی سے جانتا ہے۔ **فِيْهِ رَدٌّ عَلَى المعتزلة والرافضة الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الشيءَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهٗ** (نور الیقین ص ۱۲۹)۔ اس میں معتزلہ اور رافضہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کسی چیز کو نہیں جانتا اس کے پیدا کرنے سے پہلے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے افعال کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ** (یس ۸۱)۔ ترجمہ: وہی اللہ بہت ہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ** (یس ۷۹)۔ ترجمہ: اور وہ ہر مخلوق کو جاننے والا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ** (احقاف ۳۴)۔ ترجمہ: بے شک علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فانه يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى** (طٰہٰ ۷)۔ ترجمہ: تو بلاشبہ وہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ** (سورہ ملک ۱۳)۔ ترجمہ: بیشک وہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ** (سورہ الملک ۱۴)۔ ترجمہ: کیا نہیں جانتا وہ جس نے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آئندہ وہ کیا کریں گے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کفار کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے **وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ** (سورہ انعام ۲۸)۔ ترجمہ: اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں)

سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ عَلِمَ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (سورہ انفال)۔ ترجمہ: اور اگر خدا ان میں نیکی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت) کے سماعت دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (تغابن ۲)۔ ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مؤمن اور جو تم کرتے ہو وہ اللہ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورہ انعام، ۵۹)۔

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے، اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے، اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں۔

علامہ عبدالغنی لکھتے ہیں والعلم صفة من صفاته الذاتية وصفة ازلية ينكشف بها المعلومات عند تعلقها بها فالله تعالىٰ عليم بجميع الموجودات لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض والسماوات بل احاط بكل شيء علما من الجزئيات والكليات والموجودات والمعدومات والممكنات والمستحيلات فهو بكل شيء عليم من

الذوات والصفات (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص۶۱)۔

بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست — کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکیست

اس پر ایک ذرہ کا علم بھی چھپا نہیں ہے اس لئے کہ اس کے لئے کھلا ڈھکا ایک ہے

پس پردہ بیند عملہائے بد — ہمو پردہ پوشد بآلائے خود

پردہ کے پیچھے سے برے کام کو دیکھتا ہے، وہی اپنی عنایتوں سے پردہ پوشی کرتا ہے

اطاعت کا حکم دینا، نافرمانی سے منع کرنا

{۲۳} وَاَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهٖ وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهٖ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کا حکم دیا اور لوگوں کو نافرمانی سے منع کیا ہے(۱)۔

تشریح: (۱) یعنی تمام انسانوں کو اس نے اپنی فرماں برداری کا حکم دیا ہے اور نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (سورہ بقرہ ۲۱)۔ ترجمہ: اے لوگو تم اپنے رب کی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (سورہ نحل ۹۰)۔ ترجمہ: بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور روکتا ہے بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے پیدا فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا

لِيَعْبُدُوْنَ (سورہ ذاریات ۵۱)۔ ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا
مگر تا کہ وہ میری عبادت کریں (میری معرفت حاصل کریں)۔ اور اللہ نے فضول اور
عبث پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا
تُرْجَعُوْنَ (سورہ مؤمنون ۱۱۵)۔ ترجمہ: کیا تم نے گمان کیا کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا
ہے اور بیشک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (سورہ ص
۲۸)۔ ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے
بے فائدہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا (سورہ ملک ۲)۔ ترجمہ: اللہ نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہیں ازمائے کون
تم میں سے اچھا ہے عمل کے اعتبار سے۔ اس میں بھی اطاعت کا درس دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر

{۲۴} وَكُلُّ شَيْءٍ يَّجْرِیْ بِتَقْدِيْرِهٖ وَمَشِيْئَتِهٖ وَمَشِيْئَتُهٗ تَنْفُذُ

ترجمہ: اور ہر چیز اس کے اندازے سے اور ارادے کے مطابق چلتی ہے۔ اور اس کی
مشیت نافذ العمل ہے(۱)۔

تشریح: (۱) یعنی ہر چیز اس کی تقدیر اور مشیت کے مطابق ہی چلتی ہے۔ اور (ہر جگہ) اسی

کا ارادہ اور مشیت کارفرما ہے۔ ایک نسخہ میں تَقْدِيْرِهٖ کے بجائے بِقُدْرَتِهٖ ہے یعنی ہر
چیز اس کی قدرت اور مشیت سے جاری ہے اور اس کا ارادہ نافذ ہوتا ہے اور کل شیء میں
خیر وشر، حسن وقبح، جوھر وعرض سب اس کے ارادہ سے جاری ہوتے ہیں۔

اور مشیت وارادہ اللہ کی صفت ذاتی ہے اس لئے وہ تمام چیزوں میں نافذ العمل ہوتی ہے،
اور ہر چیز اس کے حکم سے چلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ (سورہ
ص)۔ ترجمہ: پس ہم نے ہوا کو آپ کا فرماں بردار بنا دیا، چلتی تھی آپ کے حسب حکم
آرام سے جدھر آپ چاہتے۔

اللہ تعالیٰ سورج کے بارے میں فرماتا ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (سورہ یس)۔ ترجمہ: اور (یہ) آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے
اپنے ٹھکانے کی طرف، یہ اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اس (خدا کا) جو عزیز (اور) علیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْفُلْكُ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ (سورہ حج)۔ ترجمہ: اور کشتی کو بھی
کہ چلتی ہے سمندر میں اس کے حکم سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ رعد ۱۶)۔ ترجمہ: ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (سورہ فرقان ۲)۔ ترجمہ: اور
اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس اندازہ کیا اس کو اندازہ کرنا۔

كُلُّ شَيْءٍ سے مراد ہر چیز ہے بھلائی ہو یا برائی حسن ہو یا قبح جوھر ہو یا عرض سب اس کے
ارادہ مشیت اور قدرت سے ہے اور اس کی مشیت چیزوں میں نافذ ہے کیونکہ وہ صفت
ازلیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورہ النساء ۷۸)۔ ترجمہ: فرمادیجئے ہر ایک اللہ کی طرف سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ صافات ۹۶)۔ ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور وہ کام جو تم کرتے ہو۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے

{۲۵} لَا مَشِيْئَةَ لِلْعِبَادِ اِلَّا مَا شَآءَ لَهُمْ فَمَا شَآءَ لَهُمْ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاءْ لَمْ يَكُنْ

ترجمہ: بندوں کے لئے کوئی مشیت نہیں ہے مگر جو ان کے لئے اللہ نے چاہا تو اللہ نے جو ان کے لئے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا۔

تشریح (۱) یعنی اس کائنات میں جو کچھ ہوتا رہا ہے یا ہوتا ہے یا آئندہ ہوتا رہے گا بھلائی، برائی، ہدایت وگمراہی، سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ چونکہ فرقہ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی عمومی مشیت کا انکار کرتا ہے اس لئے اس کا رد کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ تکویر ۲۹)

ترجمہ: اور تم نہیں چاہتے ہو مگر وہ جو اللہ ہی چاہتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورہ دھر ۳)۔ ترجمہ: تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

قصیدہ بدالامالی میں ہے

مُرِيْدُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ الْقَبِيْحِ ۰ وَلٰكِنْ لَّيْسَ يَرْضٰى بِالْمُحَالِ

بھلائی، برائی اور بری چیز کا ارادہ کرنے والا ہے لیکن ناجائز کام سے خوش نہیں ہوتا

ھدایت وضلالت، فضل وعدل

{۲۶} يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَيَعْصِمُ وَيُعَافِيْ فَضْلًا وَّيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَخْذُلُ وَيَبْتَلِيْ عَدْلًا

ترجمہ: اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور حفاظت کرتا ہے اور عافیت دیتا ہے (مصیبت کو دور کرتا ہے بطور فضل کے۔ اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور رسوا کرتا ہے (مدد چھوڑ دیتا ہے) اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے)(۱)۔

تشریح: (۱) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور اپنے فضل سے اور عافیت و حفاظت دیتا ہے اور جسے چاہے وہ گمراہ کرتا ہے اور انصاف کے ساتھ ذلیل ومبتلائے (عذاب) بھی کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (سورہ بقرہ ۲۶)۔

ترجمہ: گمراہ کرتا ہے بہتوں کو اور ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعہ بہتوں کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ مدثر ۳۱)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس کے فضل وکرم اور عدل کے درمیان اس کی مشیت میں پھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاهُمْ أَجْمَعِينَ (نحل ۹)۔ ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت دیتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ (یونس ۹۹)۔ ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا جو زمین میں ہیں (سب) ایمان لاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ (ابراہیم ۲۳)۔ ترجمہ: اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ (مائدہ ۱)۔ ترجمہ: بیشک اللہ حکم کرتا جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَشَإِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (سورہ انعام ۳۹)۔ ترجمہ: جس کو چاہتا ہے اللہ گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو سیدھی راہ پر کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ۔ ترجمہ: میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا (سجدہ ۱۳)۔ ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے۔

حل لغات: يَعْصِمُ باب ضرب سے بمعنی حفاظت کرنا۔ يُعَافِي باب مفاعلہ سے ہے بمعنی مصیبت دور کرنا۔ فَضْلًا بلا علت واحسان کے نعمتیں عطا کرنا۔ يُضِلُّ باب افعال گمراہ کرنا۔ يَخْذُلُ باب نصر سے چھوڑ دینا۔ يَبْتَلِي باب افتعال سے ازمائش کرنا۔

فضلا اور عدلا دونوں مفعول لہ ہیں۔ معافاۃ مصیبت کو دور کرنا۔ خذلا چھوڑ دینا۔

ہر ایک مشیت اور عدل وفضل کے درمیان ہے

{۲۷} وكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُونَ فِي مَشِيئَتِهِ بَيْنَ فَضْلِهِ وَعَدْلِهِ

ترجمہ: اور سب لوگ اس کی مشیت میں پلٹتے ہیں اس کے فضل وعدل کے درمیان (۱)۔

تشریح: یعنی اور اس طرح تمام ہی لوگ اس کے ارادے کے مطابق اس کے فضل وعدل میں دائر ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ (سورہ تغابن ۲)۔ ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (انبیاء ۲۳)۔ ترجمہ: نہیں پوچھا جاتا ان کاموں سے جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

توجس کو اس نے ایمان کی طرف ہدایت دی تو اپنے فضل سے دی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے۔ توجس کو اس نے گمراہ کردیا تو اپنے عدل سے کیا اور اسی کے لئے تعریف کرنی چاہیے کیونکہ وہی خیر وشر کا خالق ہے۔

علامہ حسن کافی فرماتے ہیں فَمَنْ هَدَاهُ فَبِفَضْلِهِ وَمَنْ أَخْزَاهُ فَبِعَدْلِهِ وَذٰلِكَ كُلُّهُ عَلَى مَا سَبَقَ عِلْمُهُ فِي الْأَزَلِ۔ ترجمہ: توجس کو اس نے ہدایت دی تو اپنے فضل سے دی اور جس کو رسوا کیا تو اپنے عدل سے کیا اور یہ سب اس پر ہے جس پر اللہ کا علم گزر چکا ہے ازل میں (نور الیقین ص ۱۳۳)۔

يتقلبون لوگ چلتے پھرتے ہیں اور زندگی گذارتے ہیں اس کے فضل وکرم اور عدل اور

انصاف کے درمیان۔ فضل کہتے ہیں بغیر استحقاق کے دینے کو اور عدل بدل مساوی کو کہتے ہیں جس میں نہ زیادتی ہو اور نہ کمی۔

بَیَّنَ بِهٰذَا الکلام اَن الْعِبَادَ لَا یَسْتَحِقُّوْنَ عَلَی اللہ وجوب مُرَعَاةِ الْاَصْلَحِ بَلْ یَتَصَرَّفُ فِیْهِمْ کَیْفَ یَشَآءُ لان العالم مِلْکُهٗ وَمُلْکُهٗ وللمالك ان یتصرف فی مِلْکِهٖ کَیْفَ یَشَاءُ قَالَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (آل عمران ۴۰) (شرح الکبیر)۔

فان الشیخ لم یجمع الکلام فی القدر فی مکان واحد، بل فرقه (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔ تو بیشک شیخ طحاوی نے مسئلہ تقدیر کو ایک جگہ مفصل بیان نہیں کیا بلکہ متفرق طور پر ذکر کیا ہے۔ غالبا اس میں حکمت یہ ہو کہ مسئلہ تقدیر بہت اہم ہے اس لئے متعدد بار ذکر کرنے سے یاد ہو جائے اور یاد اور خیال میں رہے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ شریکوں سے پاک ہے

{۲۸} وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَالْاَنْدَادِ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہمسروں اور شریکوں سے بالاتر ہے (۱)

تشریح: (۱) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہمسروں اور ہم مثل اضداد سے پاک ہے (یعنی کوئی ہمسر وضد نہیں) جبکہ وہ تمام ہمسروں شریکوں سے پاک ہے تو پھر اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرانا کفر اور شرک کب جائز ہے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ ۲۲)۔

ترجمہ: ہرگز اللہ تعالی کے لئے کسی کو شریک اور مد مقابل مت ٹھہراو حالانکہ تم جانتے ہو

اَضْدَادٌ ضِدٌّ کی جمع ہے بمعنی مخالف اور اَنْدَادٌ نِدٌّ کی جمع ہے بمعنی مثل تو اللہ تعالی کا کوئی معارض مخالف اور مثل نہیں اس نے جو چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اور اس کا کوئی برابری کرنے والا نہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللہِ اَنْدَادًا (بقرہ ۱۶۵)۔

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ کا مد مقابل۔

اللہ فرماتا ہے وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا (سورہ فصلت، حم السجدہ ۹)۔ ترجمہ: اور (مشرکین) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص ۴)۔ ترجمہ: اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اضداد اور انداد دونوں کی نفی کرنے سے مراد معتزلہ کے زعم فاسد کا رد کرنا ہے کہ بندہ اپنے فعل کا خالق ہے (نور الیقین ۱۳۳)۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کوئی ٹالنے والا نہیں

{۲۹} وَلَا رَادَّ لِقَضَائِهٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ وَلَا غَالِبَ لِاَمْرِهٖ

ترجمہ: کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں اور نہ کوئی اس کے حکم کو مؤخر کرنے والا ہے اور نہ کوئی اس کے حکم پر غالب آنیوالا ہے (۱)

تشریح: (۱) یعنی کوئی اس کے فیصلہ کو رد کرنے والا، ٹالنے والا نہیں اور نہ کوئی کسی بات پر اس کی گرفت کرنے والا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے برخلاف غلبہ حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ وَھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (رعد ۴۱)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی نہیں ردوبدل کرسکتا۔ اس کے حکم میں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ (سورہ یونس ۱۰۷)۔ ترجمہ: اور اگر پہنچائے اللہ تجھے کوئی تکلیف، نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجزء اس کے اور اگر ارادہ فرمائے تیرے لئے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ (سورۃ الرعد ۲ ج ۱۳)۔ ترجمہ: اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا تو کوئی ٹال نہیں سکتا اسے، اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا یَفْتَحِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (فاطر ۲)۔ ترجمہ: جو اللہ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنیوالا نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (نحل ۴۰)۔ ترجمہ: جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہوجا وہ فورا ہوجاتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۃ یوسف)۔ ترجمہ: اور اللہ ہی اپنے امر پر غالب ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حل لغات: لَا رَآدَّ کوئی ٹالنے والا نہیں۔ لِقَضَاءِہٖ اس کے فیصلہ وقضا سے۔ قضاء سے تکوین مراد ہے کہ کوئی بندوں میں سے اس کو رد نہیں کرسکتا۔ ذکر قضاء کا کیا جاتا ہے اور مراد حکم لیا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے قَضَی الْقَاضِیْ قاضی نے حکم دیا۔ لَا مُعَقِّبَ کوئی مؤخر کرنے والا نہیں۔ لَا غَالِبَ لِاَمْرِہٖ اس کے حکم پر کوئی غالب آنیوالا نہیں ہے۔

اس کی سب باتوں پر یقین ہے

{۳۰} اٰمَنَّا بِذٰلِکَ کُلِّہٖ وَاَیْقَنَّا اَنَّ کُلًّا مِّنْ عِنْدِہٖ

ترجمہ: ہم ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ ہر چیز اسی کی طرف سے ہے(۱)۔

تشریح: (۱) یعنی ہم کلیۃ (مکمل) اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یقین کامل ہے کہ ہر چیز اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہم ان تمام باتوں پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اٰمَنَّا ہم ایمان لاتے ہیں قضا اور قدر کی سب باتوں پر خیر سے ہوں یا شر سے اس میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر وشر کا پیدا کرنے والا ہے اپنے ارادہ اور اپنے فیصلہ و قضا سے تو جو اس کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کوئی پیدا کرنے والا۔ ہرگز نہیں۔

اِیْقَانًا کا معنی یقین کرنا ہے، ایسا یقین کرنا جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو یعنی بلاشبہ ہر چیز

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ انعام ۷۵)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراھیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل کل من عند اللہ (نساء ۷۸)۔ ترجمہ: کہہ دو کہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

وَهٰذَا البيان يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى اَدِلَّةٍ يَقنيَّةٍ عَلى الدلائل السمعية والادلة العقلية يكون رَاسِخًا غَيْرَ مُتَذَبْذَبٍ وَلَا تَلْقَ سَمْعًا لِمَنْ يَزْعَمُ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ المعاصرين انه لَا يُمْكِنَ اقامة الدليل العقلية على وجود الله تعالیٰ او ان الادلة النقلية لا توجب شَيْاءً على احد من الخلق فهذا كله تخريف بل تخريف، بهذا القاعدة يكون قد انتهى من بيان مجمل مختصر لما يسمى فى عرف المتاخرين من العلماء بلالهيات، وهى قواعد كلمة تحدث فيها عن الذات والصفات والقدرة والمشية (الشرالكبير ج ۱ ص ۴۲۷)۔

الحمد للہ یہاں الٰہیات (اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، تقدیر وغیرہ کے مسائل کا بیان ختم ہوا ہے)، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے۔ اب رسالت کا بیان شروع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

العبد الفقیر الی ربہ القدیر ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

اثبات رسالت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

{۱۳} وَاِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱) اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے (۲) اور اس کے منتخب نبی اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں (۳)۔

تشریح: (۱) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اس کے منتخب بندے، خاص نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔

لما فرغ من اثبات وحدانية الله سبحانه وتعالى وصفاته شرع فى اثبات نبوة سيد المرسلين محمد عليه الصلاة والسلام اتماما للايمان بالشهادتين، اذ الايمان هو معرفة باسمائه وصفاته، و تصديق الرسول بما جاء به من الشريعة، ولذلك قرن الله تعالى الايمان بالرسول مع الايمان [بالله] حيث قال قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف ۱۵۸) الى قوله فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (الاعراف ۱۵۸) وقوله: (وان محمدا) معطوف على قوله (ان الله واحد)، والتقدير نقول فى توحيد الله معتقدين بتوفيق الله: (ان الله واحد الخ) (الشرح الكبير)۔

(ان) بكسر الهمزة معطوف على قوله نَقُوْلُ فِيْ تَوْحِيْدِ اللّٰهِ مُعْتَقِدِيْنَ بِتوفِيْقِ اللّٰهِ: اِنَّ اللّٰهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لان (ان) تكسر بعد القول

كما في قوله تعالى: قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللهِ ءَاٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ (مريم ٣٠) و كما في قوله: يَقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ (الصافات ٥٢) وتقرا الجملة هكذا: نَقُوْلُ فِيْ تَوْحِيْدِ اللهِ مُعْتَقِدِيْنَ بِتَوْفِيْقِ اللهِ: اِنَّ اللهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَلَا شَيْءَ مِثْلُهٗ، وَاِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى. فقد عطف المؤلف اثبات النبوت على اثبات توحيد الله في ربوبيته، وفي اسمائه، وصفاته، وافعاله، وفي الوهيته وعبادته

(الهدایۃ الربانیہ فی شرح عقائد الطحاویہ ج ١ ص ١١٩)

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ توحید کا بیان کرنے کے بعد آب رسالت محمد ﷺ کا ذکر فرماتے ہیں اور یہی ترتیب کلمہ توحید میں ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ پہلے جزو میں اعلان توحید ہے اور دوسرے حصہ میں ذکر رسالت ہے۔

اسم محمد ﷺ آپ ﷺ کا اسم ذاتی محمد قرآن مجید میں چار مقام میں آیا ہے اور دوسرا اسم احمد ہے جو سورہ صف میں ایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسم محمد کی شان میں فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (سورہ آل عمران ١٤٤)

ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (سورہ احزاب ٤٠)۔

ترجمہ: نہیں محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (سورہ محمد)۔ ترجمہ: اس قرآن کے ساتھ ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (سورہ فتح ٢٩)۔ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ   وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

ترجمہ: محمد ﷺ دنیا و آخرت کے سردار اور جن وانس کے سردار اور ان دونوں جماعتوں اہل عرب وعجم کے سردار ہیں۔

احمد ﷺ نبی کریم ﷺ کا دوسرا ذاتی نام احمد ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ (سورہ صف ٦)۔ ترجمہ: اور خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام نامی احمد ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے اس کا نام نامی احمد ہوگا۔ اور اپ ﷺ کے صفاتی نام بے شمار ہیں۔ ان صفاتی ناموں میں سے ایک نام عبد ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا (سورہ بقرہ ٢٣)۔ ترجمہ: اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ) بندے پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (سورہ بنی اسرائیل ١)۔

ترجمہ: (ہرعیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (نجم)۔ ترجمہ: تو اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ (سورہ کہف ۱)۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے محبوب بندے پر یہ کتاب۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (سورہ فرقان ۱)۔ ترجمہ: بڑی خیر وبرکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے محبوب بندہ پر تاکہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (عذاب) سے ڈرانے والا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ (سورہ جن)۔ ترجمہ: اور جب کھڑا ہوتا ہے اللہ کا خاص بندہ تاکہ اس کی عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (سورہ اقرء)۔ ترجمہ: اے حبیب کیا آپ ﷺ نے دیکھا ایسے کو جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے ایک موقع پر اپنے اپ کو عبد فرمایا ہے اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ ترجمہ: کیا میں شکرگزار بندہ نہ ہوں۔ اور کلمہ شھادت میں **عبدہ ورسولہ** پڑھا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ مرتبہ ربوبیت کے بعد سب سے بلند مقام، مقام عبدیت ہے۔ اور یہی آپ ﷺ کا پسندیدہ مرتبہ ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کی عبودیت کا ذکر قرآن عزیز میں اشرف مقامات میں متعدد بار آیا ہے۔ جس میں رسول ﷺ کی عظمت کا بیان ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بات کی تو فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (مریم ۳۰)۔ ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ نے کتاب دی۔ اور

اللہ نے مجھے نبی بنایا۔

المصطفی، المجتبی اور المرتضی تینوں اسماء مترادف المعنی ہیں۔ یعنی اس کے برگزیدہ چنے ہوئے ہیں۔ اب ان تینوں ہی اسماء مبارکہ کی تشریح کی جاتی ہے۔

اَلْمُصْطَفٰی ﷺ (چنے ہوئے۔ برگزیدہ)

اسم مفعول کا صیغہ ہے، چنا ہوا۔ یہ نبی ﷺ کی نعت ہے کہ آپ ﷺ چنے ہوئے ہیں المصطفی ہیں۔ حضرت عمران بن حسین سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ہَاشِمٍ وَاصْطَفٰنِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ (ترمذی ابن ماجہ)۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل سے کنانہ کو چن لیا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ھاشم کو چن لیا اور اللہ تعالیٰ نے خاندان بنی ہاشم سے مجھے چن لیا۔

یہ اسم مُصْطَفٰی اِصْطِفَاء سے ہے۔ اس کا معنی انتخاب کرنا، چننا، برگزیدہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ساری مخلوق سے سب سے زیادہ پسندیدہ چنے ہوئے رسول اللہ ﷺ ہیں اس لئے آپ کا اسم پاک مصطفی ﷺ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج ۷۵)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں جسے چاہتا ہے رسالت کے لئے پسند کرتا ہے۔ اس آیت میں یَصْطَفِیْ اِصْطِفَاء سے ہے تو مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رسالت عامہ کے لئے چنے ہوئے پسند کئے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا النَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی (میں پسندیدہ نبی ہوں)۔ا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل سے ہیں اور آل ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے چن لیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (ال عمران ۳۳)۔ترجمہ: بے شک اللہ نے چن لیا آدم نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

حامد و محمود ممدوح خدا — احمد مرسل محمد مصطفی
شکر حق را کہ پیشوا داریم — پیشوائے چو مصطفی داریم

نَبِیُّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے نبی) (غیب بتانے والے۔ غیب کی خبریں دینے والے)
اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے نبی بعض کے نزدیک لفظ نبی قرآن مجید کی ۱۱ سورتوں میں ۲۵ مرتبہ آیا ہے۔ نبی نبوت سے ہے وھی الرفعۃ ای ان لہ عند اللہ رتبۃ شریفۃ ومکانۃ منیفۃ او من النبا بالھمزء...وھو الخبر ای ان اللہ اطلعہ علی غیبہ واعلمہ انہ نبیہ فیکون نبیا منبا او یکون مخبرا عما بعثہ اللہ تعالیٰ بہ ومنبئا بما اطلعہ اللہ تعالیٰ علیہ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۶۴)
چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات، فرشتے، جنت و دوزخ سب غیب ہیں تو نبی بعطائے الٰہی ان کی خبر دیتا ہے اس لئے نبی کا معنی غیب کی خبریں دینے والا ہے (زیادہ تحقیق کتاب الشفاء ج نمبر ا باب نمبر ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم مبارک متعدد بار قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ بعض کے نزدیک

گیارہ سورتوں میں ۲۵ مرتبہ آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ رسول کے بعد نبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ بڑی عظمت والا نام پاک ہے۔ یہ اسم بھی اضافت کے طور پر پڑھا جاتا ہے جس میں حضور علیہ السلام کے اوصاف مبارکہ کا ذکر ہوتا ہے مثلاً نَبِیُّ الْاَحْمَرِ سرخ رنگ والوں کے نبی۔ نبی الاسود کالے رنگ والوں کا نبی۔ سرخ کالے سے انسان اور جن مراد ہیں یا عجم و عرب والے مراد ہیں۔
رسول علیہ السلام نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ میں کالے گورے سرخ اور سفید سب کی طرف نبی بن کر آیا ہوں۔
نبی التوبۃ رجوع کرنے والے نبی، نبی الحرمین مکہ و مدینہ کے نبی، نَبِیُّ الرَّاحَۃِ آرام و راحت دینے والے نبی کہ آپ نے شرک سے امت کو آرام دیا۔ یہ معنی ہے کہ آپ غیر (دوسرے نبیوں) کی شرح میں جو تشدد اور تکالیف شاقہ تھیں جیسے قتل نفس توبہ میں آپ نے اپنی شرح سے اس سختی کی تخفیف فرمائی۔ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ رحمت کرنے والے نبی۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء ۱۰۷)۔
ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
اَلنَّبِیُّ الصَّالِحُ، نیک نبی۔ جیسا کہ انبیاء کرام نے آپ کو شب معراج میں مختلف آسمانوں پر ملاقات کے دوران فرمایا مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ خوش آمدید مبارک ہوا ے نبی۔
جس طرح آپ کا اسم پاک رسول اللہ ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف نَبِیُّ اللّٰہِ (اللہ کے نبی) ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اسی نام سے ندا فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (احزاب ۴۵)۔ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے

آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری دینے والے، ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انفال ۶۲)۔ترجمہ: اے نبی مکرم کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (انفال ۶۵)۔

ترجمہ: اے نبیؐ برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (توبہ ۷۳)۔ترجمہ: اے نبی مکرم کافروں سے جہاد کیجئے۔

اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں۔ اور لفظ رسول قران مجید کی ۳۷ سورتوں میں ۱۳۷ جگہ مذکور ہے۔ لفظ نبی کا معنی ہے اللہ کی طرف سے غیب کی خبریں بندوں کو دینے والا۔ لفظ رسول بمعنی مرسل ہے، کہ اللہ کا بھیجا ہوا۔ ہر رسول نبی ہے ہر نبی رسول نہیں۔ چنانچہ صدر الاسلام ابوالیسر محمد بزدوی فرماتے ہیں اَلرَّسُوْلُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا نَبِيًّا وَالنَّبِيُّ قَدْ لَا يَكُوْنُ رَسُوْلًا (اصول الدین ص ۲۲۲)۔ترجمہ: رسول نہیں ہوتا مگر نبی اور نبی کبھی نہیں ہوتا رسول (صرف نبی ہوتا) ہے۔

نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟۔ اس کے بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ جن کی تفصیل نبراس کے صفحہ ۷۹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

عقیدۃ الطحاویہ کے ایک نسخہ میں نبیہ المجتبیٰ کی بجائے امینہ المجتبیٰ ہے۔ وَاَمِيْنُهُ فِيْ بَعْضِ النسخ (نور الیقین ص ۱۳۵)، اور بعض نسخوں میں نبیہ کی بجائے امینہ ہے اور اس میں آپ کا وصف امین کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ آپ بمثل امین تھے۔ مخالفین بھی آپ کو صادق

اور امین کہہ کر بلاتے تھے۔

المُجْتَبٰی ﷺ (پسند کئے ہوئے)

مجتبی اجتباء سے اسم مفعول کا صیغہ ہے چنا ہوا، منتخب کیا ہوا۔ یہ نبی ﷺ کی صفت ہے اور یہ وزن اور معنی کے اعتبار سے المصطفی کی طرح ہے۔

مُجْتَبٰی اِجْتِبَا سے ہے بمعنی چھانٹنا، پسند کرنا چونکہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ساری مخلوق سے چنا ہے اس لئے آپ ﷺ کا اسم پاک مجتبیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (آل عمران ۱۷۹)۔ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ (اے عام لوگو) تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی نزدیکی کے لئے منتخب کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی راہ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا (مریم ۸۵)۔ترجمہ: اور ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب) کی اولاد میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا اور ان کو برگزیدہ کیا۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو چن لیا اور پسند کیا اس لئے آپ مجتبیٰ ہیں، چنے ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی وَوَلِیِّكَ الْمُجْتَبٰی وَاَمِیْنِكَ عَلٰی وَحْیِ السَّمَآءِ۔ اے اللہ رحمت نازل فرما اپنے نبی مصطفیٰ پر اور اپنے رسول برگزیدہ پر اور اپنے دوست برگزیدہ پر اور ان پر جو تیرے امین ہیں وحی آسمانی کے۔

رَسُوْلُهٗ ﷺ اس کے بھیجے ہوئے رسول۔ صلی اللہ علیہ وسلم (بھیجے ہوئے) یہ اسم پاک کلمہ توحید میں باتکرار پڑھا جاتا ہے۔ اور لفظ رَسُوْلٌ بمعنی مُرْسَلٌ بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اسی لئے ہم کلمہ شریف کے جزو دوم میں پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ کہ محمد اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رسول کی تعریف میں فرماتے ہیں وَالرَّسُوْلُ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ وَقَدْ یُشْتَرَطُ فِیْهِ الْکِتَابِ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۶)۔ اور رسول وہ (بے مثل) انسان ہے جس کو حق تعالیٰ مخلوق کی طرف احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے اور کبھی کتاب کی شرط بھی اس میں ہوتی ہے کہ صاحب کتاب ہو۔

حضور علیہ السلام کا یہ اسم رسول بڑی عظمت و بزرگی والا ہے قرآن مجید کی ۳۷ سورتوں میں ۱۳۷ جگہ لفظ رسول ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اہل ایمان کی زبانوں پر بار بار آتا ہے۔ اذان اقامت، نماز، کلمہ اور خطبہ جمعہ میں اس مبارک نام کا ورد کیا جاتا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول، رَسُوْلُ الرَّاحَةِ راحت و آرام دینے والے رسول، رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ مہربان رسول، رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ تلوار کے ساتھ جہاد کے لئے بھیجے گئے (رسول)، رَسُوْلُ کَامِلُ اکمل عظمت والے رسول۔ یہ وہ عظمت والے رسول ہیں جن کی تشریف آوری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ (البقرہ ۱۲۹)۔
ترجمہ: اے ہمارے رب ان میں ایک رسول ان ہی سے بھیج کہ وہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائیں اور انہیں پاک فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ایمانداروں پر احسان عظیم فرمایا کہ اس نے اپنا خاص رسول مبعوث فرمایا۔

اسی لئے اللہ بطور احسان ارشاد فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ال عمران ۱۶۴)۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ ان میں ہی سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی (صف ۹)۔ ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (الفتح ۲۹)۔ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں جو مسلمان آپ کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ (منافقون ۱)۔ ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (التوبہ ۱۲۸)۔ ترجمہ: البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ۔ ترجمہ: اے رسول پہنچا دیں جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (نساء ۷۹)۔ ترجمہ: اور بے شک ہم

نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آپ سب انسانوں اور جنوں کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا)۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کیلئے۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وَاُرۡسِلۡتُ اِلَى الۡخَلۡقِ كَآفَّةً اور مجھے سب مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بُعِثۡتُ اِلَى الۡاَحۡمَرِ وَالۡاَسۡوَدِ کہ مجھے سرخ وکالے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ یعنی انس وجن اور عرب وعجم سب کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

المُرۡتَضٰی ﷺ (پسندیدہ)

اِرۡتِضَاءُ خوش ہونا۔ پسندیدہ اور برگزیدہ ہونا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ (سورہ جن ۲۶۔۲۷)۔ ترجمہ: غائب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى (سورہ ضحیٰ)۔ ترجمہ: اور بے شک آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا (سورہ بقرہ ۱۴۴)۔ ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور تم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

امام محمد صالح المرتضیٰ کی شرح میں فرماتے اَلَّذِیۡ رَضِیَهُ مَوۡلَاهُ اَیۡ اَحَبَّاهُ وَاَصۡطَفَاهُ (سبل الھدیٰ والرشاد ج نمبر ا صفحہ ۵۱۰). مرتضیٰ وہ ہے جس سے اس کا مولا راضی ہو یعنی

اس کے مولا نے اس کو چاہا اور اس کو چن لیا ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے چن لیا اور ان سے راضی ہوا اس لئے آپ کا نام مرتضیٰ ہے۔

اَلۡمُنۡتَقٰی ﷺ اور آپ ﷺ کے صفاتی ناموں سے المنتقیٰ بھی ہے۔ اس کا معنی چنا ہوا۔ اور یہ بھی مصطفی، مجتبی اور مرتضی کے وزن پر ہے۔ اس صفتی نام کا ذکر مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۹۵ پر ہے۔

آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں

{۳۲} وَاَنَّهُ خَاتَمُ الۡاَنۡبِيَآءِ وَاِمَامُ الۡاَتۡقِيَآءِ وَسَيِّدُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَحَبِيۡبُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) وہ بے شک نبیوں کے خاتم ہیں۔ (۱) اور پرہیزگاروں کے پیشوا۔ (۲) اور سب رسولوں کے سردار (۳)۔ اور پروردگار عالم کے محبوب ہیں۔ (۴)

تشریح: (۱) وہ خاتم النبیین ہیں اور تمام متقیوں (نیکوں) کے امام اور نبیوں کے سردار اور پروردگار عالم کے محبوب ہیں۔

آپ کا آخری نبی ہونا کتاب وسنت اور اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا (سورہ احزاب ۴۰)۔

ترجمہ: نہیں ہیں محمد کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

یہ آیت عقیدہ ختم نبوت کی بڑی زبردست دلیل بین ہے کیونکہ اس میں عقیدہ ختم نبوت بیان کیا گیا ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کے تین اسماء بیان کئے گئے: محمد (جو آپ کا ذاتی نام ہے)، رسول اللہ (یہ منصب رسالت کا بیان ہے)، خاتم النبیین۔

خَاتَمٌ تا کی زبر سے خَاتِم تا کی زیر سے دونوں کے معنیٰ لغت میں آخر کے ہیں۔ اور آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے اسی لئے ملقب کیا گیا کہ آپ سب نبیوں اور رسولوں سے آخری نبی ہے۔ امام ابو منصور محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کے ماتحت لکھتے ہیں اَیْ خَتَمَ بِہِ الرِّسَالَۃَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (تاویلات القرآن ج ۱۱ ص ۳۶۱) یعنی اللہ نے آپ پر رسالت ختم کردی ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ایک دوسری حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَ کَذَالِکَ رُوِیَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اَخْبَرَ اَنَّہٗ خَتَمَ بِہِ النُّبُوَّۃُ (ج ۱۱ ص ۳۶۱)۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ خبر دی کہ بیشک آپ پر نبوت ختم کردی ہے اور دوسری روایت میں ہے اَلَا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (حاشیہ تاویلات القرآن نمبر ۵ ج ۱۱ ص ۳۶۱) صاحب تفسیر کشاف فرماتے ہیں اَیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی آپ سارے نبیوں سے آخری نبی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (مسلم باب الامارت حدیث نمبر ۱۸۴۲)۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے، (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۳)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ترمذی، ابوداود، ابواب الفتن)۔ ترجمہ: میں سب نبیوں سے آخری نبی ہوں

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ المائدۃ ۳)۔ ترجمہ: آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کردی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کرلیا ہے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔ یہ آیت عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد ہے کہ دین اسلام کی تکمیل ہو چکی ہے اور شریعت کے اصول و فروع بیان کردئے گئے ہیں اس لئے کسی اور نئے نبی اور رسول کے آنے کی حاجت نہیں ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور جو نبی پہلے مبعوث ہو چکے ہیں ان کا آپ کے بعد دنیا میں آنا آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے جیسے شب معراج تمام نبی مسجد اقصیٰ میں آئے اور انہوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی یا جس طرح جن لوگوں کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو ان کا آپ کے بعد دنیا میں آنا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا بھی آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ تمام انبیا آپ سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ آپ کے بعد مبعوث نہیں ہوئے (تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۹۰)۔ مرتبہ نبوت نبی کے لئے دائمی اور مستقل ہے۔ جو دنیا میں نبی تھے، عالم برزخ میں بھی نبی تھے، مختلف آسمانوں پر بھی گئے تو نبی ہوگیں۔ کسی نبی کی نبوت کو عارضی نبوت کہنا بیدینی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ آج بھی رسول ہیں اور قیامت تک رسول ہیں۔ اسی لئے ہم پڑھتے ہیں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ محمد (ﷺ) اللہ

کے رسول تھے۔

شیخ جمال الدین احمد حنفی (متوفی ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں مَنِ ادَّعٰی النُّبُوَّةَ یَجِبُ اِسْتِتَابَتُهٗ فَاِنْ لَمْ یَتُبْ یَجِبُ قَتْلُهٗ لِاِخْتِتَامِ النُّبُوَّةِ وَانْسِدَادِ بَابِهَا (کتاب اصول الدین ص ۲۰۸)۔ اور جو نبوت کا دعوی کرے واجب ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا۔ پس اگر وہ توبہ نہ کرے اس کو مار ڈالنا واجب ہے نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اور دروازہ نبوت کے بند ہونے کی بنا پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

امام ابومحمد سراج الدین علی الاوشی فرغانی حنفی (متوفی ۵۷۵ھ) فرماتے ہیں

وِخَتْمُ الرُّسُلِ بِالصَّدْرِ الْمُعَلّٰی　　نَبِیٌّ هَاشِمٍ ذِیْ جَمَالِ
اِمَامُ الْاَنْبِیَاءِ بِلَا اِخْتِلَافٍ　　وَتَاجُ الْاَصْفِیَاءِ بِلَا اختلالِ

(۲) امام الاتقیاء

پرہیزگاروں کے امام وپیشواء۔ بیت المقدس میں شب اسراء کو تمام نبیوں کی آپ نے امامت فرمائی اور ہر نبی متقی ہوتا ہے کیونکہ تقوی نبوت کے آثار میں سے ہے۔ اس لئے آپ امام الانبیاء اور امام الاتقیاء ہیں۔ الاتقیاء تقی کی جمع ہے بمعنی پرہیزگار۔

لانه بعثت بالتقوی عن الشرك والمعاصی فالانبیاء المتقون وهو امامهم امام الاتقیاء، ولانه امر بالنبیین وهم اتقیاء فهو امام المتقین (شرح عقیدة الطحاویہ)

وَهُوَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَائِدُ الغر المعجلین مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ۔

(۳) سید المرسلین

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (مشکواۃ)۔ ترجمہ: میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ (ترمذی)۔ ترجمہ: میں پہلوں اور پچھلوں سے سب سے افضل اور یہ فخر نہیں۔

(۴) حبیب رب العلمین

لفظ حبیب بروزن فعیل اسم مفعول کے معنی ہے اَیْ مَحْبُوْبٌ لِرَبِّهٖ یعنی اپنے رب تعالیٰ کے پیارے۔ حضرت ابن عباس سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ انبیاء کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آدم صفی اللہ، ابراھیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ ہیں، اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ (مشکوٰۃ)۔ ترجمہ: یاد رکھو میں اللہ کا دوست ہوں اور کوئی فخر والی بات نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا (الشفا)۔ ترجمہ: کہ بے شک اللہ نے مجھے خلیل بنایا جس طرح حضرت ابراھیم کو خلیل بنایا۔

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

حبیب خدا اشرف الانبیاء　　کہ عرش مجیدش بود متکا

خدا کے دوست سارے نبیوں سے افضل، کہ بزرگی والا عرش انکے تکیہ لگانے کی جگہ ہے۔

اِمَامُ الْاَنْبِیَاءِ بِلَا اِخْتِلَافٍ　　وَتَاجُ الْاَصْفِیَاءِ بِلَا اِخْتِلَالٍ

آپ ﷺ تمام نبیوں کے پیشوا ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور بلاشبہ برگزیدگاں الٰہی کے سرتاج ہیں۔

آپ ﷺ کے بعد ہر دعوی نبوت باطل ہے

{۳۳} وَكُلُّ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَهُ فَغَيٌّ وَهَوٰى

ترجمہ: اور (ہم کہتے) آپ ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعوی گمراہی اور نفس پرستی ہے (۱)

تشریح: (۱) یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت کرنا گمراہی اور نفس پرستی ہے۔ امام طحاوی نے پہلے فرمایا کہ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں۔ اب فرماتے ہیں کے ہر قسم کی نبوت کا دعوی کرنے والا سرکش اور گمراہ ہے۔ متن کی عبارت کے بعض نسخوں میں مختلف الفاظ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً (۱) كُلُّ دَعْوَةِ النُّبُوَّةِ بَعْدَهُ (۲) كُلُّ دَعْوَةِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ نُبُوَّتِهٖ فَغَيٌّ (۳) وَكُلُّ دَعْوَةٍ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَغْيٌ وَهَوٰى۔ (۴) کل دعوة نبوة بعد نبوته فغي وهوى۔ بہر حال سب کا مفہوم ایک ہی ہے، کہ آپ کے بعد ہر نبوت کا مدعی بے دین، گمراہ اور باغی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ احزاب ۴۰)۔

ترجمہ: اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

امام ابوعبداللہ فضل اللہ بن حسن تورپشتی (متوفی ۶۶۱ھ) فرماتے ہیں از طریق تواتر رسالت او پیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز پسیں پیغمبر

ان ست در زمان او و تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ و آن کس گوید بعد ازیں نبی دیگر بود یا ھست یا خواھد بود و آن کسکہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر است انیست شرط درستی ایمان بخاتم انبیا محمد مصطفی ﷺ (المعتمد فی المعتقد ص ۱۰۷)

آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ محمد ﷺ تمام نبیوں کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا۔ صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ نبی ﷺ کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے۔ خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے۔

امام میمون نسفی فرماتے ہیں مَنْ قَالَ بَعْدَ نَبِيِّنَا نَبِيٌّ يُكَفَّرُ لِاَنَّهٗ اَنْكَرَ النَّصَّ وَكَذٰلِكَ لَوْ شَكَّ فِيْهِ (بحر الکلام)۔ جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آ سکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا ہے، اسی طرح وہ شخص جس نے اس کے بارے میں شک کیا۔

وَخَتْمُ الرُّسُلِ بِالصَّدْرِ الْمُعَلّٰى   نَبِيٍّ هَاشِمٍ ذِيْ جَمَالٍ

ترجمہ: اور (اسی طرح) جناب صدر معلّٰی، نبی ہاشمی، صاحب (حسن و) جمال کے ساتھ پیغمبروں کے ختم ہونے کی تصدیق

سید کونین ختم المرسلین ﷺ   آخر آمد بود فخر الاوّلین

ترجمہ: دونوں جہاں کے سردار، رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ بعد میں آئے، پہلوں

کے لئے فخر ہیں

ساری مخلوق کے رسول ہیں

{۳۴} وَهُوَ الْمَبْعُوْثُ إِلٰى عَامَّةِ الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى بِالْحَقِّ وَالْهُدٰى

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ تمام جنوں اور انسانوں اور ساری کائنات کی طرف صداقت اور ہدایت کے ساتھ اور نور وضیاء کے ساتھ بھیجے گئے ہیں (۱)۔

تشریح: (۱) یعنی اور آپ تمام جنوں اور جمیع انسانوں کے لئے دین حق اور راہ ہدایت اور نور ایمان اور ضیاء اسلام لے کر بطور نبی مبعوث کئے (بھیجے) گئے تھے۔ آپ کی رسالت صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت عامہ کا ذکر فرماتا ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (سورہ فرقان)۔ ترجمہ: بہت ہی خیر وبرکت والا ہے وہ جس نے اتارا فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہوں جہاں والوں کو ڈرانے والے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا ۲۸)۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم)۔

بِالْحَقِّ وَالْهُدٰى سچے دین اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (فتح ۲۸)۔

ترجمہ: وہی جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا۔

وَبِالنُّوْرِ وَالضِّيَاءِ اور نور وضیاء کے ساتھ بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (سورہ مائدہ)

ترجمہ: تحقیق کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کھلی کتاب آئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (سورہ یونس ۵)۔

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے بنایا سورج کو روشنی اور چاند کو نور۔

والمراد بالنور والضياء: الشريعة الظاهرة بالبراهين الباهرة من القرآن وسائر الدلائل الدالة على الحقيقة۔ ووجه التشبيه بين النور والقرآن ظاهر، من حيث الاهتداء به، والنور ضوء كل معنى، وهو نقيض الظلمة، والاضاءة افرط الانارة. فيكون الضوء ابلغ من النور، مصداق ذلك قوله تعالى هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (سورہ یونس ۵) (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔ ويحتمل ان يكون المراد بالنور السنة وبالضياء الكتاب۔ (نور الیقین ۱۳۸) اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد سنت رسول ﷺ اور ضیاء سے مراد قرآن مجید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو انسانوں سے پہلے پیدا فرمایا ہے، غالباً اسی لئے جنوں کا ذکر پہلے کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات)۔

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر تا کہ وہ میری عبادت کریں۔

علامہ عبدالغنی الغنیمی لکھتے ہیں وقدمت فی هذه الاية ونحوها لكونهم سبقوا فی الوجود قال تعالیٰ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (سورہ حجر)۔ ترجمہ: اور اس آیت میں اس کے سوا دیگر آیات میں بھی جنوں کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وجود اور پیدائش میں انسانوں سے پہلے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے قبل شعلہ مارنے والی آگ سے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

{۳۵} وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ کَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَا بِلَا کَيْفِيَّةٍ قَوْلًا وَّاَنْزَلَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَحْيًا

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) بے شک قرآن مجید اللہ کا کلام ہے (۱) اللہ ہی سے اس کا ظہور ہوا ہے (۲) قول وکلام کی شکل میں بغیر کیفیت کے (۳)۔ اور اللہ نے اس کو اپنے رسول پر بذریعہ وحی کے نازل فرمایا۔

تشریح (۱) علامہ حسن کافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولما ذكر رسالة نبيين ﷺ عقبه بذكر اعظم معجزاته الباقية الى يوم القيامة، وهو القرآن الذى اعجز الانس والجن عن الاتيان بمثل سورة منه۔ فقال: ان القرآن كلام الله (نور الیقین ص ۱۳۹)۔ امام ابوجعفر طحاوی نے جب ہمارے نبی محمد ﷺ کی رسالت کا ذکر کیا تو اس کے بعد آپ کے بڑے معجزات میں سے ایک معجزے

کا ذکر کیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اور وہ قرآن ہے جس نے انسانوں اور جنوں کو اس کی مثل (اس کے برابر) کوئی سورۃ لانے سے عاجز کر دیا۔ تو فرمایا اِنَّ الْقُرْاٰنَ کَلَامَ اللّٰهِ کہ بیشک قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔

یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اسی کی طرف سے اس کا ظہور اور نزول ہوا ہے۔ اور اس کے نزول کی کوئی کیفیت متعین نہیں ہے اور ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو اپنے رسول ﷺ پر وحی سے نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (سورہ الشعراء ۱۹۳)۔ ترجمہ: نیز اللہ فرماتا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا یعنی اس نے تمھارے دل پر (القاء کیا ہے) تا کہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو اور یہ القاء بھی فصیح عربی زبان میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمٰنُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورہ الشوری ۵۲)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی بھیجا آپ کی طرف ایک جانفزا کلام اپنے حکم سے، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے لیکن (اے حبیب) ہم نے بنادیا اس کتاب کو سراپا نور اور ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس کو چاہتے ہیں، اپنے بندوں سے، اور بلاشبہ آپ رہنمائی فرماتے ہیں صراط مستقیم کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (سورہ اسراء ۱۰۶)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہم نے قران

کو جزو جزو کر کے نازل کیا تا کہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (سورہ انعام ۱۹)۔ ترجمہ: اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ اس سے تمہیں ڈراؤں اور ان کو جن تک پہنچے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ (سورہ عنکبوت)۔

ترجمہ: پڑھئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ (توبہ ایت ۶)، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ (سورہ فتح ۱۵)۔ ترجمہ: وہ اللہ کا کلام بدلنا چاہتے ہیں۔

(۲) معناه ان القرآن من الله بدا ای ظهر ای انزل الا علی نبیه ولیس المراد من کلمة بدا انه خرج منه تلفظا کما خرج کلام احدنا من لسانه تلفظا (الدرۃ البہیۃ ص ۴۰)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ظاہر ہوا یعنی اپنے نبی پر اتارنا۔ کلمہ بدا سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اس سے تلفظ کے طور پر نکلا ہے جیسا کہ ہم میں سے کسی کا کلام اس کی زبان سے بطور تلفظ نکلتا ہے۔

علامہ حسن کافی (متوفی ۱۰۲۴ھ) فرماتے ہیں منه بدا ای تقدیم المفعول للتخصیص ای منه بدا لا من غیره من المخلوقات فیه رد علی الجهمیة من المعتزلة فیما زعموا انه تعالیٰ خلق الکلام فی محل فبدا

ذلك الكلام من ذلك المحل فقوله منه بدا ای هو المتکلم کما قال وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ (سجدہ ۱۵) فَنَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ (نحل ۱۰۲) (نور الیقین ص ۱۳۹) اور اس سے ہی کلام ظاہر ہوا ہے۔ یعنی اس میں مفعول کو مقدم ہے خصوصیت کیلئے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا نہ اس کے سوا اور مخلوقات سے۔ اس میں معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو محل (جگہ) میں پیدا کیا تو کلام اس محل میں ظاہر ہوا ہے۔ امام طحاوی کا کہنا اسی سے ظاہر ہوا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہی کلام کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا، اور لیکن بات ثابت ہوگئی ہے مجھ سے۔ تو اتارا روح قدس نے قرآن مجید کو آپ کے رب کی طرف سے۔

قیامت کے قریب قرآن مجید سینوں اور مصاحف سے اٹھالیا جائے گا۔ پھر سینوں اور مصاحف میں ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی جیسا کہ آثار (حدیثوں) میں آیا ہے۔

چنانچہ حضرت خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ اسلام ایسا پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کی بیل پرانی ہو جاتی ہے حتی کہ یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا چیز ہے۔ اور کتاب (قرآن) ایک ہی رات میں ایسے ہی غائب ہو جائے گی کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے جن کے بوڑھے اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو یہ کلمہ کہتے سنا تھا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور ہم بھی یہ کہا کرتے ہیں (ابن ماجه ابواب الفتن باب ذهاب القرآن)۔

(۲) بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا کہ قرآن مجید کا نزول بلا کیفیت بغیر حروف اور آواز کے (اور ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے)۔ اَیْ لَا تُعْرَفُ كَيْفِيَّةُ تَكَلُّمِهٖ بِهٖ قَوْلًا لَيْسَ بِالْمَجَازِ

وَ اَنْزَلَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَحْیًا اَیْ اَنْزَلَهٗ اِلَیْهِ عَلٰی لِسَانِ الْمَلَکِ فَسَمِعَهُ الْمَلَکُ جِبْرِیْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ سَمِعَهٗ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنَ الْمَلَکِ وَ قَرَءَ عَلَی النَّاسِ (شرح عقیدة الطحاویه)۔ ترجمہ: کہ اللہ کے تکلم کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے اللہ نے اپنے کلام کو فرشتے کے ذریعہ اپنے رسول کی جانب وحی کی اور حضرت جبریل نے کلام سنا اللہ سے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اسے سنا حضرت جبریل سے اور تمام لوگوں پر آپ نے پڑھا۔

اہل ایمان نے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی

وَ صَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ حَقًّا وَ اَیْقَنُوْا اَنَّهٗ کَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْحَقِیْقَةِ

ترجمہ: (۱) اور (ہم کہتے ہیں) ایمانداروں نے اس کی تصدیق کی اس پر کہ وہ حق ہے (۱) اور انہوں نے یقین کیا کہ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (۲)

تشریح: (۱) یعنی جمیع مسلمان اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔ ای الصحابة الذین شهدوا نزوله, وتحققوا اعجازه, و کذا من بعدهم صدقوا (نور الیقین ص ۱۴۰)۔ یعنی صحابہ نے تصدیق کی وہ جو نزول قرآن کے وقت حاضر و موجود تھے۔ اور انہوں نے اس کے معجزہ ہونے کا یقین کیا۔ اور اسی طرح ان کے بعد آنے والوں نے قرآن پاک کی تصدیق کی۔ ثم نقلوه الی من بعدهم بالتواتر کما نقلوا عن رسول الله, ودعوا الخلق الی اقامة حکمه اعتقادا وعملا, وذلك دلیل علی تصدیقهم (شرح عقیدة الامام الطحاوی ۵۷)۔ پھر انہوں نے قرآن پاک کو ان کی طرف تواتر کے ساتھ نقل

کیا جو ان کے بعد کے آنے والے تھے، جیسا کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا تھا۔ اور انہوں نے مخلوق کو اس کے حکم کو قائم کرنے کی طرف دعوت دی۔ اعتقاداً اور عملاً اور یہ ان کے تصدیق کی دلیل ہے۔ (۲) یعنی جان لیا یقینی جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔ اس میں معتزلہ کا رد ہے۔ وفیه رد لمذهب المعتزلة حیث قالوا: انما سمی القرآن کلام الله بطریق المجاز لانه خالقه (شرح عقیدة الامام طحاوی ۵۷)۔ اس میں معتزلہ کا رد ہے اس لئے کہ انہوں نے کہا قرآن کو کلام اللہ مجازی طور پر کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ اس کلام کو پیدا کرنے والا ہے، (یہ قول فاسد ہے)۔ شیخ شجاع الدین خبط اللہ حنفی ماتریدی (متوفی ۳۳۳۷۵ھ) لکھتے ہیں ای تحقق بالسمع والعقل بان کلام الله صفة له کالعلم والحیاة فیستحیل ای یکون مخلوق کلام البریة (شرح العقیدة الطحاویة ص ۹۷) یعنی اہل ایمان نے یقین کیا دلیل سمعی اور عقلی کے ساتھ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی صفت ہے جیسے علم، حیات تو محال ہے، یہ کہ ہو اللہ کا کلام مخلوق کے کلام کی طرح۔

کلام اللہ غیر مخلوق ہے

{۳۶} لَیْسَ بِمَخْلُوْقٍ کَکَلَامِ الْبَرِیَّةِ

(۱) ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) (اللہ کا کلام) مخلوق نہیں ہے مخلوق کے کلام کی طرح (۱)۔

تشریح (۱) یعنی مخلوق کے کلام کی طرح مخلوق اور حادث نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام صفت ازلی ہے حروف و آواز کی قسم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی ہے جس پر کلام لفظی دلالت

کرتا ہے۔ مَخۡلُوۡقٌ ,پیدا کیا ہوا، حادث ۔ اَلۡبَرِیَّۃُ مخلوق ۔ چونکہ کلام اللہ تعالی کی صفت ہے اور صفت مخلوق نہیں ہے بلکہ ازلی ابدی ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ کلام اللہ مخلوق نہیں ہے مخلوق کے کلام کی طرح ۔ امام بیہقی کتاب اسماء وصفات میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابودرداء سے مرفوع یہ حدیث ہماری طرف نقل کی گئی ہے اَلۡقُرۡآنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیۡرَ مَخۡلُوۡقٍ (حاشیہ نور الیقین ص ۱۲۲) قرآن اللہ کا غیر مخلوق کلام ہے ۔ لِاَنَّ کَلَامَہٗ تَعَالٰی صِفَۃٌ اَزَلِیَّۃٌ لَیۡسَ مِنۡ جِنۡسِ الۡحُرُوۡفِ وَ الۡاَصۡوَاتِ لِاَنَّھَا اَعۡرَاضٌ حَادِثَۃٌ (نور الیقین)۔

وَمَا الۡقُرۡاٰنُ مَخۡلُوۡقٌ تَعَالٰی کَلَامُ الرَّبِّ عَنۡ جِنۡسِ الۡمَقَالِ

ترجمہ: اور کلام اللہ مخلوق نہیں رب تعالیٰ کا کلام جنس مقال سے برتر ہے۔

کلام اللہ کا منکر کافر ہے

{۳۷} فَمَنۡ سَمِعَہٗ فَزَعَمَ اَنَّہٗ کَلَامُ الۡبَشَرِ فَقَدۡ کَفَرَ وَ قَدۡ ذَمَّہُ اللّٰہُ وَ عَابَہٗ وَ اَوۡعَدَہٗ بِسَقَرَ حَیۡثُ قَالَ تَعَالٰی (سَاُصۡلِیۡہِ سَقَرَ) فَلَمَّا اَوۡعَدَ اللّٰہُ بِسَقَرَ لِمَنۡ قَالَ (اِنۡ ھٰذَا اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ) عَلِمۡنَا وَ اَیۡقَنَّا اَنَّہٗ قَوۡلُ خَالِقِ الۡبَشَرِ وَ لَا یُشۡبِہُ قَوۡلَ الۡبَشَرِ

(۱) ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) تو جس نے اس قرآن کو سنا اور اس نے گمان کیا کہ یہ انسانوں کا کلام ہے تو بیشک وہ کافر ہے (۱)۔ اور بلا شبہ اللہ نے اُس کی برائی بیان کی ہے اور اس کو عیب لگا یا اور عذاب دوزح سے ڈرایا۔ اللہ نے فرمایا: میں جلدی اس کو دوزخ میں ڈالوں گا (سورہ مدثر ۲۵)۔ تو جب اللہ نے ایسے شخص کو دھمکی دی جو قرآن کے بارہ

میں کہتا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے (سورہ مدثر ۲۶) (۲) ہم نے جان لیا اور یقین کیا کہ بے شک قرآن کریم انسان کے پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور انسانوں کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتا۔

تشریح (۱) یعنی جو شخص قرآن سنے اور یہ کہے کہ وہ انسان کا کلام ہے تو وہ کفریہ بات کہتا ہے اور ایسے انسان کی اللہ تعالیٰ نے برائی بیان کی ہے اور اسے جہنم (سقر) کی دھمکی دی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے ساصلیه سقر (میں عنقریب اس جہنم میں ڈالوں گا)۔ اللہ کی وعید اس شخص کے لئے ہے جو یہ کہتا تھا کہ ان هذا الا قول البشر (کہ یہ تو انسان کی باتیں ہیں)، پس ہمیں یقین ہے کہ یہ قرآن خالق بشر کا کلام ہے اور کسی بشر کے کلام کے مشابہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلۡ تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا (مریم ۶۵)۔ ترجمہ: کیا تو جانتا ہے اس کے لئے کوئی ہم مثل ہے۔

جس نے قرآن کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا بلاشبہ وہ کافر ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام اور اس کی صفت قدیم ہے اور جس نے اللہ تعالی کی صفت کی نسبت مخلوق کی طرف کردی وہ مفتری اور کافر ہے۔

(۲) اور قرآن کریم نے یہ بتایا کی جس نے قرآن عزیز کو انسان کا کلام کہا اس کیلئے دوزخ ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے سَاُصۡلِیۡہِ سَقَرَ (سورہ)۔ ترجمہ: عنقریب اس کو میں دوزخ میں داخل کروں گا۔ اس میں منکرین کلامُ اللہ کو عذاب دوزخ کی دھمکی دی گئی ہے کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پائی جاتی ہے اور وہ کفر ہے۔

هذا ردلقول المنافقين الذين كانوا يطعنون فيه بانه كلام محمد ﷺ يقوله من تلقاء نفسه من غير ان يوحى اليه من ربه (شرح عقيدة الامام الطحاوی ص۷۶)۔اس میں ان منافقین کا رد ہے جو قرآن کے متعلق طعنہ دیتے تھے کہ یہ محمد ﷺ کا کلام ہے۔وہ اپنی طرف سے کہتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کی طرف اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (سورہ نساء۸۷)۔ترجمہ:اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔اگر یہ کلام بشر کا ہوتا تو اس کی مثل لاتے اور وہ نہیں لا سکتے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (سورہ اسرا۸۸)۔ترجمہ:اگر انسان اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

حل لغات: زَعَمَ خیال گمان کیا، ذَمَّہ برائی بیان کی، عَابَ عیب لگایا،عیب دار کیا، اَوْعَدَ ڈرایا،سَقَرَ دوزخ، لَا يُشْبِهُ انسان کے قول وکلام کے مشابہ نہیں کیونکہ مخلوق کا کلام حادث ہے اور اللہ کا کلام ازلی اور قدیم ہے،غیر حادث ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کے مشابہ نہیں

{۳۸}مَنْ وَصَفَ اللّٰهَ بِمَعْنًى مِنْ مَعَانِی الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ فَمَنْ اَبْصَرَ هٰذَا اِعْتَبَرَ وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الْكُفَّارِ انْزَجَرَ وَعَلِمَ اَنَّهٗ بِصِفَاتِهٖ لَيْسَ كَالْبَشَرِ

ترجمہ:اور (ہم کہتے ہیں) جس نے اللہ تعالیٰ کو انسان کی صفات میں سے کسی صفت کے

ساتھ متصف کیا تو وہ کافر ہو گیا۔جس نے اس کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا تو اس نے نصیحت حاصل کی اور کفار کے قول کی مشابہت سے رک گیا اور اس نے بات کو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں انسان کی مثل نہیں ہے۔

تشریح: یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کو انسانی صفت وحالت سے متصف کرے وہ کفر کرتا ہے۔پس جس شخص نے یہ سمجھ لیا،اس نے درست کام کیا اور کافروں جیسی باتیں کرنے سے بچ گیا اور اس نے جان لیا کہ حق تعالیٰ اپنی صفات میں کسی انسان کے مشابہ نہیں۔

جس نے اللہ تعالیٰ کا وصف ایسے معنی وصفت کے ساتھ بیان کیا جو انسانوں کی صفتیں ہے تو وہ کافر ہو گیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفتوں سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ صفت کلام سے متکلم ہے مگر مخلوق کی مشابہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم ۶۵)۔کیا تو جانتا ہے کہ اس کے لئے کوئی ہم نام

اس کے اسماء اور صفات کی کوئی مثل نہیں ہے،اسی طرح کہ اس کا کمال بھی بے مثل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سورہ شوریٰ۱۱)۔ترجمہ: اس کی مثل کسی بھی صفت میں کوئی نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ جانتا ہے نہ اس طرح جیسے ہم جانتے ہیں۔وہ قادر ہے نہ اس طرح جیسے ہم قدرت رکھتے ہیں۔وہ دیکھتا ہے نہ ہماری طرح۔وہ کلام کرتا ہے مگر ہماری طرح کلام نہیں کرتا۔وہ سنتا ہے مگر ایسا نہیں جیسا ہم سنتے ہیں۔ہم آلات وحروف سے بات کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بغیر آلات اور حروف سے کلام فرماتا ہے

اورحروف مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے (فقہ اکبر)۔

معنی سے مراد وصف ہے یعنی جو انسان کے حادث اوصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کرے وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور بشر کے درمیان مماثلت (برابری) ثابت کرنا کفر ہے اور اس کی نص کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔ اور جس نے عبرت وبصیرت کی آنکھ سے دیکھا اور غور کیا اس نے عبرت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے عبرت حاصل کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ (سورہ حشر ۲)۔ ترجمہ: عقل والو عبرت حاصل کرو۔

حل لغات: مَعْنًی وصف، صفت، مَعَانِی الْبَشَرِ انسانوں کی صفتیں، اَبْصَرَ بصیرت کی نگاہ سے دیکھا، اِعْتَبَرَ عبرت حاصل کی، اِنْزَجَرَ باز آ گیا، رک گیا اور کفار کی طرح کہنے سے رک گیا۔ تو پھر اس نے اس حقیقت کو جان لیا کہ اللہ کی صفات انسان کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتی ہیں۔ تو اس کا دین وایمان محفوظ رہا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے جب فقہاء ملت کے عقیدۂ توحید ونبوت اور قرآن مجید کا ذکر کیا تو پھر اصول دین کے مسائل میں جو زیادہ اشرف اور اجل (بڑا) ہے اس کو اس کے بعد ذکر کیا ہے اور وہ دیدار خداوندی کا مسئلہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے اہل سنت وجماعت گمراہ فرقوں اور ان منکرین سے ممتاز ہیں جو اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے (نور الیقین ص ۱۴۳)۔

دیدار خداوندی

{ ۳۹ } وَالرُّؤْیَۃُ حَقٌّ لِاَهْلِ الْجَنَّۃِ بِغَیْرِ اِحَاطَۃٍ وَّلَا کَیْفِیَّۃٍ کَمَا نَطَقَ بِهٖ کِتَابُ رَبِّنَا وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَۃٌ وَتَفْسِیْرُهٗ عَلٰی مَا اَرَادَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَلِمَهٗ وَکُلُّ مَا جَاءَ فِیْ ذٰلِکَ مِنَ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ عَنِ رَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَهُوَ کَمَا قَالَ وَمَعْنَاهُ عَلٰی مَا اَرَادَ

(۱) ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) (دیدار خداوندی) برحق ہے اہل جنت کے لئے (۱) بغیر احاطہ اور کیفیت کے (۲) جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب نے اس کو بیان کیا ہے۔ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے (سورہ قیامہ ۲۲) اور اس (آیت یا دیدار) کی تفصیل اسی طریقہ پر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے اور اس کے علم کے مطابق ہے اور ہر وہ صحیح حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت میں ہے (جو رسول اللہ سے مروی ہے) تو وہ ایسے ہی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اس کے وہی معنی ہیں جو آپ کی مراد ہے۔

تشریح (۱) یعنی حق تعالیٰ کی رویت (دیدار) اہل جنت کو یقیناً نصیب ہوگا۔ اہل جنت کا خصوصیت سے ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر اہل جنت کا دیدار نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی اس میں اشارہ ہے کہ اہل ایمان کو دیدار کی دولت جنت ہی میں نصیب ہوگی۔ جنتیوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر جنتیوں کو نہیں ہوگا۔ اس میں علماء کے تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صرف ایمان داروں کو دیدار ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سب محشر والے دیدار کریں گے۔ مومن کافر سب برابر ہیں پھر کافروں

کو پردہ میں کر دیا جائے گا۔ وہ نہ دیکھ سکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دیدار خداوندی میدان حشر میں عام ہوگا۔ کافر، مومن، نیک وبد سب دیکھیں گے۔ پھر کفار دیدار سے محروم ہو جائیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (سورہ مطففین) ترجمہ: ہرگز یوں نہیں ہے! بیشک وہ کفار اپنے رب کے دیدار سے اس دن محجوب (محروم) ہوں گے۔ یہ محرومیت ان کی سزا ہوگی۔

علامہ فقیہ محقق عبدالغنی الغتیمی المیدانی الحنفی (متوفی ۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں وَاحْتَرَزَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ الكفار والمنافقين فانهم لا يرون ربهم يوم القيمة لقوله كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجبون (مطففين ۱۵)، وقيل انهم يرونه ثم يحجبون فيكون عليهم حسرة (شرح عقيدة الطحاويه ص ۷۰)۔ قرآن وحدیث صراحتا یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں اللہ تعالیٰ دیدار کریں گے۔

اور جب وہ اللہ کا دیدار کریں گے، جنت کی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ اور اسی طرح اہل ایمان میدان حشر میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے بھی اللہ کا دیدار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ (احزاب ۴۴)۔ ترجمہ: انہیں یہی دعا جی جائے گی جس روز وہ اپنے رب کریم سے ملیں گے۔ ہمیشہ سلامت رہو۔ کہ تمام اہل محشر کو دیدار ہوگا۔ اور یہ دیدار ذات باری تعالیٰ کا احاطہ کئے بغیر ہوگا۔ اور نہ کوئی کیفیت ہوگی۔ کیونکہ وہ حدونھایۃ اور مقابلہ اور جہت سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (انعام ۱۰۳)۔ ترجمہ: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۔ اور نہ اس کو علم سے گھیر سکتے ہیں۔ اور یہ اس کی

نہایت ہی کبرائی اور اس کی عظمت کے کمال کے لئے ہے۔ چنانچہ قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (بہت سے چہرے (لوگ) اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھیں گے)۔ اس رویت کی کیفیت وتفصیل وہی ہوگی جیسی کہ اللہ کے علم وارادہ میں ہے۔ اور صحیح احادیث میں اس بابت جو کچھ ہے وہ سب جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا، برحق ہے اور اس سے رسول اللہ نے جو مطلب مراد لیا وہ سب سے درست ہے۔ تَفْسِيْرُهٗ (اللہ کی طرف دیکھنے کی تفسیر جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے) اور اس کا علم اور وہ تمام رؤیت کے دلائل ہیں جو رسول ﷺ سے صحیح حدیثوں میں منقول ہیں۔ ضمیر کا مرجع آیت بھی ہو سکتی ہے تو مطلب ہوگا کہ اس آیت کی تفسیر وہی قابل قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے منشا اور علم کے مطابق ہوگی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ (مشکوۃ) ترجمہ: بیشک تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تم کوئی رکاوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (سورہ یونس)۔ ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی جنت ہے اور زیادہ (دیدار خداوندی)۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جب اھل جنت جنت میں داخل ہونگے اور جہنمی جہنم میں، تو ایک ندا کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت تمہارے لئے اللہ کا ایک وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانا چاہتا ہے تو جنتی کہیں گے وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نیکیوں کا پلڑا بھاری نہیں فرمایا، کیا ہمارے چہروں پر رونق نہیں بخشی، کیا ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل

نہیں فرمایا؟ اتنے میں اللہ تعالیٰ حجاب نور کو ہٹا دیں گے۔جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمائیں گے، اب تک جنتی نعمتیں ان کو ملی ہونگی دیدار الٰہی کی نرمت سب سے اعلیٰ ہوگی، زیادہ سے یہی دیدار مراد ہے (مسلم ج۱ ص ۱۰۳)۔

(۱) امام ابومنصور ماتریدی: دیدار خداوندی خاص اہل ایمان کو جنت میں ہوگا اور بغیر کسی احاطہ اور کیفیت کے ہوگا۔ امام ابومنصور محمد ماتریدی فرماتے ہیں القول فی رویة الرب عزوجل عندنا لازم وحق من غیر ادراکٍ ولا تفسیر (کتاب التوحید ص ۱۴۱) ہمارے نزدیک دیدار خداوندی لازم اور حق کو ثابت ہے بغیر ادراک اور کسی تفسیر کے۔

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ   وَادِرَاكٍ وَّضَرْبٍ مِنْ مِّثَالٍ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ ۔ آمین

شاعر نے ذوق وشوق میں آکر کہہ دیا ہے۔ جنت ودوزخ کا اس میں مذاق نہیں کیا گیا۔

رؤیت باری تعالیٰ میں تاویل کرنا گناہ ہے

{۴۰} لَا نَدْخُلُ فِی ذٰلِکَ مُتَأَوِّلِیْنَ بِاٰرَائِنَا وَ لَا مُتَوَهِّمِیْنَ بِاَهْوَائِنَا

(۱) ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) ہم دخل نہیں دیں گے اس میں دراخالیکہ اپنی اراء سے تاویل کریں اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ ہم وہم میں پڑیں گے۔

تشریح یعنی ہم اپنی جانب سے دخل اندازی کو جائز نہیں سمجھتے، نہ تو اپنی اراء کے ساتھ کسی تاویل کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ اپنی خواہشات کے مطابق کسی وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔

بعض مفسرین، ابن جریر، امام ماتریدی وغیرہ تاویل سے مراد تفسیر لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک تاویل کا معنی یہ ہے کہ کسی لفظ کا راجح معنی ترک کر کے مرجوح معنی مراد لینا اس لئے کہ مرجوع معنی کا متقاضی موجود ہے۔ یہ وہ تاویل ہے جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ یعنی امت اُخرین کے نزدیک تاویل کا معنی ہے۔ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے بدل لیا جائے۔ اگر قواعد شرعیہ کے مطابق ہو تو درست ہے ورنہ فاسد۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے آخرت میں دیدار خداوندی کا اثبات فرمایا ہے کہ اہل ایمان آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور یہ حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جب اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو اللہ تعالیٰ اور دیکھنے والوں کے درمیان کوئی مسافت نہیں ہوگی اور یہ دیدار بغیر کسی تشبیہ، جہت (طرف) اور مسافت (دوری، نزدیکی) کے ہوگا اور اللہ کا دیدار اس طرح نہیں ہوگا جس طرح مخلوق کا دیکھنا ہوتا ہے کیونکہ مخلوق آگے، پیچھے، دائیں، بائیں اور نیچے اور تمام جہات میں دیکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے جہتوں کا ہونا جائز نہیں اور نہ اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی امام ابومنصور ماتریدی نے تصریح کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰى يُرٰى فِى الْاٰخِرَةِ وَيَرَى الْمُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ فِى الْجَنَّةِ بِاَعْيُنِ رُؤُسِهِمْ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا كَمِّيَّةٍ وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهٖ مُسَافَةٌ (شرح عقیدة الطحاویہ)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کی ممکن ہونے کی بڑی اہم دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کیلئے سوال کرنا ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں فَلَوِ اسْتَحَالَ لَكَانَ سُوَالُهٗ جَهْلًا وَّ عَبَثًا (طوالع الانوار ص ۱۹۱)۔ ترجمہ: تو اگر یہ دیدار محال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا جہل وفضول وعبث ہوگا (حالانکہ ایسا نہیں)۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں ولقد اخطا شارح عقیدۃ الطحاوی فی ھذہ المسالۃ حیث قال: فھل یعقل رؤیۃ بلامقابلۃ؟ وفیہ دلیل علی علوہ علی خلقہ۔ انتھی۔ وکانہ قائل بالجھۃ العلویۃ لربہ۔ ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ انہ سبحانہ لایری فی جھۃ، وقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر تشبیہ للرؤیۃ بالرؤیۃ فی الجملۃ، لاتشبیہ المرئی بالمرئی من جمیع الوجوہ (شرح فقہ اکبر ص ۲۵۰)۔ اور شارح عقیدہ طحاویہ (علامہ صدر الدین علی رحمہ اللہ) سے بھی اس (رؤیت کے) مسئلے میں خطاء ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رؤیت بلا مقابلہ عقل میں آتی ہے؟ اور اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام مخلوقات پر بلندی کی دلیل ہے۔ گویا شارح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے جہت علویت کے قائل ہیں اور اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی جہت سے نہیں دیکھے جاسکتے۔ اور نبی ﷺ کا جوفرمان ہے کہ تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اس میں تشبیہ صرف اور صرف فی الجملہ رویت میں ہے اس میں کسی شے کو دیکھنے والے کے لیے کوئی تشبیہ نہیں ہے (شرح دقہ اکبر اردو ۱۸۱)۔

حل لغات: مُتَأَوِّلِیْنَ باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے تفسیر کرنے والے تاویل کرنیوالے

تفسیر اور تاویل میں فرق ہے۔ تفسیر کے معنی ہیں مراد خداوندی کو واضح کرنا۔ تاویل کا معنی ہے دو احتمالوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا۔ بِاٰرَائِنَا اپنی اراء سے، مُتَوَهِّمِیْنَ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ، گمان کرنیوالے اور خیال کرنیوالے۔ بِأَهْوَائِنَا اپنی خواہشوں، اَهْوَاء هَوًى کی جمع خواہشیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیدار خداوندی کے سلسلہ

میں جو احادیث صحیحہ وارد ہیں وہ حق ہیں۔ فَهُوَ اَیْ حَقٌّ یعنی وہ حق ہیں اور ان کی مراد کو بھی صاحب کلام جانتا ہے اس لئے ہمیں کسی قسم کی ایسی تاویل نہیں کرنی چاہیے جو قرآن و حدیث کے معانی کے خلاف ہو جیسے معتزلہ وغیرہ کرتے ہیں۔

نصوص متشابہ کی تفویض میں سلامتی ہے

{۴۱} فَاِنَّهُ مَا سَلِمَ فِی دِیْنِهٖ اِلاَّ مَنْ سَلَّمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَرَدَّ عِلْمَ مَا اشْتَبَهَ عَلَیْهِ اِلٰی عَالِمِهٖ

ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) تو بے شک اپنے دین میں کوئی محفوظ نہیں ہے مگر وہ شخص جس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کیلئے تسلیم وانقیاد اختیار کرلیا ہو (۱) اور اس پر جو علم مشتبہ ہوا اس کو اس کے جاننے والے کی جانب لٹادیا ہو (۲)

تشریح یعنی اس لئے کے دین کی ایسی باتوں میں وہی شخص سلامت رہتا ہے جو اپنے کو اللہ و رسول کے حوالے کردے (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (سورۃ الشعراء ع ۵ پارہ ۱۹)۔

ترجمہ: مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم۔ اور سلیم وہی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیا۔

اور ایسی (۲) مشتبہ چیزوں کی حقیقت کو اس کے جاننے والے (اللہ ورسول) کے حوالے کردے۔ اگر دینی مسائل میں کوئی شبہ پیدا ہو جس کو وہ حل نہیں سکتا تو جاننے والے کی طرف رجوع کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل)۔ ترجمہ: تم اہل علم سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ بغیر علم کے کسی مسلہ میں بات نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرئیل ۳۶)۔ ترجمہ: اور اے بندے جس چیز کا تجھے علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت پڑ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ (سورہ حج ۳)۔ ترجمہ: اور بعض ایسے لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر اور پیروی کرتے ہیں ہر سرکش شیطان کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوْا بِهٖ وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ اِلٰى عَالِمِهٖ (بخاری)۔ ترجمہ: جتنا تم جانتے ہو اس سے تو اس پر عمل کرو اور جو تم نہیں جانتے تو اس کو اس کے جاننے والے کی طرف سونپ دو۔ یہاں نصوص متشابہ کا حکم بیان کیا جارہا ہے۔

تسلیم و اطاعت کے بغیر اسلام نامکمل ہے

{۴۲} وَلَا تَثْبُتُ قَدَمُ الْاِسْلَامِ اِلَّا عَلٰى ظَهْرِ التَّسْلِيْمِ وَالْاِسْتِسْلَامِ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) اسلام کا قدم ثابت نہیں رہ سکے گا مگر ماننے اور فرمانبرداری کرنے کی پشت پر۔

تشریح: یعنی اسلام پر وہی شخص ثابت قدم رہ سکتا ہے جو قرآن و سنت کے سامنے سر تسلیم خم

کر کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دے۔ اور یہی اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ۱۹)۔ ترجمہ: بے شک دین اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ اسلام پر ہی ثابت قدم رہنا نجات کا ذریعہ ہے۔

اس کلام کا مقصد یہ ہے کے اس شخص کا اسلام درست اور مضبوط نہیں ہے جو کتاب و سنت کے نصوص کو تسلیم نہیں کرتا اور ان کی اطاعت سے اعراض کرتا ہے۔

اَلتَّسْلِيْمُ، تسلیم ماننا اَلْاِسْتِسْلَامُ، فرمابرداری کرنا۔ یعنی اصول دین وغیرہ میں عدم علم کی صورت میں کلام سے گریز کرنا لازمی ہے کیونکہ بے علم آدمی کو اپنے دینی امور میں بات کرنے کی اجازت نہیں۔ تسلیم سپرد کر دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ البقرہ ۱۳۱)۔ ترجمہ: جب فرمایا اس کو اس کے رب نے (اے ابراہیم) گردن جھکا دو عرض کی میں نے اپنی گردن جھکا دی سارے جہانوں کے پروردگار کے سامنے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ الانعام ۱۶۴)۔ ترجمہ: آپ فرمائیے بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ممنوع علم میں پڑنے والا متذبذب ہوتا ہے

{۴۳} فَمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حُظِرَ عَنْهُ عِلْمُهُ وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهْمُهُ حَجَبَهُ مَرَامُهُ عَنْ خَالِصِ التَّوْحِيدِ وَصَافِي الْمَعْرِفَةِ وَصَحِيحِ الْإِيمَانِ فَيَتَذَبْذَبُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ وَالتَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيبِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِنْكَارِ مُوَسْوَسًا تَائِهًا شَاكًّا زَائِغًا لَا مُؤْمِنًا مُصَدِّقًا وَلَا جَاحِدًا مُكَذِّبًا

(۱) ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) توجس نے طلب کیا اس چیز کے علم کو جس کا علم اس سے روک لیا گیا ہے اور اس کی فہم نے تسلیم وانقیاد پر قناعت نہیں کی تو اس کا مقصد اس کو روک دے گا خالص توحید سے اور صاف معرفت سے اور صحیح ایمان وتصدیق سے تو وہ متذبذب ہوگا کفر اور ایمان اور تصدیق وتکذیب اور اقرار وانکار کے درمیان دراحالیکہ وسوسہ والا ہوگا شک کرنے والا ہوگا نہ مؤمن مصدق ہوگا اور نہ جاحد مکذب ہوگا (۱)۔

تشریح (۱) یعنی لہذا جو شخص ایسی چیزوں کی تحقیق وخوض میں مشغول ہوگا، جس کی فہم اس کو نہیں دی گئی تو وہ توحید خالص، معرفت صافیہ اور ایمان صحیح سے دور ہی رہے گا۔ اور کفر و ایمان اور تصدیق اور تکذیب اور اقرار اور انکار میں ڈانواڈول، گرفتار وسوسہ، حیران و پریشان اور مبتلائے شک وتر ددرہے گا۔ اور نہ تو مومن مخلص بن پائے گا نہ منکر انکار کرنے والا۔

حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ نے خالص متکلمین اور فلاسفہ کے بارے میں ذکر کیا ہے جو کتاب وسنت سے روگردانی کرنے کی وجہ سے اضطراب وشک میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور ہر وقت تذبذب کا شکار ہوتے ہیں اس میں اس علم کلام اور علم فلسفہ کی مذمت بیان کی گئی

ہے جو کتاب وسنت اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ نیز امام طحاوی نے آیات متشابہات میں سلف وصالحین کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کی تاویل نہ کی جائے

۔شیخ حسن کافی فرماتے ہیں فیہ تحزیر شدید ان تکلم فی اصول الدین بل وفی غیرہ (نور الیقین) کہ اس میں سخت ڈرانا اس بات سے کوئی اصول دین میں بات کرے بلکہ دوسرے مسائل میں بھی۔ اس لئے کہ جن چیزوں کا علم نہیں ہوتا ان میں بات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (سورہ بنی اسرائیل ۳۶)۔ ترجمہ: اور اے بندے جس چیز کا علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل (ان سب جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ (سورہ حج ۳) ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا کی شان میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں اور شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ (القصص ۵۰)۔ ترجمہ: اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے آخر عمر میں علم کلام وفلاسفہ کے مسائل سے اعراض کیا تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو بخاری شریف آپ کے سینہ پر تھی۔ حضرت امام رازی رحمہ اللہ بھی اظہار افسوس کیا

کرتے تھے اور فرماتے تھے جب میں نے علم کلام اور علم فلسفہ کے طریقوں پر غور کیا تو میں نے بیماروں کے لئے شفا نہیں پائی اور نہ پیاسوں کے لئے سیرابی، پیاس دور کرنے کا سب سے بہتر طریقہ قرآن ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پائے استدالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود۔

عقلی دلائل لانے والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے اور لکڑی کا پیر بہت ہی کمزور ہوتا ہے۔

اسی طرح فلاسفہ کے دلائل کمزور ہوتے ہیں۔ جن سے عقائد میں پختگی ہرگز پیدا نہیں ہوتی کیونکہ فلاسفہ اور مناطقہ کے استدلال کتاب وسنت کے دلائل کی موجودگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ امام محمد عمر رازی رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے اقسام الذات میں تصنیف کی فرماتے ہیں:

نِهَايَةُ اِقْدَامِ الْعُقُوْلِ عِقَالُ وَغَايَةُ سَعْيِ الْعَالَمِيْنَ ضَلَالُ

عقل کی آخری منزل رک جانا ہے اور عالمین کی کوشش کے آخر گمراہی ہے

وَاَرْوَاحُنَا فِيْ وَحْشَةٍ مِنْ جُسُوْمِنَا وَحَاصِلُ دُنْيَانَا اَذًى وَّ وَبَالُ

ہمارے جسموں سے ہماری روحیں وحشت (گھبراہٹ، پریشانی) میں ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل رنج ومصیبت ہے۔

وَلَمْ نَسْتَفِدْ مِنْ بَحْثِنَا طُوْلَ عُمرِنَا سِوَى اَنْ جَمَعْنَا فِيْهِ قِيْلَ وَقَالُوا

اور سوائے قیل وقال جمع کرنے سے ہم نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا اپنی پوری عمر بحث مباحثہ کرنے سے

فَكَمْ قَدْ رَاَيْنَا مِنْ رِّجَالٍ وَّ دَوْلَةٍ فَبَادُوْا جَمِيْعًا مُسْرِعِيْنَ وَزَالُوْا

اور ہم نے بکثرت کے ساتھ حکمرانوں کو دیکھا کہ وہ تمام سرعت ورفتاری کے ساتھ تباہ وبرباد ہو گئے اور فنا ہو گئے۔

وَكَمْ مِنْ جِبَالٍ قَدْ عَلَتْ شُرُفَاتِهَا رِجَالٌ فَزَالُوْا وَالْجِبَالُ جِبَالُ

اور کتنے ایسے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیوں پر لوگوں نے سیر کیا، سیر کرنے والے ختم ہو گئے لیکن پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں میں نے متکلمین اور فلاسفہ کے اندازہ پر غور کیا لیکن ان کے علم سے کوئی بیمار شفایاب نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی علمی پیاس بجھ سکتی ہے۔ سمجھنے کیلئے مختصر راستہ قرآن کا راستہ ہے۔ (شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص ۱۴۷)

حل لغات: رَامَ، اس نے ارادہ کیا۔ حُظِرَ، روکا گیا، حُجِزَ منع کیا گیا۔ حُجَبَ، محروم ہو گیا۔ باز رکھا گیا۔ مَرَامَہ اس کا مقصد، مراد، فَيَتَذَبْذَب ادھر ادھر حیران ہوتا ہے۔ مُوَسْوِسٌ وسوسہ پیدا کرنے والا۔ تَائِهًا حیران ہونے والا، سرگشتہ۔ حُجِزَ روکا گیا ۔حَجَبَہٗ اس کو محروم کردے گا مَرَامُہٗ۔

رویت باری تعالیٰ میں معتزلہ کے عقیدے کی تردید

{۴۴} وَلَا يَصِحُّ الْاِيْمَانُ بِالرُّؤْيَةِ لِاَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لِمَنِ اعْتَبَرَهَا مِنْهُمْ بِوَهْمٍ اَوْ تَاَوَّلَهَا بِفَهْمٍ اِذْ كَانَ تَاْوِيْلُ الرُّؤْيَةِ وَتَاْوِيْلُ كُلِّ مَعْنًى يُضَافُ اِلَى الرُّبُوْبِيَّةِ بِتَرْكِ التَّاْوِيْلِ وَلُزُوْمِ التَّسْلِيْمِ وَعَلَيْهِ دِيْنُ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) اہل جنت کے لئے دیدار پر ایمان صحیح نہ ہوگا اس شخص کا جس نے رویت کا وہم سے اعتبار کیا یا فہم سے اس کی تاویل کی جبکہ رؤیت کی تاویل ہو اور ہر

اس صفت کی تاویل جو ربوبیت کی جانب مضاف ہو درست نہیں ہے۔تو رؤیت پر ایمان
درست نہ ہوگا مگر تاویل کو چھوڑنے کے ساتھ اور تسلیم کو لازم پکڑنے کے ساتھ اور اسی پر
مسلمانوں کا دین ہے۔

تشریح: یعنی جنتیوں کو دیدار الٰہی نصیب ہونے کے عقیدہ پر اس شخص کا ایمان صحیح نہ کہلائے
گا جو اس دیدار کو وہمی کہے یا اپنی فہم سے کوئی دوسری تاویل کرے۔رویت باری تعالیٰ
اور دیگر تمام صفات باری تعالیٰ میں صحیح تاویل (مطلب) یہی ہے کہ (انسانی) تاویلات کو
ترک کرکے کتاب وسنت کو تسلیم کرلیا جائے۔اور یہی مسلمانوں کا دین ہے۔
حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ معتزلہ اور ان کے ہم خیال فرقوں کا رد کرتے ہوئے
فرماتے ہیں، جولوگ دیدار خداوندی کی نفی بھی کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ
دیتے ہیں اور روئیت باری تعالیٰ کی تاویل فاسد کرتے ہیں ان کا ایمان درست نہیں ہے۔
مسئلہ روئیت خداوندی بعض کے نزدیک متشابھات میں سے ہے، اس کی تاویل میں نہیں
پڑنا چاہئے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیکَ الْکِتَابَ مِنْہُ اٰیَات ''مُحکَمَات'' ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ۔وَ اُخَرُ مُتَشَابِھَات'' فَاَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوْبِھِمْ زَیْغ'' فَیَتَّقُوْنَ مَاتَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَ ابْتِغَآءَ تَاوِیْلِہٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَرَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدَ رَبِّنَا** (ال عمران ۷)۔ترجمہ: وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر
کتاب اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں۔وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں
جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جنکے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں

گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔اور
پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے سب ہمارے رب کے پاس سے
ہے۔

مسئلۂ تاویل وتفویض

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں **و الادلۃ القطعیۃ قائمۃ علی التنزیھات فیجب ان یفوض الی اللہ تعالی علی ماھو داب السلف فی ایثار لطریق الاسلم او یاول بتاویلات صحیحۃ ما اختارہ المتاخرون دفعا لمطاعن الجاھلین و جزبا بالضبع القاصرین سلوکا للسبیل الاحکم** (شرح العقائد النسفیہ ص ۴۳)
اور تنزیہات پر دلائل یقینیہ قائم ہیں لھذا ضروری ہے کہ نصوص کا علم اللہ کے حوالہ کیا
جائے جیسا کہ متقدمین (سلف) کا طریقہ رہا ہے۔محفوظ طریقہ کو ترجیح دینے کی خاطر اور
مظبوط راہ پر چلنے کے لئے یا ان نصوص کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین نے
اختیار کیا ہے جاہلوں کے اعتراضات دفع کرنے اور کمزور مسلمانوں کا بازو تھامنے کے
لئے۔معلوم ہوا کہ عند الضرورت تاویل کرنا جائز ہے۔امام ابوجعفر طحاوی نے سلف کا
طریقہ اختیار کیا ہے۔اور وہ تاویل کا ترک کرنا ہے **اختار فی المتشابھۃ مذھب السلف وھو ترك تاویلہ**۔سلفی حضرات بھی بعض نصوص میں تاویل کرتے ہیں
۔تاویل فاسد نا جائز ہے۔اور تاویل صحیح ہے اور تاویل صحیح کے جواز کے دلائل صحیح ہوں جو
شرح قصیدۃ الطحاویہ میں مذکور ہیں۔تاویل بمعنی بیان اور تفسیر ہے۔اور اس کا ذکر قرآن
مجید کے آیات کثیرہ میں ہوا ہے، سورہ یوسف سورہ یوسف آیت ۱۰۰، سورہ کہف ۷۸، ۶،
وغیرہ۔

دین اسلام ایک ہی تھا اور شریعت مختلف تھیں:

عقیدۃ الطحاویہ کے متن کے بعض نسخوں اور بعض شروح میں مدرجہ ذیل عبارت بھی متن کا حصہ ہے۔ چنانچہ اور علامہ عبدالغنیمی لکھتے ہیں **وَعَلَيْهِ دِيْنُ الْمُرْسَلِيْنَ وَشَرَائِعُ النَّبِيِّيْنَ وهو مذهب سلف الصالحين صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين** (ص ۷۲)۔ اور اسی پر ہے رسولوں کا دین اور نبیوں کی شریعتیں۔ اور یہی مذہب سلف وصالحین کا۔ ان پر اللہ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان سب پر ہو۔

صاحب نور الیقین فی اصول الدین لکھتے ہیں **وَعَلَيْهِ دِيْنُ الْمُرْسَلِيْنَ** (اور اسی پر رسولوں کا دین ہے)۔ **هذا بيان ان الانبياء على طريقة واحدة فی الهدی والتوحيد** ص ۱۵۵ ۔ یہ بیان ہے کہ بیشک انبیاء ایک ہی طریقہ پر تھے ہدایت اور توحید کے اعتبار سے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے فرمایا **قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** (انعام ۷۱)۔ ترجمہ: آپ فرمایئے اللہ کی رہنمائی ہی حقیقی رہنمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم گردن جھکا دے سارے جہانوں کے رب کے سامنے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ** (سورہ الشوری ۱۳)۔ ترجمہ: اس نے مقرر فرمایا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جو ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا ہم نے حکم دیا ابراھیم موسیٰ (علیہ السلام) کو کہ اسی دین کو قائم رہنا اور تفرقہ نہ ڈالنا۔ اس میں سارے نبیوں کا دین ایک ہی تھا اور وہ اسلام ہے لیکن شرائع مختلف تھیں اور الگ الگ تھیں۔ اس ایت میں بتایا گیا ہے

کہ دین اسلام میں سب کا ایک ہی تھا (صرف شریعتیں عبادت کے طریقیں مختلف تھے)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا** (مائدہ ۴۸)۔ ہر ایک کے لئے بنائی ہم نے تم میں سے ایک شریعت اور عمل کی راہ۔

حل لغات: دار السلام، جنت کا گھر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ** (سورہ یونس ۲۵)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ جنت کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَلسَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ** (سورہ حشر ۲۳)۔ ترجمہ: سلامتی دینے والا امن دینے والا۔ جنت کو دار السلام اس لئے کہا گیا کہ وہ ہر آفات سے سلامتی والا ہے۔ **لان من دخلها سلم من الآفات والعيب.** (نور الیقین ص ۱۵۴)۔ اس لئے کہ جو اس میں داخل ہو گیا وہ آفات اور عیبوں سے سلامت رہا۔ **اِعْتَبَرَ هَا** جس نے دیدار کا اعتبار کیا۔ **تَاْوِيْلُ كُلِّ مَعْنًى** ہر صفت کی تاویل کرنا۔ **يُضَافُ** منسوب کیا جائے۔ **لُزُوْمُ التَّسْلِيْمِ** تسلیم کو لازم پکڑنا، ضروری ماننا مراد اور سپرد کرنا۔ **اِسْتِسْلَامُ** تابعداری کرنا۔

صفات کی نفی کرنے والا دین سے پھر گیا

{۴۵} وَمَنْ لَّمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ وَالتَّشْبِيْهَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّنْزِيْهَ

ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) اور جو شخص صفات کی نفی اور تشبیہ سے نہیں بچا وہ (راہ راست) سے پھسل گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کو نہیں پایا (۱)۔

تشریح (۱) یعنی جو شخص جناب باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنے سے نہ بچا اور (اسی

طرح) وہ شخص جوصفات کومشابہ مخلوق قرار دینے سے نہ بچا وہ گمراہ ہوااور وہ تنزیہ کے
راستہ پر نہ چلا۔امام ابوجعفر احمد طحاوی نے یہاں فرقہ معطلہ ۔مذہب مشبہ اور معتزلہ کارد
فرمایا ہے۔
شیخ عبداللہ ھرری فرماتے ہیں وَ الْمَعْنَى اَنَّ مَنْ لَّمْ يَجْتَنِبْ وَ يَحْتَرِزْ عَنْ تَعْطِيْلِ
صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ عَنْ تَشْبِيْهِهٖ بِالْمَخْلُوْقِيْنَ فِيْ صِفَاتِهٖ زَلَّ وَ لَمْ يُصِبِ التَّنْزِيْهَ اَىْ
تَنْزِيْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ هُوَ تَعْظِيْمُهٗ وَ تَقْدِيْسُهٗ عَنْ مُشَابَهَةِ خَلْقِهٖ۔ اور معنی یہ ہے کہ جونہیں بچ
سکا اللہ تعالی کی صفات کو معطل قرار دینے سے اور اس کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے سے اس
کی صفات میں تو وہ پھسل گیا اور اللہ کی تنزیہ کو نہ پا سکا اور اللہ کی تنزیہ اس کا پاک ہونا ہے
مخلوق کی مشابہت سے۔ مَنْ لَّمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ اور جو تشبیہ کی نفی سے نہ بچا اور وہ محفوظ نہ
رہ سکا صفات اور دیدار خداوندی کا انکار کیا وہ دین حق کے راستے سے پھسل گیا کہ وہ
صفات کے انکار اور تشبیہ دینے سے نہ بچا تو وہ تنزیہ (پاک) تک رسائی نہ حاصل کر سکا
اور اپنے گمان میں جس سے بھاگا تھا اسی میں گر پڑا۔اس لئے ایمان کی سلامتی کے لئے
ضروری ہے صفات کی نفی اور دیدار خداوندی کے انکار سے بچے۔

صفات وحدانیت وفردیت میں یکتا ہے

{۴۶} فَاِنَّ رَبَّنَا جَلَّ وَ عَلَا مَوْصُوْفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ مَنْعُوْتٌ بِنُعُوْتِ
الْفَرْدَانِيَّةِ لَيْسَ فِيْ مَعْنَاهُ اَحَدٌ مِّنَ الْبَرِيَّةِ

ترجمہ: (ہم کہتے ہیں) تو بیشک ہمارا پروردگار بزرگ اور بلند وحدانیت کی صفات کے
ساتھ متصف ہے اور فردانیت اللہ تعالی کی صفتوں کے ساتھ منعوت ہے، مخلوق میں سے

کوئی اس کا ہم وصف نہیں ہے، اس جیسی صفات والا نہیں۔

تشریح (۱) جان لو کہ مخلوق کی صفتوں میں سے کوئی صفت اللہ تعالی میں نہیں پائی جاتی
کیونکہ ہمارا رب فردانیت، واحدانیت کی صفتوں سے متصف ہے۔اور اس کی سب صفتوں
کو دل سے مانے۔ اللہ تعالی نے بعض صفات اپنے لئے ثابت کی ہیں چنانچہ اللہ فرماتا
ہے والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم (سورہ بقرہ، آیت ۱۶۳)۔
ترجمہ: اور تمہارا خدا ایک خدا ہے، نہیں کوئی خدا بجز اس کے بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم
فرمانے والا ہے۔
سورہ اخلاص میں صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ
الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ۔ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ ترجمہ: اے حبیب کہہ
دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی
اس کا کوئی ہمسر ہے۔
وحدانیت فردانیت کی صفتیں اسی کے لائق ہیں اور مخلوق میں سے کوئی فرد اس کے برابر
نہیں۔ وحدانیت تنہا ہونا، یکتا ہونا، فردانیت اکیلا ہونا۔ یعنی اللہ تعالی ذات
وصفات اور اسماء وافعال میں یکتا اور اکیلا ہے۔
اللہ تعالی فرماتا ہے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ (سورہ انعام، آیت ۱۰۱)۔ ترجمہ: موجد ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ کیونکر ہو سکتا
ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی۔

جہات ستہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں

{۴۷} وَتَعَالٰی عَنِ الْحُدُوْدِ وَالْغَايَاتِ وَالْاَرْكَانِ وَالْاَعْضَآءِ وَالْاَدَوَاتِ وَلَاتَحْوِيْهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدَعَاتِ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) اللہ تعالی حدود وغایات، اعضاء اور ارکان اور ادوات سے بلند و برتر ہے (۱) اور نہ اور پیدا کردہ چیزوں کی طرح جہات ستہ (چھ طرفیں) اس پر حاوی ہیں (۲) (اس کو گھیرے ہوئے نہیں)

تشریح (۱) حل لغات: حُدُوْدٌ، حَدٌّ کی جمع بمعنی چھ طرفیں غَايَاتٌ، غَايَةٌ کی جمع بمعنی آخر۔ انتہا، اَرْکَان، رُکْنٌ کی جمع، وہ چیز جس سے قوت حاصل کی جاتی ہے۔ آعْضَاءُ عُضْوٌ کی جمع جسم کے حصے، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ۔ اَدَوَات، اَدَاتٌ کی جمع ہتھیار، برتن، حروف، جِهَاتُ سِتَّة (چھ طرفیں مشرق، مغرب جنوب و شمال، اوپر، نیچے) کسائر المبتدعات بقیہ ساری مخلوقات کی طرح نہیں ہے۔

اس میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرقہ مجسمہ اور فرقہ مشبہ کا رد کیا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی کے لئے جسم واعضاء ثابت کرتے ہیں اور مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ نیز فرقہ معطلہ و معتزلہ کے نظریہ کا بھی رد کیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ بذاتہ ہر جگہ موجود ہے۔ اور اپنی مخلوق میں حلول کئے ہوئے ہے اور ہر مکان میں موجود ہے۔ امام ابو منصور محمد ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں **وقد کان ولا مکان فھو علی ما کان یتعالیٰ عن الزمان والمکان** (کتاب التوحید ص ۱۷۳ مطبوع مکتبہ الرشاد استانبول)۔ اور اللہ

تعالیٰ تھا اور مکان نہیں تھا تو وہ اسی طرح ہے۔ اللہ زمان و مکان سے برتر ہے۔ حدیث میں ہے **کان اللہ ولم یکن شئ غیرہ**۔ اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے سوا نہ تھی۔

(۲) کہ اللہ تعالی کو چھ جہتیں حاوی نہیں ہوتی جس طرح کہ مخلوقات کو حاوی ہوتی ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالی کو کوئی مخلوق احاطہ نہیں کر سکتی بلکہ اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔ ترجمہ: اور وہ اللہ تعالی ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

للہ تعالی فرماتا ہے سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل ۴۳)۔ ترجمہ: وہ پاک ہے اور وہ بہت برتر اور بالا ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (سورہ نساء)۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (نساء)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ واسع حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (نجم)۔ ترجمہ: اور بیشک تیری رب ہی کی طرف انتہاء ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (علق)۔ ترجمہ: تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ (زخرف ۸۴)۔ ترجمہ: اور وہ آسمان میں معبود ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی الوھیت آسمان میں ہے نہ کہ اس کی

ذات ہے۔

علامہ شجاع الدین ھبۃ اللہ فرماتے ہیں **ارادبه ثبوت الالوهية فی اسماء لا ثبوت ذاته** (شرح عقیدہ الطحاویہ ص ۱۱۲)۔اوراسی طرح اس فرمان خداوندی میں ہے **وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ** (انعام ۳)۔ترجمہ: اوروہ اللہ آسمانوں اورزمین میں ہے یعنی اس کی الوھیت آسمان وزمین میں ہے نہ اس کی ذات۔

اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ** (مجادلہ ۷)۔ ترجمہ: نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ۔ترجمہ: وہ تمہارے ساتھ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ترجمہ: ہم اس کے زیادہ قریب ہیں شاہ رگ سے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے اپنے بندوں کے ساتھ ہے اوراس کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ**۔ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے نزدیک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَهُوَ القاهر فوق عباده** (انعام ۷۸)۔ترجمہ: اوروہ اپنے بندوں پرغالب ہے۔

الفوقية من حيث القهر والمكانة لا من حيث العلو والمكان فانه لا تمدح فيه اذا الحارس قد يكون فوق السطان فى المكان

وطريقة السلف اسلم من الوقوع فى التاويل لا يكون مرادا وطريقة الخلف احكم (شرح عقیدۃ الطحاوی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ** (سورۃ الفتح ۱۰)۔ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ** (سورۃ ص ۷۵)۔ ترجمہ: کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَثَمَّ وَجْهُ الله** (سورۃ بقرۃ ۱۱۵)۔ترجمہ: وہیں ذات خداوندی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ** (سورۃ الرحمٰن ۲۷)۔ترجمہ: اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ** (سورۃ مائدۃ ۱۱۶)۔ ترجمہ: تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

اوراسی طرح احادیث پاک میں صفات باری تعالیٰ کا ذکر آیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَصنَيتَ عَلٰى نَفْسِكَ** (ابو داود، مسلم، ترمزی) **اِنَّ قُلُوْبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اُصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ** (مسند امام احمد) **اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا** (مسلم) **لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ**

تَقُولُ: هَل مِن مَّزِيد؟ حتى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ العِزة قَدَمَهُ فَيَنزَوِي بَعضُهَا إِلَى بَعضٍ وَتَقُولُ: قَط قَط (بخاری کتاب التوحید) اوراس قسم کی اور حدیثیں بھی ہیں ان کے ظاہری ہی معنی لینے چاہئے اوران کی مراد کو کہنے والے کے سپرد کر دینا چاہئے۔

وجہ (چہرا) ید (ہاتھ) نفس (ذات) قبضہ (مٹھی) یمین (دایاں) ساق (پنڈلی) عین (آنکھ) علو (بلندی) فوق (اوپر) استواء (قصد کرنا) قدم (پاؤں) مجیء (آنا) قریب (نزدیک ہونا) معیت (ساتھ ہونا)۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالی فوق عالم ہے کہ جہاں مخلوق کی انتہاء ہوتی ہے تو وہ ساری مخلوق کے اوپر ہے تو اس اعتبار سے اللہ تعالی کو جھت میں قرار دینا صحیح ہے: وَمَعْنَاهُ اَنَّهُ فَوْقَ الْعَالَمِ حَيْثُ اِنْتَهَتِ الْمَخْلُوْقَاتُ فَهُوَ فَوْقَ الْجَمِيْعِ عَالِى عَلَيْهِ (المنحة الالهية ۸)

اوراگران عرشی حضرات سے یہ پوچھا جائے کہ جب یہ مخلوقات اور عرش نہیں تھا تو تب اللہ تعالی کہاں تھا؟ کیا اس وقت بھی عالم نہ ہونے کی صورت میں فوق العالم تھا؟ تو اس کا کیا جواب ہوگا!۔حق تو یہ ہے جس طرح وہ زمان ومکان عرش وفرش کو پیدا کرنے سے پہلے تھا اب بھی وہ ویسے ہی ہے۔اور جب یہ چیزیں فناہ ہوجائیں گی تب بھی وہ ہوگا۔بعض کا امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی کی اس عبارت کو الحاقی اور غلط قرار دینا بلاتحقیق ہے بلکہ یہ تو تمام ائمہ متکلمین کی تحریرات کے مطابق ہے۔جو بات دل کو پسند نہ آئے اس کو بلاتحقیق انکار کردینا کوئی علمی خدمت نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کی تنگ نظری ہے اوراسی طرح اس عبارت کی بنا پر اللہ تعالی کی صفات متشابھات کے انکار کرنے کا بھی الزام لگانا بڑی جہالت کی بات

ہے۔اورمناسب تاویل کرنے سے صفات باری تعالی کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔بلکہ یہ ایک مغالطہ ہے جو بعض لوگ دیتے رہتے ہیں۔

اسراء ومعراج

{۴۸} وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَاُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ ﷺ وَعُرِجَ بِشَخْصِهِ فِی الْيَقَظَةِ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ اِلٰی حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْعُلاٰ وَاَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِمَا شَآءَ وَاَوْحٰی اِلَيْهِ مَا اَوْحٰی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی فَصَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) معراج برحق ہے(۱) اور بیشک نبی ﷺ کو (رات) کے وقت سیر کرائی گئ اور بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ اسمان پر لے جایا گیا جہاں تک اللہ تعالی نے چاہا بلندیوں پر۔اور جس چیز کے ساتھ اللہ نے چاہا اپ ﷺ کو عزت بخشی اور اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ان کے دل نے جھوٹ نہیں بولا جو انھوں نے دیکھا (سورہ نجم ۱۱) اوران پر دنیا وآخرت میں اللہ کی رحمتیں ہوں۔

تشریح: یعنی اسراء اور معراج برحق وثابت ہے، کہ نبی ﷺ کو رات میں اسراء معراج کرائی گئی،اور بحالت بیداری نبی کریم ﷺ کو بنفس نفیس آسمان پر لے جایا گیا،اور پھر وہاں سے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی شایان شان

آپ ﷺ کا استقبال فرمایا، اور جو کچھ چاہا اس کا حکم (وحی) فرمایا: **وصلی اللہ علیہ فی الاخرۃ والاولی** (آپ پر درود ہو، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

عُرِجَ اٹھایا گیا، لے جایا گیا۔ العلی بلندی، اولی دنیا

(۱) اس عظیم الشان معجزہ مصطفی ﷺ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: **سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرَی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہُ لِنُرِیَہُ مِنْ آیَاتِنَا اِنَّہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ** (سورہ بنی اسرائیل ۱)۔

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے خاص بندہ کو لے گیا رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیاں بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

عَبْدٌ روح و جسم دونوں پر بولا جاتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو اسراء و معراج روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوئی ہے۔

قرآن کریم کے چند اشرف مقامات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عبد فرمایا ہے۔

(۱) **وَاِنْ کُنْتُم فِی رَیْبٍ مِمَّا نزلنا علیٰ عَبْدِنَا** (بقرہ ۲)۔ ترجمہ: اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ بندے پر)۔

(۲) **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الکتاب** (سورہ کہف ۱)۔ ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے بندے پر کتاب۔

(۳) **تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ** (سورہ فرقان ۱)۔ ترجمہ: بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا فرقان کو اپنے بندہ پر۔

(۴) **فَاَوْحَی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحَی** (سورہ نجم ۱۰)۔ ترجمہ: پس وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

(۵) **وَ اَنَّہُ لما قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ** (سورہ جن ۱۹)۔ ترجمہ: اور جب کھڑا ہوتا ہے اللہ کا بندہ

(۶) **اَرَایْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی** (سورہ اقرا)۔ ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا ہے اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

(۷) **سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرَی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا** (سورہ اسراء)۔ ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے خاص بندہ کو لے گیا رات کے تھوڑے سے حصہ میں (حاشیہ شرح قصیدہ النونیہ ص ۱۰)

(۸) **اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ** (سورہ زمر ۳۶)۔ ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔

اسی طرح کلمہ شہادت میں اور نماز میں بھی **عبدہ و رسولہ** پڑھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مقام عبدیت مخلوق میں سب سے بلند اور بالا ہے۔

اور معراج کا ذکر کے ساتھ سورہ نجم میں بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرَی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَأْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّہٖ الْکُبْرٰی** (سورہ نجم ۱۸)۔

ترجمہ: اور انہوں نے اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتھی کے پاس اسی کے پاس جنت الماوی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ درماندہ ہوئی (چشم مصطفی) اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی یقیناً انھوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

رسول ﷺ کے سفر معراج اور اسراء کا مقصد اپنی قدرت کی نشانیاں دکھانا تھا اور عظمت رسول ﷺ کو بھی ظاہر کرنا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (سورہ اسراء)۔ ترجمہ: تاکہ ہم دکھائیں آپ ﷺ کو اپنی قدرت کی نشانیاں (اس میں اسراء و معراج کی حکمت بیان کی گئی ہے اور اس سفر کی غرض وغایت ذکر کی گئی ہے)۔

تو وہ آپ ﷺ نے نشانیاں دیکھیں۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ ترجمہ: البتہ تحقیق آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

اسراء مسجد حرام سے بیت المقدس تک قطعی ہے کیونکہ قرآن سے ثابت ہے اور زمین سے آسمان تک خبر مشہور سے ثابت ہے۔ پھر آسمان سے جنت یا عرش وغیرہ تک خبر آحاد سے ثابت ہے (شرح عقائد نسفی) زیادہ تفصیل راقم الحروف کی کتاب معراج مصطفی ﷺ میں ہے۔

حوض کوثر

{ ۴۹ } وَالْحَوْضُ الَّذِیْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ غِيَاثًا لِاُمَّتِهٖ حَقٌّ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) وہ حوض جس کے ساتھ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز بخشا ہے، آپ کی امت کی سیرابی کے لئے حق ہے (۱)۔

تشریح یعنی حوض کوثر جو اکرام و اعزاز کے طور پر آپ ﷺ کو دی گئی ہے وہ برحق اور ثابت ہے۔

حوض کے معنی ہیں پانی کا جمع ہونا اور بہنا۔ اصطلاح میں پانی کے جمع ہونے کو حوض کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے دو حوض ہیں: ایک میدان محشر میں، دوسرا جنت میں۔ دونوں کا نام کوثر ہے۔ محشر والے حوض کا پانی مسلمانوں کو وزن اعمال سے ہی پہلے ملے گا (مرقاۃ)

علامہ عبدالغنی الغنیمی لکھتے ہیں ان للنبی ﷺ حوضين كلاهما يسمى الكوثر احدهما قبل الصراط والثانی فی الجنة (شرح عقائد الطحاویہ)، بیشک نبی ﷺ کے دو حوض ہیں۔ ان دونوں کو کوثر کہا جاتا ہے۔ ایک ان میں سے پل صراط سے پہلے ہوگا، اور دوسرا جنت میں۔ اور یہ کَوْثَر رسول کریم ﷺ کو عطاء کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (سورہ کوثر ۱)۔ ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطاء فرمایا۔

جن احادیث میں حوض کوثر کا ذکر ہے وہ حد تواتر تک پہنچتی ہیں اور تیس سے زائد صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ ان احادیث میں جو حوض کے اوصاف بیان کئے ان کا خلاصہ قاضی علی بن ابی العز الدمشقی متوفی ۷۹۲ھ یوں بیان کرتے ہیں **اَنَّهٗ حَوْضٌ عَظِيْمٌ، وَمَوْرِدٌ كَرِيْمٌ، يَمُدُّ مِنْ شَرَابِ** الجنة، من نهر الكوثر الذی هو اشد بياضا من اللبن، وابرد من الثلج، واحلى من العسل، واطيب ريحا من المسك، **وَهُوَ فِیْ غَايَةِ** الاتساع، عرضه وطوله سواء، كل زاوية من زواياه مسيرة شهر۔ وفی بعض الاحاديث: انه كلما شرب من وهو فی زيادة واتساع، وانه ينبت فی حال من المسك والرضراض من اللؤلؤ قضبان الذهب، ويثمر الوان الجواهر، فسبحان الخالق الذی لا يعجز

شیء (شرح عقیدۃ الطحاویہ ۳۴۸)۔حوض کے بیان میں کہ وہ بہت بڑا حوض ہے عظمت
وشرف والا پانی کا گھاٹ ہے۔نہر کوثر جنت کی نہر ہے۔اس میں پانی گرے گا جو دودھ
سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ شیریں، کستوری سے زیادہ خوشبودار
ہوگا۔بہت زیادہ وسیع عریض ہوگا۔اس کا طول عرض مساوی ہوگا، اس کے ایک زاویہ کی
مسافت ایک ماہ طے ہوگی۔ایک روایت میں ہے اس جس قدر پی لیا جائے گا اس سے
زیادہ وسعت میں ہوجائے گا۔اس کے وسط سے کستوری موتی اور سونے کی سلاخیں ہوں
گیں۔رنگارنگ کے موتی نمودار ہوں گے۔پس پاک ہے وہ خالق جو کسی چیز کے پیدا
کرنے سے عاجز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم سے پہلے حوض پر ہوں گا جس کا مجھ پر گزر ہو گا وہ پانی پی
لے گا اور جس نے پانی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔اسی لئے فرمایا غَیَاثًا لا متہ اپنی
امت کی پیاس اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے آپ کو عطا کیا گیا ہے۔

یا اللہ ہمیں قیامت کے دن آب کوثر سے سیراب فرمانا، اور نبی ﷺ کی شفاعت
میں شفاعت نصیب فرمانا۔آمین العبد الداعی ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

شفاعت رسول اللہ ﷺ

{۵۰} وَالشَّفَاعَةُ الَّتِی ادَّخَرَهَا لَهُمْ حَقٌّ كَمَا رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) وہ شفاعت جس کو رسول اللہ ﷺ نے امت کے لئے ذخیرہ
بنا رکھا ہے، حق ہے۔(۱) جیسا کہ احادیث میں مروی ہے۔(۲)۔

تشریح (۱) یعنی قیامت کے دن وہ شفاعت بھی ہوگی جس کا نبی کریم ﷺ سے وعدہ کیا
گیا ہے، قرآن واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے، اور قرآن مجید میں بھی شفاعت کا ذکر آیا
ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورہ محمد ۱۹)۔ترجمہ: مغفرت طلب کریں اپنے لئے اور مومن مردوں
اور مومن عورتوں کیلئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا **انا اول شافع واول مشفع مسلم**۔ میں سب سے پہلا
شفاعت کرنے والا ہے اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے۔**وهذه
الشفاعة لاهل الجمع فی تعجیل الحساب والاراحة من طول الوقوف
وهی الشفاعة العظمی فی فصل القضاء یوم القیامة وهی مختصة
بنبینا محمد ﷺ ولم ینکرها احد وهی المقام المحمود۔**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء ۷۹)۔
ترجمہ: یقینا فائز فرمائے گا اپ کو اپ کا رب مقام محمود پر۔

وهی المقام الذی یحمده فیه الاولون والاخرون (شرح العقیدۃ الطحاویہ
لعلامہ عبد الغنی الغنیمی ص ۷۹)۔یہ وہی مقام محمود ہے جس میں اپ ﷺ کی پہلے اور
پچھلے سب ہی تعریف کریں گے۔

بالجملہ روز روز محمد است وجائے جائے اوست ومقام مقام او وسخن او ومہمان است دیگر ان
طفیلی اند قرآن مجید خطاب (تکمیل الایمان ص ۸۶)۔غرضیکہ یہ دن محمد ﷺ کا ہوگا۔یہ
مقام مقام محمود ہے اور یہ بات بھی آپ ہی کو زیب دے گی کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان

ہوں گے دوسرے سارے طفیلی ہوں گے۔

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورہ ضحیٰ ۶)۔ ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوجائیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ۔ ترجمہ: مجھے تو مرتبہ شفاعت عطاء کیا گیا ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ الشَّفَاعَةِ غَيْرَ فَخْرٍ (ترمذی)۔ ترجمہ: قیامت کے دن میں انبیاء کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت کرنیوالا ہوں گا اور یہ کچھ فخر کی سے نہیں (بلکہ بطور تحدیث نعمت کے)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (ترمذی)۔ ترجمہ: کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنیوالوں کے لئے ہے۔

اور شفاعت کے متعدد مقامات ہوں گے، اور بہت سے نیک بندے شفاعت کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یشفع یوم القیامة ثلاثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء (المشکوٰۃ ص ۴۹۵ بحوالہ۔ ابن ماجہ)

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

یا اللہ ہمیں قیامت کے دن شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب فرمانا۔ آمین۔

عہد میثاق (عہد الست)

{۱۵} وَالْمِيْثَاقُ الَّذِیْ اَخَذَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهٖ حَقٌّ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) وہ پختہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے لیا برحق ہے۔(۱)

تشریح (۱) یعنی وہ وعدہ جو اللہ تعالی نے حضرت آدم اور ان کی اولاد سے لیا تھا حق ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس عہد میثاق کا ذکر سورہ اعراف کی ایت ۱۲۴ میں آیا ہے۔

صدر الاسلام ابوالسیر محمد بزدوی فرماتے ہیں قَالَ عَامَّةُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى اَخَذَ الْمِيْثَاقَ عَلَى الذُّرِّيَّةِ فَاَخْرَجَ مِنْ صُلْبِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الذُّرِّيَّةَ وَهُوَ مَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالَى خَلْقَهُ فَاَعْطَاهُمُ الْعَقْلَ وَالْحَيَاةَ ثُمَّ خَاطَبَ الْكُلَّ فَقَالَ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَئٍ عَلِيْمٌ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمًا (سورہ احزاب) (اصول الدین ص ۲۱۱)۔ ترجمہ: اہل سنت کے سارے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عہد میثاق لیا تھا اولاد آدم سے جب ان کو اللہ نے پیدا کیا تھا آدم علیہ السلام کی پشت سے۔ تو اللہ نے ان کو حیات اور عقل عطاء فرمائی پھر ان سب کو مخاطب کیا اور فرمایا: کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں تو ہمارا رب ہے, بیشک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اَلَسْتُ از ازل ہم چناں شاں بگوش — بفرماید قَالُوْا بَلٰی درخروش

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (سورہ احزاب ۷)۔ ترجمہ: اور (اے حبیب) یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح، ابراھیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی، اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (ال عمران ۸۱)۔ ترجمہ: اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کو جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی، (اس کے بعد) فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ نے) فرمایا: تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اہل جنت و دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہے

{۵۲} وَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَا لَمْ يَزَلْ عَدَدَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ وَعَدَدَ مَنْ يَّدْخُلُ النَّارَ جُمْلَةً وَّاحِدَةً فَلَا يَزْدَادُ فِيْ ذٰلِكَ الْعَدَدِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے (اپنے) علم ازلی میں یکدم ان لوگوں کو جان لیا جو جنت میں داخل ہوں گے اور جو جہنم میں داخل ہوں گے، تو اس عدد (تعداد) میں نہ اضافہ

ہوگا اور نہ کمی۔ سب کو دفعۃً ازل (ہمیشہ) ہی سے جانتا ہے کہ کتنے آدمی جنت میں اور کتنے آدمی دوزخ میں داخل ہوں گے ان کی تعداد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی (۱)۔

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل ہی سے جنت میں داخل ہونے والے اور جہنم میں جانے والے تمام انسانوں کی تعداد کا علم ہے، اس میں نہ تو کمی ہوگی نہ زیادتی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (سورۃ الشوریٰ ۷)۔

ترجمہ: قیامت کے دن ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بڑھکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (سورہ جن ۲۸)۔ ترجمہ: اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورہ انفال ۷۵)۔ ترجمہ: بیشک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

نیز اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورہ احزاب ۴۰)۔ ترجمہ: اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

معلوم ہوا اللہ کریم ازل سے ابد تک اس صفت کے ساتھ موصوف ہے کہ اس کو ہر چیز کا علم ہے۔ کبھی بھی علم سے قبل جہل کا تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (سورہ مریم ٦٤)۔ترجمہ: اور آپ کا رب بھولنے والانہیں ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں تو فرمایا: جانتے ہو یہ دو کیا کتابیں ہیں؟۔ہم نے عرض کیا: نہ یارسول اللہ، مگر آپ ہمیں بتائیں۔تو آپ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی: یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔تو نہ ان میں کسی کا اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہوسکتا ہے کبھی بھی۔

پھر آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا: یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے۔اس میں اہل دوزخ کے نام اور ان کے اباواجدا داور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے کہ اب نہ تو ان میں کسی کا اضافہ ہوسکتا ہے نہ ان سے کوئی کم ہوسکتا ہے کبھی بھی۔

حضور کے صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا: یارسول اللہ پھر عمل کس لیے ہے؟ اگر اس کام سے فراغت ہوچکی ہے۔آپ نے فرمایا: اَپنے عمل کو طریقہ حق کے مطابق کرو، اور خدا کا قرب تلاش کرو کہ بیشک جنتی انسان کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا وہ جیسے بھی عمل کرتا تھا۔اور دوزخی انسان کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہوگا چاہے وہ جو عمل بھی کرتا تھا۔

پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کتابوں کو پھینک دیا۔ پھر فرمایا: تمھارا رب بندوں کے کام سے فارغ ہو چکا ہے۔ایک گروہ جنت میں جائے گا

اور ایک گروہ دوزخ میں (مشکوۃ)۔

بندوں کے افعال کو جانتا ہے

{۵۳} وَكَذٰلِكَ اَفْعَالُهُمْ فِيْمَا عَلِمَ مِنْهُمْ اَنْ يَّفْعَلُوْهُ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) ایسی ہے ان کے افعال ان چیزوں میں سے جن کو اللہ نے جان لیا ہے کہ بندے ان کو کریں گے (۱)۔

تشریح (۱) یعنی یہی حال بندوں کے افعال کا ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یہ کہ وہ کرنے والے ہیں۔ جس طرح اللہ ازل سے جانتا ہے لوگوں کی تعداد کیا ہے اور کس قدر تعداد جنت میں جائے گی اور کس قدر تعداد دوزخ میں اور اس فیصلہ میں ردوبدل اور کمی بیشی نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالی بندوں کے افعال اور اعمال کو بھی جانتا ہے ان کے کے کرنے سے پہلے جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ الصافات)۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو، اور جو تم کام کرتے ہو۔

اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ (سورہ ملک)۔ترجمہ: کیا نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالی صفت علم سے ازل سے موصوف ہے اس کا داعی ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورہ)۔ترجمہ: اور اللہ ہر چیز

کو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (سورہ)۔ترجمہ: اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ (سورہ مجادلہ ۶)۔ترجمہ: اللہ نے اس کو شمار کر رکھا ہے اور وہ اس کو بھول گئے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے افعال واقوال اور ان کے اچھے اور برے انجام کو جانتا ہے۔

بندہ وہی کرے گا جس کے لئے پیدا کیا گیا

{۵۴} وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) ہر ایک کے لئے وہ کام آسان ہے اس چیز کے لئے جس کے واسطے اس کو پیدا کیا گیا ہے(۱)۔

(۱) چنانچہ ہر ایک کے لیے وہ کام جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا آسان کر دیا گیا۔ فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ایک حدیث کا حصہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی شخص تم میں سے نہیں ہے مگر اس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں لکھدیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم لوگ اپنے نوشتۂ تقدیر پر بھروسہ کیوں نہ کریں۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟۔ آپ نے فرمایا اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ (مسلم)۔ عمل کرو کہ ہر انسان کے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا

ہوا۔ اگر وہ سعادت مند لوگوں سے ہے تو اس کے لئے اہل سعادت کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے اور اگر بدبخت لوگوں میں سے ہے تو اس کے لئے بدبختیوالے عمل آسان کر دئے جاتے ہیں تو پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى۔ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (سورہ اللیل ۱۰)۔ ترجمہ: پھر جس نے راہ خدا میں اپنا مال دیا اور اس سے ڈرتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لئے آسان راہ۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لئے مشکل راہ۔

علامہ حسن کافی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جِدُّوْا فِي الْعَمَلِ وَاجْتَهِدُوْا وَلَا تَدْعُوا اَعْمَالَكُمْ مُحْتَجِّيْنَ بِالْقَضَاءِ وَالْقَدْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى دَعَاكُمْ اِلٰى طَاعَتِهٖ وَاَمَرَكُمْ بِالْمُجَاهَدَةِ (نور الیقین ص ۱۶۵)۔ ترجمہ: معنی اس کا یہ ہے کہ تم عمل کرنے میں محنت کرو اور پوری کوشش کرو اور مسئلہ تقدیر قضاء وقدر سے استدلال کرتے ہوئے اپنے اعمال کو مت چھوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی اطاعت وعبارت کی طرف بلایا ہے اور اعمال صالحہ میں کوشش اور جدوجہد کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ سراقہ بن مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہمارے دین کے بارے میں بتائیں گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ عمل کا تعلق دور حاضر کے ساتھ کیسا ہے۔ کیا تقدیر کے ساتھ اور جو قلم نے لکھدیا ہے اس کے ساتھ ہے یا ہر مستقبل کے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تقدیر کے ساتھ اور جو کچھ قلم نے لکھ دیا ہے اس کے ساتھ ہے۔ حضرت سراقہ نے کہا پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت

ہے۔آپ نے فرمایا عمل کرو ہر شخص کو توفیق دی جاتی ہے۔(مسلم)

یا اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے ایمان کی سلامتی عطاء فرما اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

العبد العاجز ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

اعمال کا اعتبار خاتمہ (ایمان) پر ہے

{۵۵} وَالْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ

ترجمہ: اور اعمال کا اعتبار خاتمہ (انجام) پر ہوتا ہے (۱)۔

تشریح (۱) اور ہر عمل کا (مقبول وغیر مقبول ہونے) اعتبار کے خاتمہ سے ہوگا۔ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان البتہ دوزخیوں والے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوتا ہے اور جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہے (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اعتبار خاتمے کا ہے اور خاتمہ کا کسی کو علم نہیں ہے۔

کسی نے بہت خوب کہا ہے

حکم مستوری ومستی ہمہ خاتمت است　　کسی ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

ترجمہ: انسان کے پوشیدہ وغفلت ومستی کے حالات کا دارومدار خاتمے پر ہے۔کسی کو علم نہیں کہ آخر وقت وہ کس حالت سے گزرے گا۔

یا اللہ اپنی ذات وصفات کے وسیلہ جلیلہ سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی برکت سے ہمیں ایمان وجان اور مال واولاد کی سلامتی عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں نیک بختی عطاء فرما بد بختی سے بچا۔

چشم دارم از گناہ پاکم کنی　　پیش ازیں اندر لحد حاکم کنی

اندراں دم کز بدن جانم بری　　از جہاں با نور ایمانم بری

آمین

سعادت وشقاوت قضاء الٰہی سے ہے

{۵۶} وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: اور نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالی کے فیصلہ سے نیک بخت بنا ہوا اور بد بخت وہ ہے جو اللہ تعالی کے فیصلہ سے بد بخت بنا (۱)۔

تشریح (۱) اس لئے کہ سعادت وھدایت ہے اور شقاوت وگمراہی یہ دونوں اللہ تعالیٰ قضاء اور اس کی مشیت سے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍ وَمَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ (سورہ زمر ۳۷)۔ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں۔اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

(۲) نیک بخت وہ ہے جس کے نیک بخت ہونے کا اللہ نے فیصلہ کر دیا، اور بد بخت بھی وہ

جس کے بد بخت ہونے کا اللہ نے فیصلہ کر دیا۔

امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ سعید شقی نہیں ہوسکتا اور نہ شقی سعید۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شقی نیک بخت بن جاتا ہے اور کبھی نیک بخت بد بخت ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلی اسعاد واشقا میں نہیں ہوتی۔ حضرت وحشی اور حضرت ابوسفیان قبل از اسلام بد بخت تھے پھر نیک بخت بن گئے۔ فرعون کے جادوگر کافر تھے۔ مؤمن بن گئے۔

ابو یسر محمد بزدوی کے فرماتے ہیں قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اِنَّ الشَّقِيَّ يَصِيْرُ سَعِيْدًا وَالسَّعِيْدَ يَصِيْرُ شَقِيًّا حَتّٰى قَالُوْا اِنَّ اِبْلِيْسَ حِيْنَ كَانَ رَئِيْسَ الْمَلَائِكَةِ كَانَ سَعِيْدًا عَلَى الْحَقِيْقَةِ ثُمَّ صَارَ شَقِيًّا وَوَحْشِي وَاَبُوْ سُفْيَانَ قَبْلَ اِسْلَامِهِمَا كَانَا شَقِيَّيْنِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ ثُمَّ صَارَا سَعِيْدَيْنِ حِيْنَ اَسْلَمَا وَهٰكَذَا كُلُّ كَافِرٍ اِذَا اَسْلَمَ يَصِيْرُ سَعِيْدًا بَعْدَمَا كَانَ شَقِيًّا وَكَذَا اِذَا ارْتَدَّ يَصِيْرُ شَقِيًّا بَعْدَمَا كَانَ سَعِيْدًا وَكَانَ عَدُوَّ اللّٰهِ حَالَ كُفْرِهٖ ثُمَّ يَصِيْرُ حَبِيْبَ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْاِسْلَامِ وَكَانَ حَبِيْبَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَالَةَ الْاِسْلَامِ فَيَصِيْرُ عَدُوَّ اللّٰهِ حِيْنَ كَفَرَ وَلِهٰذَا جَازَ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا (اصول الدین ۱۷۳)۔ ترجمہ: اہل سنت وجماعت نے فرمایا ہے کہ بد بخت نیک بخت ہوسکتا ہے اور نیک بخت بد بخت ہوسکتا ہے یہاں تک کہ ابلیس نیک بخت تھا جب وہ فرشتوں کا سردار تھا پھر بد بخت ہو گیا اور وحشی اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما دونوں شقی تھے پھر اسلام لانے سے وہ نیک بخت ہو گے تھے، اسی طرح ہر وہ آدمی جو اسلام لائے نیک بد بخت ہوتا ہے بد بخت ہونے کے بعد، اور مرتد بد بخت ہو جاتا ہے نیک بخت ہونے کے بعد۔ اور آدمی کفر کی حالت میں اللہ کا دشمن ہونے کے بعد اسلام لانے سے وہ نیک بخت ہو جاتا ہے اور جو اللہ کا محبوب تھا اسلام کی حالت میں اللہ کا دشمن ہو جاتا ہے مرتد ہو جانے سے۔ تو

اس لئے جائز ہے کہنا ہر مومن کیلئے، میں پکا مومن ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سورہ انفال ۳۸)۔ ترجمہ: فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا۔

اللہ تعالیٰ اسلام سے قبل کئے ہوئے گناہ کی بخشش ثابت فرمائی ہے کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے لئے غفران ہے۔ اسلام سے پہلے کیئے ہوے جرم معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز ارشاد خداوندی ہے يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ (سورہ رعد ۳۹)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور توبہ کو ثابت رکھتا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (سورہ رحمن ۲۹)۔ ترجمہ: ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ دونوں آیتیں سعید کا شقی، شقی کو سعید ہونے کے جواز میں دلیل ہیں، اور تغیر وتبدیل بندے کے فعل اور صفت میں ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی صفتوں میں۔

امام ابوحفص عمر نسفی فرماتے ہیں **والسعيد قد يشقى والشقي قد يسعد** (عقائد نسفی)۔ نیک بخت کبھی بد بخت بن جاتا ہے اور بد بخت کبھی نیک بخت بن جاتا ہے۔

یا اللہ ہمیں ہر قسم کی بد بختی اور خاتمہ سوء سے محفوظ فرما، آمین یا رب العالمین۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے

[۵۷] وَاَصْلُ الْقَدَرِ سِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ خَلْقِهٖ لَمْ يَطَّلِعْ عَلٰى ذٰلِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ

ترجمہ: اور تقدیر کی اصل اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سلسلہ میں اللہ کا ایک راز ہے جس پر کوئی

مقرر فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہوا ہے۔(۱)

تشریح (۱) یعنی خلوق کے بارے میں نوشتہ تقدیر دراصل الہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے، جس سے اللہ کے بتائے بغیر نہ تو کوئی مقرب فرشتہ واقف ہے نہ کوئی نبی رسول۔ اور تقدیر پر ایمان لانا ارکان ایمان میں سے ایک اہم رکن ہے اور حق تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے اور راز تو وہی ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدا ہو۔ اسی نے مخلوق کو پیدا کیا، وہی فنا کرتا ہے، وہی فقیر بناتا ہے اور وہی مال دار بناتا ہے، وہی موت دیتا ہے اور زندہ کرتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے تم اس راز کو مت کھولو۔

یعنی اس میں بحث ومباحثہ مت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (سورہ قمر ۴۹)۔ ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا۔

اللہ فرماتا ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (سورہ فرقان ۲)۔ ترجمہ: اور اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا تو اس کا خوب اندازا کیا۔ تقدیر کے راز کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اس میں گفتگو کرنا اور زیادہ غور وفکر کرنا رسوائی اور محرومیت کا ذریعہ ہے۔ ایمان رکھئے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہر خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (تکویر ۳۰)۔ ترجمہ: جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوتا۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: فرمادیجئے سب کچھ اللہ ہی کی طرف

سے ہے **والقدر من الغیب الذی استاثرہ اللہ تعالیٰ بعلمہ وجعلہ مکتوما من خلقہ الا ما شاء اظہارہ من غیبہ الی بعض رسلہ لیکون معجزۃ لہ وحجۃ علی من ارسلہ الیھم۔ لقولہ تعالیٰ** فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن ۲۶) (نور الیقین) اور تقدیر کا مسئلہ اس علم غیب سے ہے جس کو الہ نے چھپا رکھا ہے اپنے علم میں اس کو چھپا ہوا راز بنالیا ہے اپنی مخلوق سے مگر جو چاہے اظہار کرنا اس کا اپنے غیب سے اپنے بعض رسول کی طرف تاکہ وہ ہو معجزہ اس رسول کے لئے اور حجت ان پر جن کی طرف اللہ نے رسول بناکر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق۔ غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورہ نمل ۶۵)۔ ترجمہ: فرمادیجئے آسمان اور زمین والے غیب نہیں جانتے، صرف اللہ جانتا ہے۔ اس آیت میں غیب سے مراد جمیع غیب ہے جس پر اللہ تعالیٰ کسی نبی اور فرشتہ کو مطلع نہیں کرتا۔

اِنَّمَا يُطْلِعُ عَلٰى بَعْضِ الْغَيْبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهٖ مِنْ مَّلَائِكَةٍ وَّ اَنْبِيَاءَ وَاَوْلِيَاءَ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن ۲۷) (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۲۱۹)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مطلع کرتا ہے بعض غیب پر فرشتے اور انبیاء اور اولیاء سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرما

لیا ہو۔

العقیدۃ الطحاویہ کہ بعض نسخوں میں اصل التقدیر ہے، تقدیر کی اصل اور حقیقت تو مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔یعنی تقدیر ایک راز ہے اس راز کو کوئی نہیں جانتا۔امام ابوجعفر طحاوی نے مسئلہ تقدیر کو ایک جگہ بیان نہیں کیا بلکہ متفرق مقامات میں مختلف طریقوں سے تا کہ مسئلہ تقدیر کی اھمیت واضح ہو۔

مسئلہ تقدیر میں زیادہ غور وفکر کرنا موجب ہلاکت ہے

{۵۸}وَالتَّعَمُّقُ وَالنَّظَرُ فِی ذٰلِکَ ذَرِیعَۃُ الْخُذْلَانِ وَسُلَّمُ الْحِرْمَانِ وَدَرَجَۃُ الطُّغْیَانِ فَالْحَذَرَ کُلَّ الْحَذَرِ مِنْ ذٰلِکَ نَظَرًا وَفِکْرًا وَوَسْوَسَۃً فَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَوَی عِلْمَ الْقَدَرِ عَنْ اَنَامِہٖ وَنَهَاهُمْ عَنْ مَرَامِہٖ کَمَا قَالَ فِی کِتَابِہٖ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ (سورہ الانبیا ۲۳) فَمَنْ سَأَلَ لِمَ فَعَلَ فَقَدْ رَدَّ حُکْمَ الْکِتَابِ وَمَنْ رَدَّ حُکْمَ الْکِتَابِ کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ

ترجمہ: اور اس میں غور وفکر کرنا رسوائی کا ذریعہ ہے اور حرمان کا زینہ ہے اور سرکشی کا درجہ ہے۔تو پورا پرہیز ضروری ہے اس سے (تقدیر میں گھسنے سے) باعتبار نظر وفقر اور وسوسہ کے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے علم کو اپنی مخلوق سے چھپایا ہے پس جس نے سوال کیا یہ کیوں کیا؟ تو اس نے کتاب کے حکم کو رد کر دیا اور جس نے کتاب کے حکم کو رد کیا وہ کافرین میں ہوگا (۲)۔

تشریح (۱) التعمق والنظر کسی چیز کی طلب وحصول میں غور کرنا۔مبالغہ کرنا اور

مناظرہ کرنا اس چیز کے حاصل کرنے اور پانے کے لئے۔اَلذَّرِیْعَۃُ۔ اَلْوَسِیْلَۃُ، اَلدَّرَجَۃُ، سُلَّم " سب متقارب المعنی ہیں۔یعنی بمعنی ذریعہ اور وسیلہ نیز خذلان (رسوا کرنا)، حرمان (محروم ہونا) طغیان (سرکشی)۔البتہ ان میں اتنا فرق ہے کہ خُذلَان نصرت کے مقابل، حِرمَان ظفر کے مقابل، طُغیَان استقامت کے مقابل ہے۔نَظَرًا فِکرًا اور وَسوَسَۃً یہ ترکیب میں تمیز ہے جس کے ذریعہ سے پوشیدگی کو دور کیا جاتا ہے۔ وَالْحَذَرَ۔یہ منصوب ہے یعنی اَلْزِمِ الْحَذَرَ کُلَّ الْحَذرِ۔ کہ ہر طرح سے تم بچنا لازم پکڑو کہ مسئلہ تقدیر میں مت جھگڑو۔کُلَّ الْحَذرِ تاکید ہے۔انام مخلوق انسان، جن، فرشتے۔مَرَامِہٖ اس کی طلب وتلاش فَمَن سَئَلَ لِمَ فَعَلَ توجس نے سوال کیا اور اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا ہے تو اس نے کتاب اللہ کے حکم کو رد کر دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں یہ سوال نہیں کیا جا سکتا۔اس مقام پر متکلمین کے کلام کی انتہا اس پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْأَلُوْنَ (سورہ انبیاء ۲۳)۔

ترجمہ: اللہ جو کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوسکتی جبکہ مخلوقات سے پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ۔ترجمہ: جسے چاہے رحمت سے نوازے۔

یعنی مسئلہ تاکید کے بارے میں فکر وگہرائی میں جانے کی کوشش درماندگی اور اصول اسلام سے برگشتگی کا سبب ہے۔لہٰذا اس بارے میں فکر ونظر اور خیال ووہم سے بھی دور رہیے۔ اللہ رب العزت نے علم تقدیر کو اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہے اور مخلوق کو اس کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ جو کرے اس بارے میں سوال نہیں کیا جاتا اور ہاں! لوگوں سے باز پرس ہوگی۔پس جو دریافت کرے کہ یہ اللہ نے

کیوں کیا؟ اس نے اس حکم قرآنی کو نہ مانا، اور جو حکم قرآنی کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

(۲) جاننا چاہیے کہ عبودیت اور ایمان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو ماننے پر ہے اور اوامر ونواھی اور شرائع کی حکمت کے متعلق سوال نہ کرنے پر ہے لھذا سب کو دل سے مانے۔ اس قسم کے سوالات سے بچے کہ اس کا حکم اللہ نے کیوں دیا، فلاں بات سے منع کیوں کیا گیا۔ اور یہ کیوں مقرر کیا، وہ ایسا کیوں نہیں ہوا وغیرہ سوالات درست نہیں ہیں۔ یہ سب باتیں ایمان وتسلیم اور اسلام کے خلاف ہیں۔ ع

رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ

علم موجود اور علم مفقود میں کیا فرق ہے

{۵۹} فَهٰذَا جُمْلَةُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ مَنْ هُوَ مُنَوَّرٌ قَلْبُهٗ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالٰى وَهِيَ دَرَجَةُ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ لِاَنَّ الْعِلْمَ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَوْجُوْدٌ وَعِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَفْقُوْدٌ فَاِنْكَارُ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ كُفْرٌ وَادِّعَاءُ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ كُفْرٌ وَلَا يَثْبُتُ الْاِيْمَانُ اِلَّا بِقَبُوْلِ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ وَتَرْكِ طَلَبِ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ

ترجمہ: پس یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کا محتاج ہے وہ شخص جس کا دل منور ہو اللہ کے دوستوں میں سے ہے اور یہی راسخین فی العلم کا درجہ ہے اس لئے کہ علم دو ہیں ایک علم مخلوق میں موجود ہے، اور ایک علم مخلوق میں مفقود ہے اور انکار کفر ہے اور علم مفقود کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے، اور ایمان صحیح نہ ہوگا مگر علم موجود کو قبول کرنے سے اور علم مفقود کی طلب کو ترک کر دینے سے(۱)۔

تشریح (۱) یہاں **فھذا اشارۃٌ اِلٰی مَا تَقَدَّمَ مِمَّا یَجِبُ اِعْتِقَادُہٗ وَالْعَمَلُ بِہٖ** سے اشارہ ان باتوں کی طرف ہے جن کا یقین کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور ان باتوں کو اللہ کے دوستوں نے تسلیم کیا ہے جن کے دل کمال یقین کے ساتھ روشن اور منور ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ نور ۳۵)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ھدایت دیتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے۔

درجۃ مرتبہ **رَاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ** جو علم میں بہت پختہ ہیں

علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) **والعلم المفقود ھو الغیب وکالعلم ببعض التفاصیل، وحقیقۃ الذات الٰھیۃ وقیام الساعۃ** (شرح کبیر)۔ علم مفقود سے مراد علم غیب ہے جیسے علم بعض تفصیلی باتوں کا اور حقیقت ذات الٰہی کا علم اور قیامت قیام ہونے کا۔

(۲) علم موجود سے شریعت کا وہ علم مراد ہے جو کتاب وسنت میں موجود ہے۔ علم مفقود سے لازمی ہے مراد تقدیر الٰہی کا علم ہے جس کو کائنات سے پوشیدہ رکھا ہے اور اس کو اپنی مخلوق سے لپیٹ لیا ہے یا وہ علم غیب ذاتی مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (سورہ انعام ۵۹)۔ ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ نمل ۶۵)۔ ترجمہ:

آپ فرما دیجئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو اسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالی کے اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے بتائے بغیر کوئی پوشیدہ بات کو نہیں جانتا ہے اور جو اللہ تعالی کے بتائے بغیر علم غیب پوشیدہ باتوں کے جاننے کا دعوی کرے تو وہ کافر ہے۔ اسی طرح عطاء الٰہی کا انکار کرنا بھی کفر ہے ۔اللہ تعالی جسے چاہے غیب کی خبریں عطاء فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (سورہ نساء ۱۱۳)۔ترجمہ: اور سکھا دیا اپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ تعالی کا اپ پر فضل عظیم ہے۔
اللہ تعالی فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (سورہ)۔ ترجمہ: اور اتاری ہم نے اپ پر کتاب کو جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (سورہ رحمن)۔ترجمہ: خدائے مہربان نے قرآن سیکھایا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن ۲۷)۔ ترجمہ: اللہ غیب کو جاننے والا ہے پس وہ اگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بخبر اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا (غیب کی تعلیم کے لئے)۔ حضرت عبداللہ عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اچھی صورۃ (صفت) میں۔ اللہ تعالی نے فرمایا تباؤ بلند رتبہ فرشتوں کی جماعت کس بارے میں جھگڑ رہی ہے۔ میں نے عرض کیا تو بہتر جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں پس اللہ تعالی نے اپنا دست پاک میرے

دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی تو مین نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور آپ نے یہ ایت تلاوت کی وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (مشکوۃ ص۶۹)۔ترجمہ: اور اسی طرح ہم دکھاتے تھے ابرھیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تاکہ وہ یقین کرینوالوں سے ہوں۔ اس کی شرح میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کو تمام کلی وجزی علوم عطا کر دئے گئے اور اپ کا علم تمام (مخلوق) کو محیط ہو گیا **(اشعۃ اللمعات)**۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ ضروری باتیں تھیں، اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کے لیے جن کے قلوب روشن ہیں، یہ لوگ راسخین فی العلم کے مرتبہ پر فائز ہیں، کیوں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ علم جو مخلوق کو دیا گیا، اور دوسرا وہ جو مخلوق میں مفقود ہے (یعنی نہیں دیا گیا)۔ پس موجود علم کا انکار کفر ہے اور مفقود علم میں رسائی کا دعوی بھی کفر ہے۔ اور ایمان تب ہی سلامت رہ سکتا ہے جب موجود کو مانا جائے اور مفقود کی طلب کو ترک کر دیں۔

لوح وقلم پر ایمان لانا

{۲۰} وَنُؤْمِنُ بِاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَجَمِیْعِ مَافِیْهِ قَدْ رُقِمَ

ترجمہ: اور ہم ایمان لاتے ہیں لوح (۱) اور قلم پر (۲) اور ان تمام باتوں پر جو قلم سے لکھی گئی ہیں۔

تشریح (۱) یعنی ہم لوح اور قلم اور جو کچھ اس میں لکھا ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ یہ برحق اور ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِی لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ (سورہ بروج)۔ ترجمہ: بلکہ وہ قرآن بزرگی والا لوح محفوظ میں ہے۔

لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ چونکہ وہ ہر قسم کے تغیر وتبدل اور دست رازی سے محفوظ ہے اسلئے اس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔ اور لوح محفوظ عرش کے اوپر ہے جیسے حدیث میں آیا ہے فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ (بخاری کتاب بدء الخلق)۔ ترجمہ: تو وہ اس کے پاس ہے عرش کے اوپر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے خبر دی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہے اَنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ (بخاری ومسلم)۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں والغرض منه الاشارة الی ان اللوح المحفوظ فوق العرش (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۲۶)۔ لوح سے مراد وہ تختی ہے جس پر مخلوق کی تقدیر لکھی گئی ہے۔

علامہ عبدالغنی میدانی لکھتے ہیں وَهُوَ جِسْمٌ عَظِيْمٌ نُوْرَانِیٌّ كَتَبَ فِيْهِ الْقَلَم بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ (شرح عقیدة الطحاویه)۔ لوح کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے ہمارے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔

(۲) اور اسی طرح قرآن مجید میں قلم کا ذکر بھی آیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (سورہ قلم)۔ ترجمہ: قسم ہے قلم کی اور وہ جو لکھتے ہیں۔

نیز قلم کی شان میں ارشاد الٰہی ہے عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (سورہ اقرء)۔ ترجمہ: اللہ نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے ان میں سے قلم الٰہی بھی ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا بیشک سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس کے لئے فرمایا کہ لکھو!۔ اس قلم نے عرض کی کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ!

تو قلم نے لکھ دیا وہ سب کچھ جو ہو چکا اور جو ابد تک ہوگا۔ لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (سورہ یسین ۱۲)۔

ترجمہ: اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے ہم نے لوح محفوظ میں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُسْتَطَرٌ (سورہ قمر)۔ ترجمہ: اور ہر بڑی چھوٹی چیز لوح محفوظ میں تحریر کر دی گئی ہے۔

اور لوح محفوظ سے مراد وہ کتاب ہے جس میں تمام مخلوق کی تقدیر لکھی ہوئی ہے اور قلم سے مراد وہ قلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ لوح محفوظ میں تمام کائنات کی تقدیر تحریر فرمائی

نیز قلموں کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلا قلم عام ہے جو تمام مخلوقات کو شامل ہے، دوسرا قلم جس نے حضرت آدم کے پیدا ہونے کی خبر دی، تیسرا قلم جس کے ساتھ شکم مادر میں بچے کے بارے میں لکھا جاتا ہے، چوتھا قلم وہ کراما کاتبین کے ہاتھ میں ہوتا ہے (شرح العقیدة الطحاویة)

نفع ونقصان کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے

{۶۱} فَلَوِ اجْتَمَعَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ اَنَّهُ كَائِنٌ لِيَجْعَلُوْهُ غَيْرَ كَائِنٍ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا كُلُّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ لِيَجْعَلُوْهُ كَائِنًا لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: پس اگر جمع ہوجائے ساری مخلوق کسی ایسی چیز پر جس کو اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے یہ کہ یہ ہوگی تا کہ وہ مخلوق اس کو نہ ہونے والی بنادے، تو وہ اس پر قادر نہ ہوگی اور اگر ساری مخلوق کسی ایسی چیز پر جمع ہوجائے جس کو اللہ تعالی نے اس میں لکھا (تا کہ وہ مخلوق) اس کو ہونے والی بنادے تو وہ اس میں قادر نہیں ہوں گے۔ قلم خشک ہو چکا ہے اس چیز کے بارے میں جو قیامت تک ہونے والی ہے(۱)

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالی نے جس چیز کے ہونے کو لکھ دیا، تو ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس کو نہ ہونے والی نہیں کرسکتی۔ اسی طرح ساری مخلوق جمع ہو کر جس چیز کے ہونے کو نہیں لکھا، اس کے ہونے والی بنا دینا چاہیں تو یہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھ دیا ہے۔ اس عقیدۃ کی شرح اس حدیث میں بیان کی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ

رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (رواہ الترمذی شرح عقیدۃ الطحاویہ ۳۵۵)۔ ترجمہ: کہ رسول ﷺ نے فرمایا جان لو! کہ اگر امت ایک ہوجائے اس بات پر کہ تجھے کسی چیز کا فائدہ دیں تو تجھے فائدہ نہ دے سکے گی سوائے اس کے جسے اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ اگر یہ لوگ جمع ہوجائیں کہ تجھے کسی بات کا ضرر دیں تو تجھے ضرر نہ دے سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے خلاف لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھائے گئے ہیں صحیفے خشک ہوگئے ہیں (ترمذی)۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورہ یونس)۔ ترجمہ: اور اگر اللہ تعالی تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو اسے اللہ کے سوا کوئی روک نہیں سکتا اور اگر فائدہ دینا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازتا ہے وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

جو مقدر میں ہے وہی ملتا ہے

{۶۲} وَمَا اَخْطَاءَ الْعَبْدَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ وَمَا اَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ

ترجمہ: اور ہم (ایمان لاتے ہیں) جو چیز بندے سے چوک گئی (اس تک نہیں پہنچی) وہ اس کو پہنچ نہیں سکتی اور جو چیز اس کو پہنچتی ہے وہ اس سے چوک نہیں سکتی ہے (اس کو مل جائے گی)(۱)۔

تشریح (۱) یعنی وہ سب لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا۔ (یعنی یہ کام تو ہو چکا)۔ بندے نے

جو کچھ خطا کی وہ اس میں درستگی کو پانے والا بھی نہ تھا، اور جہاں اس نے درستگی دکھائی وہ وہاں خطا کرنے والا بھی نہ تھا۔

اس عقیدہ کی تشریح اس حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا **اِحۡفَظِ اللہَ تَجِدۡهُ اَمَامَکَ تَعَرَّفۡ اِلَی اللہِ فِی الرَّخَاءِ یَعۡرِفۡکَ فِی الشِّدَّةِ وَاعۡلَمۡ اَنَّ مَا اَخۡطَاءَکَ لَمۡ یَکُنۡ لِیُصِیۡبَکَ وَمَا اَصَابَکَ لَمۡ یَکُنۡ لِیُخۡطِئَکَ وَاعۡلَمۡ اَنَّ النَّصۡرَ مَعَ الصَّبۡرِ وَاَنَّ الۡفَرَجَ مَعَ الۡکَرۡبِ وَاَنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا (البیان شرح اربعین ص ۱۱۸ شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۳۵۵)**۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو یاد رکھ تو اس کو سامنے پائے گا۔ اللہ کی طرف متوجہ رہ خوش حالی میں وہ سختی کے وقت تیری طرف دھیان رکھے گا۔ جان لو کہ جو بات تجھے نہ پہنچی وہ تجھ تک پہنچنے والی نہ تھی اور جو بات تجھے پہنچی وہ تجھ سے گزرنے والی نہ تھی اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور فراخی تنگی کے ساتھ ہے اور آسانی سختی کے ساتھ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ جس چیز سے بندہ محروم رہے تو وہ اس کی قسمت میں نہیں تھی اور جو مل گئی وہ مل کر رہنی تھی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں جو بہر حال پورے ہو کر رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَا اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا (سورہ حدید ۲۲)۔ ترجمہ: روئے زمین پر جو مصیبت آتی ہے اور مصیبت تمھارے اوپر طاری ہوتی ہے وہ سب سے پہلے لکھی ہوتی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم پیدا کریں اس کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللہُ لَنَا (سورہ توبہ ۵۱)۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ ہمیں ہرگز کوئی تکلیف نہیں آئے گی، ہاں مگر جو اللہ نے ہماری تقدیر لکھدی ہے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے

مَا قَضَی اللّٰهُ کَائِنٌ لَا مَحَالَه   وَالشَّقِیُّ الۡجَهُوۡلُ مَنۡ لَّامَ حَالَه

ترجمہ: اللہ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ لامحالہ (ضرور) ہو کر رہے گا اور بدبخت جاہل ہے جو اَپنے حال پر ملامت کرتا ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

اِقۡنَعۡ بِمَا تُرۡزَقُ یَا ذَا الۡفَتٰی   فَلَیۡسَ یَنۡسٰی رَبُّنَا نَمۡلَهُ

اے نوجوان جو رزق تجھے دیا جا رہا ہے اس پر قناعت کر ہمارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اِنۡ اَقۡبَلَ الدَّهۡرُ فَقُمۡ قِیَامًا   وَاِنۡ تَوَلّٰی مُدۡبِرًا نَمۡ لَهُ

اگر زمانہ تجھے صاحب اقبال کردے تو تجھے اس کیلئے اَپنے آپ کو کھڑا کرنا چاہئے اور زمانہ پیٹھ پھیر جائے تو تو بیٹھ جا اس لئے کہ سب کچھ تقدیر کے ساتھ ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۲۱۳)۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں

{۶۳} وَعَلَی الۡعَبۡدِ اَنۡ یَّعۡلَمَ اَنَّ اللہَ قَدۡ سَبَقَ عِلۡمُهٗ فِیۡ کُلِّ کَائِنٍ مِنۡ خَلۡقِهٖ فَقَدَّرَ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرًا مُحۡکَمًا مُبۡرَمًا لَیۡسَ فِیۡهِ نَاقِضٌ وَلَا مُعَقِّبٌ وَلَا مُزِیۡلٌ وَلَا مُغَیِّرٌ وَلَا مُحَوِّلٌ وَلَا نَاقِصٌ وَلَا زَائِدٌ مِنۡ خَلۡقِهٖ فِیۡ سَمٰوٰتِهٖ وَاَرۡضِهٖ

ترجمہ: اور بندے پر لازم ہے کہ اس بات کو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی مخلوق میں

سے ہر موجود ہونے والی چیز سے متعلق پہلے ہی موجود ہے(۱)۔اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی مشیئت کے ساتھ محکم اور قطعی تقدیر کے ساتھ ایک اندازے سے مقرر کیا ہے جس کو کوئی توڑنے والا نہیں اور نہ اس کو کوئی پیچھے ہٹانے والا ہے اور نہ کوئی زائل کرنے والا ہے اور نہ اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل کرنے والا اور نہ اس کو کوئی پھیرنے والا ہے اور نہ اس میں کوئی کمی اور زیادتی کرنے والا ہے اس کی ارضی اور سماوی مخلوق میں سے۔

تشریح (۱) یعنی بندے کو یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کا علم ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم (پختہ) ہے اور آسمان وزمین میں نہ کوئی اس کا مخالف ہے نہ باز پرس کرنے والا، نہ کوئی اس کو ختم کرسکتا ہے نہ بدل سکتا ہے، نہ کوئی کم کرسکتا ہے۔

ہر انسان کو یہ اعتقاد ویقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تمام مخلوقات کے بارہ میں اس کا علم پہلے سے موجود ہے اور ہر چیز کی تقدیر لکھدی ہے اور اس کے علم کے مطابق تمام چیزیں وجود میں اتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جانتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (سورہ ملک ۱۴)

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا خبردار ہے۔

اس میں معتزلہ کا رد ہے کیونکہ وہ انکار کرتے ہیں اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی نہیں ہے کہ اللہ بندوں کے افعال کو نہیں جانتا۔ہاں جب بندے سے کوئی کام لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے۔علماء کرام فرماتے ہیں کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر

مبرم، تقدیر معلق۔تقدیر مبرم اللہ کا مستحکم نہ بدلنے والا فیصلہ ہے جس کو مخلوق میں کوئی ٹال نہیں سکتا، نہ اس میں کوئی تغیر وتبدیل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَھَا وَمَا یُمۡسِکۡ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ (سورہ فاطر ۲)۔ترجمہ: جو کچھ کھول دے اللہ رحمت سے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ وہ روک لے اس کو کوئی چھڑا دینے والا نہیں اس کے بعد۔

تقدیر معلق اللہ تعالیٰ کا کسی حکم کو کسی عمل پر معلق کردینا ہے مثلا اللہ تعالیٰ لوح محفوظ میں کسی شخص کو لکھدیا کہ اگر اس نے حج کیا تو اس کی عمر بیس سال ہوگی اور اگر حج نہیں کیا تو اس کی عمر پندرہ سال ہوگی۔یہ تقدیر کی وہ قسم ہے جس میں شرط کے مطابق کمی وزیادتی۔تغیر و تبدیل ہوتی ہے۔تقدیر کی اسی قسم کے متعلق ارشاد باری ہے یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ وَعِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ (سورہ رعد ۳۹)۔ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے (الدرس الحاوی بحوالہ مرقاۃ ص ۱۲۶)۔

عقیدہ طحاویہ کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے وَلَا یَکُوۡنُ مُکَوَّنٌ اِلَّا بِتَکۡوِیۡنِہٖ وَالتَّکۡوِیۡنُ لَا یَکُوۡنُ اِلَّا حَسَنًا جَمِیۡلًا (عقیدۃ الطحاویہ مع الحواشی ص ۸۰) (شرح عقیدۃ الامام الطحاوی ص ۱۰۳)۔اور کوئی مکون (مخلوق) نہیں ہوتی مگر اس کی تکوین سے اور صفت تکوین نہیں ہوتی مگر اچھی اور خوبصورت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صُنۡعَ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّہٗ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ (سورۃ النمل ۸۸)۔ترجمہ: یہ کاریگری ہے اللہ کی جس نے اپنی حکمت سے مضبوط بنایا ہر

چیز کو۔ بیشک وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

مسئلہ تقدیر اصول ایمان سے ہے

{۶۴} وَذٰلِکَ مِنْ عَقْدِ الْاِیْمَانِ وَاُصُوْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالْاِعْتِرَافُ بِتَوْحِیْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرُبُوْبِیَّتِهٖ کَمَا قَالَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ (وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا) وَقَالَ تَعَالٰی (وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا)

ترجمہ اور یہ عقیدہ ایمان، اصول معرفت، اور اعتراف توحید اور اقرار ربوبیت کے لیے سب ضروری ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے، اور ہر ایک کی تقدیر متعین کر دی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقدر کردہ تقدیر کی طرح ہے (سورہ احزاب ۳۸)(۱)

تشریح (۱) یعنی مذکورہ چیزیں عقائد و معرفت کے اصول ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کا اعتراف کہلاتی ہیں۔ وَالْاِعْتِرَافُ بِالرَّفْعِ عَطْفٌ عَلَی الْمَصْدَرِ الْمُتَأَوَّلِ مِنْ اَنْ یَّعْلَمَ اَیِ الْوَاجِبُ الْعِلْمُ وَالْاِعْتِرَافُ۔

ترجمہ: اور لفظ اعتراف رفع کے ساتھ عطف ہے ان یعلم مصدر متأول پر یعنی واجب ہے علم اور اعتراف کرنا۔ عقد پختہ کرنا، کَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اللہ کا حکم مقرر ہو چکا تھا۔ عقیدۃ الطحاویہ کے محشی لکھتے ہیں لان الایمان لا یتقوم الا بالمعرفة واساس المعرفة الاعتراف بتوحید الله تعالیٰ والتوحید لا یتم الا بامرین الاول التوحید بالخلق بانه لا خالق الا الله ولا مکون

الا الله ثم التوحید فی الربوبیة بانه لا رب الا الله ولا نافع ولا ضار الا الله ولا قیوم الا الله والثانی التوحید فی الامر بانه لا شارع الا الله ولا حاکم الا الله وان الحکم الا الله امر ان لا تعبدوا الا ایاه وخلقه کله حسن جمیل وامره کله حسن عدل وکل واحد من هذین التوحیدین لا یتم الا بالاعتراف بالتقدیر بان لا مقدر الا الله (ص ۸۰)۔

مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے والا مریض دل ہے

{۶۵} فَوَیْلٌ لِّمَنْ صَارَ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِی الْقَدَرِ خَصِیْمًا وَاَحْضَرَ لِلنَّظَرِ فِیْهِ قَلْبًا سَقِیْمًا لَقَدِ الْتَمَسَ بِوَهْمِهٖ فِیْ فَحْصِ الْغَیْبِ سِرًّا کَتِیْمًا وَعَادَ بِمَا قَالَ فِیْهِ اَفَّاکًا اَثِیْمًا

ترجمہ: تو بڑی بربادی و ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو تقدیر کے معاملے میں اللہ سے جھگڑا کرنے والا ہو گیا اور جس نے تقدیر میں اور کے لئے بیمار دل کو حاضر کیا وہ اپنے وہم و گمان کے مطابق غیب کی تلاش میں پوشیدہ رازہائے خداوندی کو تلاش کرنے لگا، اور اس طرح تقدیر کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا جھوٹا اور گنہگار ٹھہرا (۱)۔

تشریح (۱) یعنی جو کوئی تقدیر کے باب میں اللہ تعالیٰ کا مقابل ہوا اور اپنی ناقص فہم (بیمار دل) سے اس میں غور و فکر کرے اس کے لیے بربادی ہے۔ ایسا دریافت کرنا چاہتا ہے، اور اپنی تمام باتوں میں گنہگار کذاب ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مسئلہ تقدیر میں جو جھگڑنے والا ہے وہ دل کا بیمار اور جھوٹا گنہگار رہے۔ کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ راز کو

سمجھنا چاہتا ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنی حکمت سے مخفی رکھا ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ (سورہ بنی اسرائیل)۔

ترجمہ: اے بندے جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ۔

اَحْضَرَ اس نے حاضر کیا، فَحْصِ الْغَيْبِ غیب کی تلاش کرنا۔

عرش وکرسی پر ایمان لانا

{۶۶} وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِیُّ حَقٌّ كَمَا بَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی كِتَابِهٖ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) عرش (۱) اور کرسی (۲) برحق ہیں (جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے)۔

تشریح (۱) عرش شاہی تخت کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ (سورہ) ترجمہ: اس بلقس کا بڑا تخت ہے۔

اور عرش الہی کا ذکر قرآن کی متعدد سورتوں میں آیا ہے مثلا، سورہ اعراف، سورہ توبہ، سورہ یونس، سورہ رعد، سورہ طہ، سورہ فرقان، سورہ الم سجدہ، سورہ نمل، سورہ غافر، سورہ حاقہ، سورہ حدید، سورہ بروج وغیرہ۔ اور عرش کی بعض صفتیں مثلا مجید کریم عظیم وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

اور قران میں سات جگہ استوی علی العرش کا ذکر آیا ہے جس سے عرش کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ عرش کا معنی غالب آنا، بلندی، کامل، قصد (کتاب التوحید ص ۶۷)۔ عرش ساری مخلوق سے بڑا ہے اس لئے اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف سے کی گئی ہے۔ اور جس

چیز کی نسبت اللہ کی طرف سے ہو اس کی عظمت اور شان کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (سورۃ المومن)۔ ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود اس (اللہ کے) سوا، وہ عرش کریم کا مالک ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ (سورۃ البروج)۔ ترجمہ: عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (سورہ توبہ)۔ ترجمہ: بڑے عرش کا مالک ہے۔

عرش اول مخلوق ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (سورہ ھود ۷)۔ ترجمہ: اور اللہ وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان وزمین پیدا کئے اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عرش پانی کی سطح پر رکھا ہوا تھا اور پانی متصل اور ملا ہوا تھا جیسے کہتے ہیں آسمان زمین پر ہے اسی طرح فرمایا کہ عرش پانی پر تھا۔

وَعَلٰى هٰذَا فَيَكُوْنُ الْاٰنَ اَيْضًا عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (غرائب القران ۷ ج ۴)

ترجمہ: تو اس بنا پر اب بھی اس کا عرش پانی پر ہے۔

بخاری میں حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَكَتَبَ فِی الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ۔ (بخاری کتاب التوحید تفسیر مظہری ج ۹۹۵)

ترجمہ: کہ تخلیق عالم سے قبل ہمیشہ سے اللہ تعالی موجود تھا اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی اس کا تحت پانی پر تھا پھر اس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھدی جو قیامت تک ہونیوالی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھدی تھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا (مشکوات باب الایمان بالقدر)۔

امام ابوالمعین نسفی فرماتے ہیں خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْوَقْتَ وَاسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَلَيْسَ الْعَرْشُ لَهُ مُسْتَقَرًّا وَلَا بِمَكَانٍ بَلْ هُوَ مُمْسِكُ الْعَرْشِ وَالْمَكَانِ وَهُوَ اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يَّسَعَ الْمَكَانَ وَهُوَ فَوْقَ كُلِّ مَكَانٍ (بحر الکلام ۱۴)۔ ترجمہ: اللہ نے عرش اور وقت پیدا کیا پھر قصد فرمایا عرش پر حالانکہ وہ عرش سے بے پرواہ ہے اور عرش اس کیلئے ٹھہرنے کی جگہ اور مکان نہیں بلکہ وہ عرش ومکان کا مالک ہے اور اس کی شان کسی جگہ کو گھیر لینے سے عظیم ہے اور وہ ہر مکان سے بلند ہے۔

آیت شریفہ میں جو لفظ استوی آیا ہے اس کے متعدد معانی بیان کئے گے ہیں مثلا برابری کرنا، قصد وارادہ کرنا، متوجہ ہونا، غالب ہونا، مالک ہونا۔ لھذا استوی علی العرش کا معنی ہے اللہ تعالی عرش پر غالب ہے، عرش کا مالک ہے اور اس پر قابض ہے اور اس طرح وہ عرش پر مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ استوی کا معنی پیدا کرنا بھی آتا ہے ۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ۔ ترجمہ: پھر آسمان کو پیدا کیا۔ آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی عرش پر ٹھرا ہوا ہے اور اس پر

متمکن ہے

جس طرح حق تعالی مسجدوں میں نہیں رہتا اور کعبہ میں نہیں رہتا اسی طرح وہ عرش پر متمکن نہیں ہے کیونکہ عرش مخلوق ہے اور وہ خالق ازلی وابدی ہے۔ وہ زمان ومکان اور جہات ستہ سے پاک ہے۔ جب عرش نہ تھا تب بھی وہ تھا صرف اس نے اپنی مخلوقات سے بعض چیزوں کو شرافت وبزرگی عطاء فرمائی ہے اور ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی طرف نسبت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (سورہ طه)۔ ترجمہ: بڑی رحمت والے نے عرش پر استواء فرمایا۔

چونکہ عرش ساری مخلوقات میں سے سب سے بڑی مخلوق ہے، اس لئے خصوصیات کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(۲) چنانچہ کرسی کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: سما رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو۔

شیخ عبداللہ الھرری فرماتے ہیں وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ مَا حَقِيْقَةُ الْعَرْشِ وَمَا حَقِيْقَةُ الْكُرْسِيِّ فَالْوَاجِبُ الْاِيْمَانُ بِاَنَّهُمَا جِرْمَانِ مِنَ الْاَجْرَامِ الْعُلْوِيَّةِ وَيَكْفِي ذٰلِكَ فِي الْاِيْمَانِ بِهِمَا (اظھار العقیدة السنیة بشرح العقیدة الطحاویة ص۲۲۶)۔

ترجمہ: اللہ تعالی نے ذکر نہیں کیا کہ عرش کی حقیقت کیا ہے اور کرسی کی حقیقت کیا ہے تو ان دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اجرام علویہ سے دو جرمان ہیں اور ان دونوں پر اتنا ہی ایمان کافی ہے۔

چونکہ اللہ تعالی نے ان کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور کسی قسم کی تاویل فاسدہ میں نہ پڑیں۔

وَرَبُّ الْعَرْشِ فَوْقَ الْعَرْشِ لٰكِنْ بِلَا وَصْفِ التَّمَكُّنِ وَاتِّصَالِ (قصیدہ بدء الامالی)

عرش کا رب عرش کے اوپر ہے لیکن وصف استقرار اور اتصال کے بغیر۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے

{۶۷} وَهُوَ عَزَّ وَجَلَّ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَا دُوْنَه

ترجمہ: اور اللہ تعالی عزت والا اور بزرگی والا عرش اور جو اس کے سوا چیزیں ہیں سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہیں۔

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالی عرش اور دوسری چیزوں سے بھی مستغنی ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش اور غیر عرش کا محافظ وخالق ہے۔ اور اللہ تعالی تمام مخلوقات میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ (سورہ اخلاص)۔ ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (سورہ عنکبوت ۹)۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالی تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (سورہ فاطر ۱۵)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالی بے پرواہ لائق تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِكُمْ مُحِیْطٌ (سورہ)۔ ترجمہ: اور اللہ ہی ان کو ارد

گرد سے گھیرنیوالا ہے۔

صدر الاسلام ابوالیسر محمد بزدوی فرماتے ہیں قَالَ عَامَّةُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَرْشًا وَّ كُرْسِيًّا وَّلَوْحًا وَّقَلَمًا لَا لِحَاجَتِهِ اِلَيْهَا وَلٰكِنْ لِلْعَظْمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ كَمَا لَهُ عَبِيْدٌ وَرُسُلٌ وَمَلَائِكَةٌ وَاِنْ كَانَ لَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِمْ (اصول الدین ۲۲۳)۔ ترجمہ: اکثر علماء اھل سنت وجماعت نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی کے کیلئے عرش کرسی اور لوح وقلم ہیں لیکن اللہ تعالی کو ان کی حاجت وضرورت نہیں ہے۔ صرف اللہ کی عظمت وبڑائی کو ظاہر کرنے کیلئے ہیں جیسا کہ اللہ کے بندے، رسول اور فرشتے ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حاجت ومحتاجی نہیں ہے جس طرح بہت سے اسباب پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ بغیر اسباب کے ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنیوالا ہے

{۶۸} مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَفَوْقَهُ وَقَدْ اَعْجَزَ عَنِ الْاِحَاطَةِ خَلْقَه

ترجمہ: (اور) وہ ہر چیز کا علم سے احاطہ کرنے والا ہے (۱) اور وہ اس کی (پیدا کردہ) ہر چیز پر غلب اور فوقیت رکھتا ہے (۲) اور اس نے اپنی مخلوق کو اپنے احاطہ کرنے سے عاجز کر دیا ہے۔

تشریح (۱) یعنی ہر چیز پر محیط اور بالا وبرتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احاطہ سے اس کی مخلوق عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُحِيْطٌ (سورہ بروج ۲۰)۔ ترجمہ: اور اللہ ہی

ان کو اردگرد سے گھیرے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (صفات ۵۴)۔ترجمہ: سن لو بیشک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا (سورہ نساء)۔ ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (وہ اللہ کے ملک میں ہیں) اور اللہ ہر چیز کو گھیرنیوالا ہے۔

(۲) عقیدۃ طحاویۃ کے بعض نسخوں میں **وَبِمَا فَوْقَهٗ** مذکور ہے، اور ایک نسخہ میں فوقہ بغیر واو کے ہے، اور صحیح واو کے ساتھ ہے۔ معنی یہ **انه سبحانه محیط بكل شیء وفوقه كل شیء**۔ (حاشیہ عقیدۃ الطحاویہ) بیشک اللہ پاک ہر چیز کو علم سے گھیرنے والا ہے اور ہر چیز سے بالاتر اور اس پر غالب ہے۔

(۲) **وَفَوْقَهٗ** اور ہر چیز پر غلبہ وفوقیت رکھتا ہے۔ **واراد بقوله: (وفوقه) الفوقية من حيث المكانة بالقهر والغلبة، لا من حيث المكان، كقوله تعالى: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ** (انعام)۔ اور وہ غالب ہے۔ اپنے بندوں پر مرتبہ کے اعتبار سے قہر اور غالب ہے۔ نہ مکان کے لحاظ سے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے تحت ہیں۔

اور وہ ساری مخلوقات سے برتر وبالا ہے اور اس پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَفَوْقَ كُلِّ شَیْءٍ (سورہ انعام ۱۸)۔ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (سورہ انعام)۔ترجمہ: اور وہ اپنے

بندوں پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت فوقیت اور علو ثابت ہے اور جس طرح اس کی شان کے لائق ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں بغیر کسی جہت میں ہونے سے۔

حل لغات: مُحِیْطٌ گھیرنیوالا۔ فَوْق برتر وبالا۔ اَعْجَزَ اللہ تعالیٰ نے عاجز کردیا خَلْقَهٗ اپنی مخلوق کو کہ کوئی اس کی حقیقت کو پا نہیں سکتا۔ اور ایک نسخے میں عَجَزَ عَنِ الْاِحَاطَةِ خَلْقُهٗ کہ مخلوق اس کے احاطہ سے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا** (سورہ طہ)۔ترجمہ: اور نہیں گھیر سکتے اس کو علم سے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسی کلیم اللہ ہیں

{٦٩} نَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَّ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اِيْمَانًا وَّتَصْدِيْقًا وَّتَسْلِيْمًا

ترجمہ: اور ہم کہتے (ایمان لاتے) ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو (اپنا) خلیل بنایا اور موسیٰ علیہ السلام سے خوب کلام کیا، ایمان اور تصدیق اور تسلیم کے ساتھ۔

تشریح (۱) یعنی ہم ایمان، تصدیق اور تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور حضرت موسیٰ علیہ کو شرف کلام سے نوازا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا** (سورہ نساء ۲۴)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا دوست بنایا۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى

تَكْلِيْمًا (سورہ نساء ۲۶۳ ۲)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ**۔ (سورۃ الاعراف ۱۴۳)

اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے۔ چونکہ فرقہ جہمیہ محبت کا انکار کرتا ہے اس لئے اس کا رد کیا گیا ہے۔ حضرت ابراھیم (علیہ السلام) خلیل اللہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) روح اللہ ہیں۔ اور ہمارے رسول ﷺ حبیب اللہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلَا اَنَا حَبِيْبُ اللّٰه (مشکوۃ بحوالہ ترمذی و دارمی)۔ ترجمہ: یاد رکھو میں اللہ کا حبیب (محبوب ہوں)۔

معتزلہ، جہمیہ اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ محبت، محب اور محبوب کے درمیان مناسبت ہوتی ہے اور قدیم اور حادث کے درمیان کوئی مناسبت نہیں۔ حضرت ابراھیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور نبی ﷺ حبیب اللہ نہیں ہو سکتے۔ اسی خیال فاسد کا رد کیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا۔

خلیل خلت سے ہے اور خلت ایسی محبت کا نام ہے کہ جس میں محب مستغرق ہو جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

قَدْ تَخَلَّلْتُ مَسْلَكَ الرُّوْحِ مِنِّي   وَلِذَا سُمِّيَ الْخَلِيْلُ خَلِيْلًا

ترجمہ: میرے جسم میں محبت ایسی سرایت کر گئی ہے جیسا کہ روح میرے جسم میں ساری ہے۔

اسی محبت کے پیش نظر خلیل کو خلیل بنایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور خلت کی کیفیت معلوم نہیں وہ اس طرح ہے جس طرح اللہ کو لائق ہے۔

فرشتوں نبیوں کتابوں پر ایمان لانا

{۷۰} **وَنُؤْمِنُ بِالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ**

ترجمہ: (۱) اور ہم ایمان لاتے ہیں (۱) فرشتوں پر (۲) اور نبیوں (رسولوں) پر (۳) اور ان (تمام) کتابوں پر جو اتاری گئیں رسولوں پر، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک (انبیاء کرام) واضح حق پر (معصوم) تھے (۴)۔

تشریح (۱) چونکہ کتاب کے آغاز سے یہاں تک متعدد عقیدے اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کے متعلق بیان ہوئے ہیں اس لے یہاں فرشتوں اور نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا ہے اور ایمان باللہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور اسی طرح مسئلہ تقدیر کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے اس لئے مسئلہ تقدیر کا بھی ذکر یہاں نہیں کیا گیا۔

ایمان کے سات اجزاء ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے:

(۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) فرشتوں پر ایمان لانا (۳) تمام رسولوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) قیامت کے دن پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا (۷) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا۔ ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہے۔ فلاسفہ ان باتوں کا انکار کرتے ہیں یا ان کی تحریف

کرتے ہیں اس لئے ایمان کے سات ارکان کوخصوصیت سے بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** (سورۃ البقرہ ۲۸۶)۔ترجمہ: ایمان لایا یہ رسول (کریم) اس (کتاب) پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور (ایمان لائے) مومن یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔ (نیز کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** (التحریم ۶)۔ترجمہ: اور وہ کرتے ہے جو وہ حکم دئے جاتے ہیں۔فرشتروں کا ذکر نبیوں سے اس لئے پہلے کیا ہے کہ عموما نبیوں کی طرف وحی فرشتوں کے واسطہ سے ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ** (سورۃ شعراء ۱۹۳ و ۱۹۴)۔ترجمہ: اتارا اس قران کو روح الامین میں اپ کے قلب منیر پر۔تو یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کا ذکر کتابوں کے ذکر سے پہلے کیا جاتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ** (الانعام ۱۲۴)۔ ترجمہ: اللہ بہتر جانتا ہے اس دل کو جہاں وہ رکھتا ہیں اپنی رسالت کو۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ** (الصافات ۱۷۲)۔ترجمہ: اور ہمارا وعدہ بندوں کے ساتھ جو رسول ہیں پہلے ہو چکا ہے کہ ان کی ضرور مدد کی جائے گی۔

المبین واضح، روشن، ظاہر

ہم اہل قبلہ کو مسلمان مانتے رہیں گے جبکہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کریں

{۷۱} وَنُسَمِّيْ اَهْلَ قِبْلَتِنَا مُسْلِمِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَرِفِيْنَ وَلَهٗ بِكُلِّ مَا قَالَ وَاَخْبَرَ مُصَدِّقِيْنَ غَيْرَ مُكَذِّبِيْنَ

ترجمہ: اور ہم اھل قبلہ کو مسلمان اور ایماندار سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ قائم رہیں (دین پر) جو نبی ﷺ لے کر آئے اعتراف کرنے والے اور ہر چیز کے لئے جس کے متعلق جو فرمایا اور خبر دی اس کی تصدیق کرنے والے ہوں، انکار کرنے والے نہ ہوں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہماری طرح کعبہ کو قبلہ سمجھنے والوں کو ہم مسلمان کہیں گے جب کہ وہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کا اعتراف کریں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اور خبر دی اس کی تصدیق کریں۔اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کریں۔

ارشاد باری تعالی ہے **مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا** (سورہ حج ۷۸)۔ ترجمہ: تمہارے باپ کا دین اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور قرآن میں۔معلوم ہوا کہ اس امت مسلمہ کا لقب مسلمان اس کے وجود سے پہلے ہی ہے اور اس کے وجود کے بعد بھی قرآن نے اس کو مسلمان کہا ہے۔حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته** (بخاری)۔

علامہ حسن کافی (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں فیہ اشارۃ الی ان الاسلام والایمان واحد والمراد باھل القبلۃ من یدعی الاسلام ویستقبل الکعبۃ ولم یکذب بشیء مما جاء بہ الرسول، وان کان من اھل الاھواء او من اھل المعاصی ویؤید قولہ۔ (نور الیقین فی اصول الدین ص ۱۸۳)۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بیشک اسلام اور ایمان دونوں ایک ہے اور مراد اہل قبلہ سے وہ جو اسلام کا دعوی کرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور کسی چیز کا انکار نہ کرے ان چیز میں جن کو رسول ﷺ لائے ہے اگر چہ وہ اہل اھواء سے ہو۔ یا گنہگاروں سے ہو۔ اس بات کی تائید امام طحاوی کا یہ قول کرتا ہے مَادَامُوْا بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَرِفِيْنَ وَلَهُ بِكُلِّ مَا قَالَ وَاَخْبَرَ مُصَدِّقِيْنَ۔ جب کہ وہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کا اعتراف کرے، اور جو کچھ آپ نے فرمایا اور خبر دی اس کی تصدیق کرے۔ اور اس میں امام طحاوی کا اشارہ اس طرف ہے۔ چنانچہ علامہ حسن فرماتے ہے ان مجرد التوجہ الی قبلتنا لا یدل علی حقیقۃ الایمان، فان کثیرا من الناس یتوجھون الی قبلتنا ولیسو علی دیننا کالغلاۃ الذین یدعون نبوۃ علی رضی اللہ عنہ و کمن یدعی منھم انہ الہ و کالقدریۃ یزعمون وجود کثیر من الاشیاء من غیر مشیئۃ اللہ و کمن یدعی الخالقیۃ لکل فاعل مختار، و کمن یزعم ان صانع العالم جسم علی صورۃ البشر، و کمن یدعی ان المحبۃ تزیل التکلیف و کمن یقول ان اللہ حلولا و اتحادا بالانفس، ونحو ذلک من اقاویل اھل الضلالۃ والالحاد۔ (نور الیقین فی اصول الدین، ص ۱۸۴) کہ

بے شک صرف ہمارے قبلہ کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنا حقیقت ایمان پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ بلاشبہ بہت سے لوگوں میں سے وہ ہیں جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے دین پر نہیں ہیں جیسے کہ غلات جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ان جیسے جو ان میں سے الٰہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور جیسے قدریہ کہ وہ بہت سی چیزوں کے اللہ کی مشیئت کے بغیر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور جیسے وہ جو خالقیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہر چیز کے لئے مختار ہے۔ اور جیسے وہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ جہان کے پیدا کرنے والا انسانی صورت پر جسم ہے۔ اور جیسا وہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ محبت تکلیف شرعیہ کو زائل کر دیتی ہے۔ اور وہ جو کہتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے نفسوں کے ساتھ حلول اور اتحاد ہے۔ اور ان جیسے اور اقوال جو گمراہ بے دین لوگوں کے ہیں۔ امام ابوجعفر طحاوی علیہ رحمت نے لفظ مسلمین مومنین فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان اور اسلام مسلم اور مومن میں اتحاد ہے (دونوں ایک ہی ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بحث کرنا ناجائز ہے

{۷۲} وَلَا نَخُوْضُ فِي اللّٰهِ وَلَا نُمَارِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور ہم سوچ و بچار (بحث) نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں (کیوں کہ عقل انسانی اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے سے عاجز ہے) اور نہ ہم اللہ کے دین میں جھگڑتے ہیں (۱)

تشریح (۱) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ذات (کی حقیقت دریافت کرنے) میں غور وفکر نہیں

کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے دین میں بحث اور جھگڑا کرتے۔ اور نہ دین کے مسائل میں جھگڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں غور وخوض کا مطلب خیالات فاسدہ اور باطل رائے سے شکوک اور شبہات پیدا کرنا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ (سورہ غافر ۵۶)۔ ترجمہ: جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (سورہ رعد)۔ ترجمہ: وہ اللہ کی ذات میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی طرف سے اللہ کی ذات کے بارے میں کوئی کلمہ کہے بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا اسی کو دہرایا جائے (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

امام طحاوی فرماتے ہیں ہم اللہ کے دین کے بارے میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں کرتے۔ اہل حق کے سامنے باطل پرستوں اور بدعتیوں کے شبہات پیش نہیں کرتے کہ ہم ان کو راہ حق سے پھیر دیں۔

اللہ کا کلام مخلوق کے کلام کے برابر نہیں

{۷۳} وَلَا نُجَادِلُ فِي الْقُرْآنِ وَنَشْهَدُ اَنَّهُ كَلَامُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ فَعَلَّمَهُ سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدًا ﷺ وَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يُسَاوِيْهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَلَا نَقُوْلُ بِخَلْقِهِ

ترجمہ: اور ہم قرآن میں نہیں جھگڑتے (۱) اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ قرآن سارے

جہانوں کے پروردگار کا کلام ہے۔ اس کو ایماندار فرشتے نے اتارا تو اس نے اس قرآن کو رسولوں کے سردار محمد ﷺ کو سکھایا (۲) اور وہ اللہ برتر کا کلام ہے اس کے برابر کوئی کلام نہیں ہے مخلوق کے کلام میں سے اور ہم اس کو مخلوق نہیں کہتے (بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سب ازلی ہیں)۔

تشریح (۱) یعنی ہم گواہی دیتے ہیں کہ قرآن رب العالمین کا کلام ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے، اور نبی کریم ﷺ کو سکھلایا۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق کا کلام اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ ہم نہ کلام الٰہی کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔ ہم قرآن مجید میں نہیں جھگڑتے اس کی سب قراءتوں کو مانتے اور پڑھتے ہیں۔

بانه مخلوق حادث او مجس الحروف والاصوات بل نومن بانه مراد الله وكلامه ولا نجادل فی الايات المتشابهة ولا نول بتاويلات اهل الذبيح ابتغاء الفتنة ولا نجادل فی وجوه القرآت الثابة بل نقرءه بكل ما ثبت (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَنْزِيْلًا مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (شعراء ۱۹۳)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِي اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (نساء ۸۲)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ (بقرہ ۲۳۰)۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْا آيَاتِيْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا (سورۃ کھف)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ (سورۃ شعراء)

(۲) قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو سکھایا ہے اور حضرت روح الامین کی طرف سکھانے کی نسبت مجازی ہے کیونکہ ان کے ذریعہ سے قرآن کریم اتارا گیا ہے۔ ان دونوں نسبتوں کا ذکر قرآن عزیز میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (سورہ رحمٰن)۔ ترجمہ: خدائے مہربان نے قرآن سکھایا انسان کو پیدا کیا اور اس کو بولنا سکھایا۔ حضرت جبریل امین رسول ﷺ تک پہنچانے میں واسطہ تھے اس لئے ارشاد ہے

عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى (سورہ نجم)۔ ترجمہ: سخت طاقتور نے انہیں کو قرآن سکھایا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اِنَّ التَّعَلُّمَ مِنَ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةُ اِنَّمَا هُمُ الْمُبَلِّغُوْنَ۔ ترجمہ: کہ دراصل معلم تو اللہ تعالیٰ ہے اور فرشتے صرف احکام پہنچانیوالے ہیں۔

صاحب نبراس اس کی شرح میں لکھتے ہیں وَاِسْنَادُ التَّعْلِيْمِ اِلَيْهِمْ مَجَازِيٌّ (نبراس ص ۲۰۰)۔ ترجمہ: اور تعلیم دینے اور سکھانے کی نسبت فرشتوں کی طرف مجازی ہے۔ حقیقتاً تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔

اور اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی شان میں فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور اللہ نے آپ ﷺ کو وہ علوم سکھا دیئے جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔

مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت منع ہے

{۷۴} وَلَا نُخَالِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اور ہم نہیں مخالفت کرتے مسلمانوں کی جماعت کی (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے اور جماعت مسلمین سے مراد صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین مراد ہیں۔ اور تمام امت مسلمہ کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ لھذا اس اجماعی نظریہ کی مخالفت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اس لئے اجماع کی مخالفت گمراہی ہے اور راہ صواب سے دور ہونا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نساء ۱۱۵)۔ ترجمہ: اور جو شخص مخالفت کرے اللہ کے رسول کی اس کے بعد روشن ہوگئی اس کے لئے ھدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھیر دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جھنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے (جمال القران)۔ جماعت المسلمین سے مراد سواد اعظم بڑی جماعت اھل سنت و جماعت ہیں اور اھل سنت کے طریقہ سے انحراف گمراہی ہے۔ **وعليكم بالسواد الاعظم**، اور تم بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔ **لا تجتمع امتي على الضلالة**۔ اور میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ **وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن** (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔ اور مسلمان جس

چیز کو اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔

اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جاسکتی

{۷۵} وَلَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَّالَمْ یَسْتَحِلَّهٗ

ترجمہ: اور ہم نہیں تکفیر کرتے (کافر کہتے) کسی کو اہل قبلہ میں سے کسی کو فعل گناہ کی وجہ سے جب تک کہ وہ اس کو حلال نہ سمجھے (۱)۔

تشریح (۱) یعنی کسی اہل قبلہ کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہ کہیں گے، جب تک کہ وہ اس گناہ کے فعل کو حلال نہ سمجھیں۔ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں تو پھر ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ نیز کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے بھی تکفیر ہرگز نہیں کی جائے گی۔ ہاں گناہ حلال جان کر ارتکاب کریں تو پھر وہ تکفیر کے مستحق ہوں گے جیسے شراب کو حلال سمجھنا، محرمات عورتوں کو حلال جاننا وغیرہ اور ترک صوم و صلوۃ کو جائز وحلال جاننا۔ اور یہاں گناہ سے مراد شرک کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ شرک کرنے والا حلال سمجھ کر نہ کرے تب بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو شرک کے سواء کسی مرتکب گناہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

حضرت امام ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وَلَا نُکَفِّرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِّنَ الذُّنُوْبِ اِنْ کَانَتْ کَبِیْرَةً اِذَا لَمْ یَسْتَحِلَّھَا۔ ترجمہ: اور کسی مسلمان کو کافر نہیں ٹھراتے کسی گناہ کے سبب سے اگر چہ بڑا گناہ ہو (شرک کے علاوہ) جب تک وہ اس کو حلال نہ جانے۔

حلال جاننا صغیرہ ہو یا کبیرہ، کفر ہے اور استحلال کے معنی یہ ہیں کہ دل میں ڈر اور خوف اس گناہ کے عذاب کا نہ رہے اور اس کی برائی اعتقاد سے دور ہو جائے گو جانتا ہو کہ اس گناہ کو شرع میں حرام کیا ہے، اس کے کرنے سے سخت منع فرمایا ہے اور زبان سے اس کا اقرار کرے کہ یہ گناہ گناہ ہے اس لئے کہ معنی استحلال کے حلال جاننے کے ہیں، حلال کہنے کے نہیں اور جب اس گناہ کے عذاب کا خوف دل سے جاتا رہا تو اعتقاد میں وہ گناہ حلال ہوا اور معاملہ حلالوں کا اس گناہ کے ساتھ وقوع میں آیا (شرح فقہ اکبر)

اور علامہ ابوالمنتہی فرماتے ہیں وَلَا نُکَفِّرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ کَمَا یُکَفِّرُ الْخَوَارِجُ مَنِ ارْتَکَبَ الْکَبِیْرَةَ وَاَمَّا مَنِ اسْتَحَلَّ مَعْصِیَةً وَقَدْ ثَبَتَ بِدَلِیْلٍ قَاطِعٍ فَھُوَ کَافِرٌ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِهٖ لِاَنَّ الْاِسْتِحْلَالَ لَھَا تَکْذِیْبٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ (شرح فقہ اکبر ۶۲)

ترجمہ: اور ہم کسی مسلمان کو گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں کہیں گے جیسے خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کو حلال جانے حالانکہ وہ گناہ دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرنیوالا ہے کیونکہ گناہ حلال سمجھنا اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرنا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں ایک شخص عبداللہ نامی خمار لقب دیا جاتا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو شراب پینے کی وجہ سے حد لگائی۔ ایک روز اسے پاس لایا گیا اور آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ اس پر لعنت بھیج کس قدر کثرت کے ساتھ شراب پینے کے جرم میں لایا جاتا ہے۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو۔ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ (بخاری حدیث ۶۷۸) کیونکہ بیشک یہ

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بدعمل مسلمان کے دل میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہوتی ہے۔ کامل محب وہ ہے جو محبت بھی کرے اور بدعملی کو بھی چھوڑ دے اور لعن طعن کرنا بھی مسلمان کی شان میں نہیں۔

ایماندار کے لئے گناہ کا مضر ہونا

{۷۶} وَلَا نَقُوْلُ لَا یَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ

ترجمہ: اور ہم نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا (جیسا کہ فرقہ مرجیہ کا عقیدہ ہے) اس کے لئے جس نے وہ (عمل) گناہ کیا (۱)

تشریح (۱) یعنی ہم اس بات کے قائل نہیں کہ ایمان والے کو گناہ کوئی نقصان نہیں کرتا۔ اس میں فرقہ مرجئہ کا رد ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ ضرر رسان اور موجب عذاب نہیں ہے جیسا کہ کفر کی حالت میں کوئی نیکی فائدہ مند نہیں حالانکہ قرآن وحدیث سے گناہوں کے نقصانات ثابت ہیں۔ دنیا میں بھی گناہوں کی وجہ سے بے برکتی ہوتی ہے اور قیامت کے دن ان کی وجہ سے عذاب ہوگا جیسا کہ نیکی کا فائدہ مومن کو دنیا میں بھی ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی ثواب ملے گا (واللہ اعلم بالصواب)

علامہ حسن کافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں مرجئہ خبیثہ کا رد کیا گیا ہے۔ ان کا گمان ہے **اِنَّهُ لَا یَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ ذَنْبٌ کَمَا لَا یَنْفَعُ مَعَ الْکُفْرِ طَاعَةٌ** کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کوئی نقصان نہیں دیتا جیسا کہ کفر کے ساتھ اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ ان کا گمان نصوص سمعیہ (کتاب وسنت) کے خلاف ہے اس لئے کہ کتاب وسنت میں اصحاب کبائر

کے بارے وعید عذاب وارد ہے اور ان کے حق میں شفاعت کا ہونا ثابت ہے اور اسی پر علماء اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے (نور الیقین ص ۱۸۹)

نیک مسلمانوں کے بارے میں معافی کی امید کرتے ہیں

{۷۷} وَنَرْجُوْ لِلْمُحْسِنِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَیُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهٖ وَلَا نَاْمَنُ عَلَیْهِمْ وَلَا نَشْهَدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَنَسْتَغْفِرُ لِمُسِیْئِهِمْ وَنَخَافُ عَلَیْهِمْ وَلَا نُقَنِّطُهُمْ

ترجمہ: اور ہم نیکوکاروں کے لئے امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان سے درگزر فرمائے گا اور انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا اور ہم ان کے متعلق بالکل بے فکر نہیں ہوتے اور نہ ان کے لئے قطعی طور پر جنت کی گواہی دیتے ہیں اور ان میں برائی کرنیوالوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور ہم ان پر اللہ تعالی کی گرفت کا خوف کرتے ہیں اور ہم ان کو رحمت خداوندی سے بالکل مایوس بھی نہیں کرتے (۱)۔

تشریح (۱) جن کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جیسے عشرہ مبشرہ، حضرت فاطمہ، حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور جو ان کے علاوہ ہیں مگر عام مسلمانوں کے متعلق جنت کی گواہی نہیں دیتے کیونکہ ان کا خاتمہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہاں یوں تو ہم کہہ سکتے ہیں نیک لوگ جنتی ہیں اور کفار مشرکین منافقین دوزخی ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں: **وَلَا نَشْهَدُ بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ لِاَحَدٍ بِعَیْنِهٖ بَلْ نَشْهَدُ بِاَنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ**

الْکَافِرِیْنَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ (نبراس ص ۵۵۷)

ترجمہ: اور مذکورین کے سوا کسی کے لئے بالتعیین جنتی اور دوزخی ہونے کی گواہی نہیں دے سکتے بلکہ یہ شھادت دے سکتے ہیں کہ سب ایماندار اہل جنت ہیں اور سب کافر اہل دوزخ ہیں۔

کیونکہ ہمیں کسی کا خاتمہ معلوم نہیں۔ ایمان پر ہوا یا کسی غیر اسلامی طریقہ پر ہوا ہے۔

نیز امام ابوجعفر احمد طحاوی لکھتے ہیں وَلَا نُنَزِّلُ اَحَدًا مِنْھُمْ جَنَّۃً وَّلَا نَارًا۔ ہم ان میں سے کسی کو جنتی دوزخی قرار نہیں دیتے۔ نیز فرماتے ہیں وَلَا نَشْھَدُ عَلَیْھِمْ بکفر وَلَا بِشِرْکٍ وَلَا نِفَاقٍ مَالَمْ نظھر شَیْئٌ مِنْ ذٰلِکَ۔ اور ہم نہیں گواہی دیتے ان کے بارے میں کفر، شرک اور نفاق کی جب تک نہ ظاہر ہو کوئی چیز (علامت) ان باتوں سے لہٰذا کسی کو مغفور اور مرحوم نہیں کہنا چاہئے۔ اس میں احتیاط ہے۔ رحمہ اللّٰہ، غفر اللّٰہ لہ کہنا چاہئے۔

اور اہل ایمان کے حق میں حسن ظن رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی کہ اہل ایمان کیلئے استغفار کریں اور ان کیلئے دعاء کریں۔ چناچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ (سورہ حشر)۔ ترجمہ: اے ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے مومن تھے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی بہت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (حجر ۵۶)۔ ترجمہ:

اللہ کی رحمت سے سوائے کافروں کے کون مایوس ہوسکتا ہے۔

اور اللہ کی رحمت سے ناامید بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کردیتا ہے وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بے خوفی اور ناامیدی باعث ہلاکت ہے

{۷۸} وَالْاَمْنُ وَالْیَأْسُ یَنْقُلَانِ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ وَسَبِیْلُ الْحَقِّ بَیْنَھُمَا لِاَھْلِ الْقِبْلَۃِ۔

ترجمہ: اور بے خوفی اور ناامیدی یہ دونوں باتیں ملت اسلام سے خارج کردیتی ہیں (۱)۔ اور اہل قبلہ کے لیئے حق کا راستہ ان دونوں چیزوں (امید وخوف) کے درمیان ہے (۲)۔

تشریح (۱) حضرت امام طحاوی نے جس نظریہ کا ذکر کیا ہے مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف دوسروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے بلکہ اپنے بارے میں بھی یہی اعتقاد رکھے۔

علامہ حسن کافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی سَبِیْلِ الْحَقِّ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ فَاِنَّھُمَا بِمَنْزِلَۃِ الْجَنَاحَیْنِ لِلْعَبْدِ فِیْ سَیْرِہٖ اِلَی اللہِ وَالدَّارِ الْاٰخِرَۃِ (نور الیقین فی اصول الدین ۱۹۲)۔

خوف وامید کے درمیان رہنے والوں کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا (سورہ اسراء ۵۷)۔ ترجمہ: وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف تلاش کرتے ہیں وسیلہ کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا ہے) اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں اس کے عذاب سے۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

مومن کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کا امیدوار رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ اعراف ۹۹)۔ ترجمہ: پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ کے عذاب سے مگر نقصان اٹھانے والے۔

وَسَبِیْلُ الْحَقِّ بَیْنَھُمَا۔ ترجمہ: اور راہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیَدْعُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (سورہ سجدہ)۔ وہ خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت میں اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا (سورہ انبیاء)۔ اور شوق اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ہم سے دعا مانگا کرتے تھے۔

فرمان خداوندی ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔ ترجمہ: تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ انعام ۱۹۵)۔ ترجمہ: بے شک تیرا رب جلدی عذاب دینے والا ہے۔ بے شک وہ البتہ بہت بخشنے والا بہت میربان ہے۔

(۲) ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خائف اور ڈرتا رہے اور جنت کا امیدوار بھی رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ انعام ۱۹۵)۔ ترجمہ: بے شک تیرا رب جلد حساب لینے والا ہے اور بے شک وہی بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

چنانچہ علما متکلمین فرماتے ہیں اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ ترجمہ: ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

حق تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطا کرنے کا وعدہ کر کے امیدیں دلائی ہیں۔ اور رحمت سے مایوس ہونے والے کو منع فرمایا ہے۔ اور اپنے عذاب سے بندوں کو ڈرایا بھی ہے۔ لھذا اس کی رحمت کا امیدوار بھی ہونا چاہیے۔ اور عذاب کا خوف بھی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید اور مایوس ہونا کفار کا طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (سورہ یوسف)۔ ترجمہ: بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ۔

مؤمن ایمان سے کب خارج ہوتا ہے

{۷۹} وَلَا یَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنَ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِجُحُوْدِ مَا اَدْخَلَہٗ فِیْہِ

ترجمہ: اور بندہ مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر اس چیز کے انکار کرنے کے ساتھ جس نے اس کو ایمان میں داخل کیا (۱)۔

تشریح (۱) یعنی بندہ ایمان سے اس وقت تک نہیں نکلے گا، جب تک ان چیزوں کا انکار نہ کرے جس کے تسلیم سے وہ ایمان میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

جُحُوْدٌ جَحْدٌ کی جمع ہے، جان بوجھ کر حق سے انکار کرنا۔ اور دیدہ دانستہ حق نا ماننا۔

یعنی بندہ اس وقت ایمان سے خارج ہوتا ہے جب ان چیزوں کا انکار کرے جن کے اقرار (توحید) سے وہ ایماندار بنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جاحدین (توحید کا انکار کرنے والے) کا وصف اپنے قول میں کفر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ **وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ**۔

ترجمہ: اور ہماری آیتوں کا کافر ہی انکار کرتے ہیں۔

بعض نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں: (۱) جو شخص دل و زبان سے شدت کے ساتھ اسلام کا انکار کرتا ہے یہ کفر انکار ہے۔ اسی پر عام کافر ہیں (۲) کفر جحود، وہ یہ کہ دل سے دین حق کو سچا سمجھتا ہے۔ اس کی حقانیت کا قائل ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا ہے بلکہ انکار کرتا ہے۔ اچھا جانتا ہے مگر مانتا نہیں ہے جیسے کفر ابلیس اور کفر یہود وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا** (نمل ۱۴)۔

ترجمہ: اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے انکار کیا لیکن ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔

(۳) کفر عناد و معاندہ، وہ یہ ہے کہ اسلام کو دل سے سچا جانتا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرتا ہے لیکن دین حق کے علاوہ ادیان باطلہ سے بے زار نہیں ہوتا اور دین حق کی اطاعت نہیں کرتا ہے۔ جیسا کفر ہرقل بادشاہ (۴) کفر نفاق، یہ وہ ہے کہ دل میں تکذیب و انکار ہے۔ صرف مصلحت و اغراض دنیاویہ کے لئے زبان پر اقرار ہے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کی جماعت تھی (توضیحات اردو شرح مشکوٰۃ)۔ یہاں کفر جحود کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام طحاوی یہاں خوارج اور معتزلہ کا رد کرنا چاہتے ہیں اس لیے ان کے ہاں کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایماندار نہیں رہتا۔

علامہ حسن کافی فرماتے ہیں کہ بندہ ایمان میں تصدیق اور قبول کرنے سے داخل ہوتا ہے اور (اللہ کی پناہ میں) اور وہ ایمان سے خارج ہوتا ہے رد و تکذیب کرنے سے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونا ایمان کی تمام باتوں سے ماننے کے ساتھ ہے اور یہ اللہ تعالی کی وحدانیت کی تصدیق اور ان تمام باتوں کی تصدیق کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لائے اور ان تمام چیزون کی تصدیق جن پر اعتقاد لازمی ہے اور ان تمام چیزوں کے انکار کرنے سے ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور بعض کے انکار کرنے سے بھی ایمان سے محروم ہوتا ہے (جیسے قرآن مجید کا انکار کرنا، ختم نبوت کا منکر ہونا) (نور الیقین ۱۹۲)۔

ایمان کی تعریف

{۸۰} وَالْاِيْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْجَنَانِ

ترجمہ: اور ایمان زبان سے اقرار (کہنے) اور دل سے تصدیق (ماننے) کا نام ہے (۱)۔

تشریح (۱) اقرار، زبان سے کہنا۔ تصدیق دل سے ماننا۔ ایمان کے یہ دو رکن ہیں۔ ایک: زبان سے دین کی سب باتوں کا اقرار کرنا۔ دوسرا: دل سے ان سب چیزوں کو ماننا۔ فقہ اکبر میں ہے وَالْاِيْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِيْقُ۔ ترجمہ: اور ایمان زبان سے

اقرار اور دل سے یقین کرنے کا نام ہے۔

امام ابو منصور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں اِنَّ الْاِیْمَانَ تَصْدِیْقٌ فِی الْقَلْبِ وَالْکُفْرَ تَکْذِیْبٌ او تَغْطِیَۃٌ (کتاب التوحید ۳۸۰)۔ ترجمہ: ایمان دل میں تصدیق کرنے کا نام ہے اور کفر جھٹلانے کا نام ہے یا حق کو چھپانا ہے۔

عقائد نسفی میں ہے وَالْاِیْمَانُ ھُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَ الْاِقْرَارُ بِہٖ۔ ترجمہ: اور ایمان دل سے ان باتوں کو سچا ماننا ہے جو نبی ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اور ان کا زبان سے اقرار کرنا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ جن چیزوں اور حکموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب کو رغبت و محبت کے ساتھ دل سے ماننا اور ان کا زبان سے اقرار کرنا ہے۔ دراصل ماننے کا نام ایمان ہے اور جن باتوں کا ماننا ضروری ہے ان کا انکار کرنے کا نام کفر ہے۔

امام اہل مدینہ جیسے امام مالک، امام اہل شام جیسے امام اوزاعی، امام اہل حجاز جسے امام شافعی وغیرہ، اہل حدیث جیسے امام اسحاق بن راھویہ، امام احمد بن حمبل اور ان کی مثل دیگر علماء کے نزدیک ایمان تین چیزوں کا نام ہے اقرار زبانی، تصدیق قلبی اور اعمال صالحہ اور یہی خوارج و معتزلہ نے کہا ہے (التمحید لقواعد التوحید ۱۳۰)۔

امام ابوحنیفہ کہ نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور زبانی اقرار تصدیق قلبی پر دلیل ہے نہ کہ رکن اور اجراء احکام کے لیے اقرار شرط ہے اور یہی قول امام ابوالحسن اشعری، امام ابوالحسن فضل بجلی اور متکلمین کی ایک جماعت کا ہے اور نیز شیخ امام ابو منصور محمد ماتریدی کا بھی یہی ارشاد ہے (التمحید لقواعد التوحید ۱۲۵)

یعنی ایمان تصدیق قلبی ہے اس کی تائید میں نصوص بھی وارد ہیں اور ایمان کا محل دل ہے

جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں دل کو محل ایمان قرار دیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُوْلٰٓئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوْبِھِمُ الاِیْمَانَ (مجادلہ)۔ ترجمہ: یہ وہ ہیں جن کے دل میں ہم نے ایمان کو پختہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ ترجمہ: اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا آمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ۔ ترجمہ: ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر دل سے ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِی قُلُوْبِکُمْ (سورہ حجرات)۔ ترجمہ: اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی ہے اور اعمال صالحہ ایمان کا جز نہیں ہیں۔ دونوں الگ چیزیں ہیں چنانچہ متعدد آیات میں ان کی مغائرت کا ذکر آیا ہے اور اعمال کا عطف ایمان پر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ترجمہ: بے شک وہ لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیئے۔

اور اسی طرح ایمان کو اعمال صالحہ کی ادائگی کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ وَاِنَّ لَہٗ کَاتِبُوْنَ (سورہ انبیاء ص ۹۴)۔ ترجمہ: تو جو کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

علامہ حسن کافی لکھتے ہیں: وَاَمَّا مَا ھُوَ الْاَصَحُّ فَھُوَ مَا ذَھَبَ اِلَیْہِ اِمَامُنَا الْاَعْظَمُ وَتَبِعَہٗ

اَبُو مَنْصُوْرِ الْمَاتُرِيْدِی هُوَ اَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ تَصْدِيْقٌ قَلْبِیٌّ بِوُجُوْدِ اللّٰهِ وَبِكُلِّ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ مِنْ عِنْدِهٖ۔ اَمَّا الْاِقْرَارُ فَهُوَ رُكْنٌ زَائِدٌ وَلَيْسَ بِرُكْنٍ اَصْلِیٍّ لٰكِنْ اَوْجَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِاِظْهَارِ مَا فِی قَلْبِهٖ اِلٰی غَيْرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَجُعِلَ عَلَامَةً وَشَرْطًا لِاِجْرَاءِ الْاَحْكَامِ الْاِسْلَامِيَّةِ عَلَيْهِ اِذِ التَّصْدِيْقُ اَمْرٌ بَاطِنٌ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ عَلَامَةٍ ثُمَّ صَارَ خَلَفًا عَنِ التَّصْدِيْقِ فِی اَحْكَامِ الدُّنْيَا (نور الیقین ص ۱۹۴)۔ ترجمہ: اورلیکن جو سب سے صحیح مذھب ہے تو وہ ہمارے امام اعظم کا مذھب ہے اور امام ابومنصور نے ان کی پیروی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت دل میں تصدیق کرنا ہے اللہ تعالی کے وجود کا اور ہر اس چیز کا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اللہ سے۔ اقرار کرنا زبان سے ایک زائد رکن ہے اصلی رکن نہیں۔ لیکن اللہ تعالی نے اس کو واجب قرار دیا ہے دل کی کیفیت کو ظاہر کرنے کیلئے دوسرے مسلمانون کے سامنے تو اقرار کو احکام کے جاری ہونے کیلئے ایک علامت بنادیا گیا ہے اس لئے کہ تصدیق کرنا ایک پوشیدہ معاملہ ہے جس کیلئے کوئی علامت ضروری ہے۔ پھر اقرار کرنا خلف بنادیا گیا تصدیق سے دنیا کے احکام میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے سب احکام برحق ہیں

{۸۱} وَجَمِيْعُ مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلُّهٗ حَقٌّ

ترجمہ: اور جو کچھ شرح اور بیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہو وہ سب برحق ہے (۱)

تشریح (۱) لِاَنَّهٗ وَحْیٌ مِنَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ مَتْلُوٍّ (حاشیہ عقیدۃ طحاویہ) اس لئے

کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی اللہ کی وحی ہے اگر چہ وہ غیر متلو (نماز میں نہیں پڑھی جاتی)۔ اللہ تعالی فرماتا ہے مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر)۔ ترجمہ: جو تمہیں اللہ کا رسول دے وہ لےلو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے باز رہو۔

خیال رہے کہ عقیدۃ الطحاویہ کے بعض نسخوں میں یہ متن کی عبارت یوں ہے وَاَنَّ جَمِيْعَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ وَجَمِيْعُ مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلُّهٗ حَقٌّ۔ اور بیشک وہ تمام باتیں جو اللہ نے قرآن میں نازل کی ہیں اور تمام وہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح سندوں سے ثابت ہیں، شرع و بیان کے اعتبار سے برحق ہے۔

وَكُلُّ مَا اَتٰی بِهِ الرَّسُوْلُ فَحَقُّهُ التَّسْلِيْمُ وَالْقَبُوْلُ

اور وہ تمام احکام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں تو ان کو ماننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔

ایمان چیز واحد کا نام ہے

{۸۲} وَالْاِيْمَانُ وَاحِدٌ وَاَهْلُهٗ فِی اَصْلِهٖ سَوَاءٌ وَالتَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالْخَشْيَةِ وَالتُّقٰی وَمُخَالَفَةِ الْهَوٰی وَمُلَازَمَةِ الْاَوْلٰی

ترجمہ: اور ایمان واحد ہے اور ایمان والے اصل ایمان میں برابر ہیں اور حقیقت میں ان کے درمیان تفاضل (ایک دوسرے پر فضیلت) تقوی اور خواہشات کی مخالفت اور اولی (بہتر چیزوں) کو لازم پکڑنے کی وجہ سے ہے۔ جس کو اس میں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے تو وہ در حقیقت تقوی اور خواہش نفسانی کی مخالفت اور بہتر چیزوں کے التزام کی

وجہ سے(ا)۔

تشریح(ا) یعنی ایمان ایک ہی جامع چیز کا نام ہے اور سب مومن اصل ایمان میں برابر ہیں۔

ہاں! خشیت، تقوی، گناہوں سے اجتناب اور نیکوں پر پابندی کے اعتبار سے ہر ایک میں درجہ بندی ہے۔ ایک دوسرے پر فضیلت خوف خدا اور تقوی کی بنا پر ہے
نیز خواہشات نفسانی کی مخالفت اور افضل حکم پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے فضیلت نصیب ہوتی ہے۔

الفقہ اکبر میں ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ مُسْتَوُوْنَ فِی الْاِیْمَانِ وَالتَّوْحِیْدِ مُتَفَاضِلُوْنَ فِی الْاَعْمَالِ۔ ترجمہ: اور سب مومن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں البتہ اعمال کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں اور ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔

اصل کے اعتبار سے ایمان واحد ہے۔ خوف خدا، تقوی، خواہشات کی مخالفت کے لحاظ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی وصف ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور اصل ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ **واھلہ: فی اصلہ ای اھل الایمان من الملائکۃ والانبیاء والاولیاء وسائر المؤمنین الابرار والفجار**۔ تمام ایماندار اصل (ایمان) میں برابر ہیں یعنی اہل ایمان سے مراد فرشتے انبیاء اولیاء سارے مسلمان نیکوکار گنہگار تصدیق میں برابر ہیں۔ (واللہ اعلم)۔

ایماندار رحمٰن کے دوست ہیں

{۸۳} وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ اَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ وَاَكْرَمُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَطْوَعُهُمْ وَاَتْبَعُهُمْ لِلْقُرْاٰنِ

ترجمہ: اور مومن سب اللہ تعالی کے دوست ہیں(ا) اور ان میں سے زیادہ برگزیدہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ان میں سے زیادہ پرہیزگار اور زیادہ مطیع ہو اور جو ان میں سے زیادہ قرآن کریم کا اتباع کرنیوالا ہو۔

تشریح(ا) سب ایمان والے خدائے رحمٰن کے دوست ہیں۔ تمام اللہ اور رسول کو مانتے ہیں اور یہ عام دوستی ہے اور ایک دوستی خاص ہے جو اللہ تعالی کے مقبول بندوں کو حاصل ہے کہ سب سے مکرم اللہ کے نزدیک زیادہ فرمابردار اور قرآن کی زیادہ اتباع کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کی محبت دوسری مخلوقات کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ ترجمہ: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ہیں عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا کرے گا۔ وہ محبوب خلائق ہو جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (سورہ یونس ۶۲)۔ ترجمہ: خبردار جو اللہ کے دوست

ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (انفال ۳۴)۔ترجمہ: اللہ کے دوست متقی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔ترجمہ: اور وہ نیکوں کی مدد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورہ بقرہ ۲۵۷)۔ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (محمد ۱۱)۔ترجمہ: اللہ دوست (مددگار) ہے ان کا جو ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورہ حجرات)۔ترجمہ: تم میں سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا زیادہ پرہیز گار ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی وہ ہوتے ہیں جو ایمان اور پرہیز گاری سے متصف ہوں، جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہوں۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ ترجمہ: جس آدمی کا عمل اس کو پیچھے کردے اس کا نسب اس کو جلدی (آگے) نہیں کرے گا (مسلم)۔اس پوری حدیث میں تین باتوں کا بیان ہے: مسلمان کی خیر خواہی کرنا، علم کی تلاش اور اس کا ثواب، عمل کے بغیر سب غیر مفید ہے۔ یہاں موقع ومحل کے مطابق حدیث کے تیسرے حصہ کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ شارح

لکھتے ہیں حدیث کے تیسرے حصہ میں ایک اہم بات کو واضح کیا، اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ بزرگوں سے نسبت کا فائدہ پہنچتا ہے لیکن یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو نیک اعمال کرتے ہیں۔لھذا جو بے عمل بدکار رہا اور اس کا عمل اسے جنت سے روک رکھتا ہے اس کا نسب اسے جنت میں جانے میں جلدی نہیں کرے گا (شرح اربعین)۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلان بن فلان چیزے نیست

ترجمہ: اے جامی جب تو بندہ عشق بن گیا تو اب خاندانی نسب پر فخر کرنا چھوڑ دے کیونکہ اس راہ میں فلاں بن فلاں کوئی چیز نہیں۔

اَكْرَمُ زیادہ عزت والا۔اَطْوَعُ زیادہ اطاعت کرنے والا۔اتبع زیادہ پیروی کرنے والا۔

ارکان ایمان

{۸۴}وَ اَلْاِيْمَانُ هُوَ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ وَ حُلْوِهٖ وَ مُرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: اور ایمان (سے مراد) وہ اللہ تعالی پر ایمان لانا ہے (۱) اور اس کے فرشتوں پر (۲) اور اس کی کتابوں پر (۳) اور اس کے رسولوں پر (۴) اور قیامت کے دن پر (۵) اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر (۶) اور تقدیر پر (۷) کہ نیکی اور برائی اور میٹھی اور کڑوی (تقدیر وفیصلہ) سب اللہ کی طرف سے ہے (۷)۔

تشریح (۱) یعنی ایمان نام ہے اللہ تعالی کو، اس کی نازل کردہ کتابوں کو، اس کے رسولوں کو،

اور آخرت کے دن کو، اچھی بری، کڑوی میٹھی تقدیر کو تسلیم کرنے کا۔ ہم ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں (تسلیم کرتے ہیں)۔ والایمان اور ایک نسخہ میں ہے۔

واصل الایمان اور ایمان کی اصل اور بنیاد۔ ایمان کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے۔

یہاں ارکان ایمان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيّٖنَ** (سورہ بقرہ ۱۲۲)۔ ترجمہ: نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز) میں تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر۔

اس آیت شریفہ میں بظاہر تقدیر کا ذکر نہیں کیا گیا، اس لئے کہ تقدیر کا ذکر ایمان باللہ میں داخل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے فرمایا **اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ** (متفق علیہ)۔ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ اور اس کی اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اور جو ان ارکان کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا** (سورہ نساء ۱۳۶)۔ ترجمہ: اور جو کفر کرے اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کے

ساتھ تو وہ گمراہ ہوا اور گمراہی میں دور نکل گیا۔

(۱) **اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ**: اللہ پر ایمان رکھنے پر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات صفات اسماء اور افعال میں یکتا ہے اور ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔

(۲) **وَمَلٰٓئِكَتِهٖ**: فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہر وقت بندگی کرتے ہیں اور نافرمانی نہیں کرتے۔ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ زیادہ مشہور چار فرشتے ہیں: حضرت جبرائیل امین، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت ملک الموت علیہم السلام۔

(۳) **وَكُتُبِهٖ**: اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں اور صحیفے اپنے نبیوں اور رسولوں پر انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائے۔ ان میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں: تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور حضرت داود علیہ السلام۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ قرآن مجید حضرت سید الانبیاء ﷺ پر نازل ہوا۔

(۴) **وَرُسُلِهٖ**: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بے شمار نبی اور رسول بھیجے ہیں، ان کی تعداد کو اللہ ہی جانتا ہے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور اخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور قرآن مجید میں پچیس نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت ادم (۲)، حضرت ادریس، (۳) حضرت نوح (۴) حضرت هود، (۵) حضرت صالح، (۶) حضرت ابراہیم (۷) حضرت لوط، (۸)، حضرت اسمائیل (۹)، حضرت اسحاق، (۱۰) حضرت یعقوب، (۱۱) حضرت یوسف، (۱۲) حضرت شعیب، (۱۳) حضرت موسی، (۱۴) حضرت ھارون، (۱۵) حضرت الیاس، (۱۶) حضرت زکریا (۱۷) حضرت داود (۱۸)، حضرت سلیمان، (۱۹)

حضرت ایوب، (۲۰) حضرت الیسع، (۲۱) حضرت یونس، (۲۲) حضرت ذوالکفل، (۲۳) حضرت یحیٰ، (۲۴) حضرت عیسیٰ اور (۲۵) حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہم السلام۔ (الاتقان ج ۲)

(۵) وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ: اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک کے سب احوال پر ایمان لائے۔ ایک نسخہ میں وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر۔ یہ تو یا تاکید کے لئے ہے یا خاص کا عطف عام پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (سورۃ البقرہ ۵)۔ ترجمہ: اور وہی آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۶) وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ وَحُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اور تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی اور برائی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا (توبہ ۵۱)۔ ترجمہ: کہہ دو ہمیں ہرگز مصیبت نہ آئے گی مگر جس کو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (النساء ۷۸)۔ ترجمہ: اگر پہنچے انہیں کوئی بھلائی تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر پہنچے انہیں کوئی تکلیف تو کہتے ہیں یہ آپ کی طرف سے ہے۔ اے (میرے رسول) آپ فرمائیں سب اللہ کی طرف سے ہے تو کیا ہو گیا ہے اس قوم کو، بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران)۔ ترجمہ: بھلائی تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (سورہ فلق)۔ ترجمہ: ہر چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ معلوم ہوا خیر وشر کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی طرف سے ہے مگر خیر کی نسبت اللہ کی طرف کرنی چاہیے۔

ہم بلاتفریق سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں

{۸۵} وَنَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَنُصَدِّقُهُمْ كُلَّهُمْ عَلٰى مَا جَآءُوْا بِهٖ

ترجمہ: اور ہم ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے (کسی نبی کو ماننے کسی نبی کو نہ ماننے، بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں) اور ہم ان سب کی تصدیق کرتے ہیں، جو انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے (دین وشریعت) لائے ہے(۱)۔

تشریح (۱) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم دین کے تمام امور پر ایمان رکھتے ہیں اور سب کے سب رسولوں کو مانتے ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔ ایمان سب پر رکھنا ضروری ہے اور سب کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی لائی ہوئی باتوں پر بھی ایمان رکھتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ فضائل ومراتب میں فرق ہے مگر نفس نبوت ورسالت میں برابر ہیں۔ اگر کوئی بعض رسولوں پر ایمان رکھے اور بعض کا

انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورہ بقرہ ۲۶۵)۔ سب لوگ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے ہم ایمان لانے میں اس کے کسی رسول میں فرق نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (سورہ نساء)۔ ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ بلاشبہ کافر ہیں (کہ بعض کو مانے اور بعض کا انکار کریں)۔

جس طرح رسول ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح دوسرے نبیوں پر ایمان لانا لازمی ہے جو پہلے گزر گئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا جو آسمانوں پر ہیں۔

انبیاء و رسل میں فضائل اور مناقب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (سورۃ البقرہ ۲۶۳)۔ ترجمہ: ان رسولان گرامی میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو سب پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی۔

اہل کبائر کا کیا حکم ہے

{۸۶} وَاَهْلُ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي النَّارِ لَا يُخَلَّدُوْنَ اِذَا مَاتُوْا وَهُمْ مُوَحِّدُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا تَائِبِيْنَ بَعْدَ اَنْ لَقُوا اللّٰهَ عَارِفِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ وَهُمْ فِيْ مَشِيْئَتِهٖ وَحُكْمِهٖ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهُمْ وَعَفَا عَنْهُمْ بِفَضْلِهٖ كَمَا ذَكَرَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ (وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ) وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ فِي النَّارِ بِعَدْلِهٖ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهٖ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِيْنَ مِنْ اَهْلِ طَاعَتِهٖ ثُمَّ يَبْعَثُهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ

ترجمہ: اور حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے (۱) اور جب وہ مر گئے درا حالیکہ موحدون (توحید) ہوں اگرچہ انہوں نے کبایرہ گناہ کے بعد توبہ نہ کی ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی ملاقات انہوں نے اس حالت میں کی کہ وہ اللہ کی معرفت (توحید کا یقین) رکھتے تھے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم کے تحت ہوں گے۔ اگر چاہے تو ان کو بخش دے اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ انہیں معاف کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے کہ وہ جس کو چاہے معاف کر دے ان لوگوں کے سوا جنوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے (سورہ نسا ۴۸) اور اگر چاہے تو اپنے عدل سے ان کے گناہ کے اندازہ کے مطابق دوزخ میں رکھے (۲) پھر ان کو اپنی رحمت اور اطاعت گزاروں کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے (۳) اور پھر ان کو اپنی جنت میں پہنچا دے۔

تشریح (۱) یعنی امت محمدیہ ﷺ کے وہ لوگ جنہوں نے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، وہ جہنم میں جائیں گے، لیکن توحید کے قائل ہونے اور ایمان پر مرنے کی صورت میں وہ جہنم میں ہمیشہ نہ رہیں گے، چاہے وہ توبہ کیے بغیر مرے ہوں۔ ایسے لوگ اللہ کی مشیت اور حکم کے تابع ہوں گے۔ اگر اللہ چاہے تو ان کی مغفرت فرمادے اور اپنے فضل سے ان کو معاف کردیں۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ شرک کے علاوہ جو گناہ بھی چاہے گا بخش دے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے جہنم میں عذاب دیں، اور سزا بھگت لینے کے بعد اپنے رحم کرم سے نیکوکاروں کی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکال کر جنت میں بھیج دیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں خوارج اور معتزلہ کا رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ اہل کبائر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ خوارج ان کو کافر سمجھتے ہیں اور معتزلہ نہ ان کو مؤمن سمجھتے ہیں اور نہ کافر کہتے ہیں بلکہ ایک تیسرا درجہ فاسق قرار دیتے ہیں (اور یہ صرف اسی امت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امم سابقہ کے اہل ایمان کا بھی یہی حکم ہے)۔ وَلِذَا جَمِيعُ أُمَمِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ (شرح العقیدہ میدانی ص ۱۰۶)۔ بعض نسخوں میں أُمَّةَ مُحَمَّدٍ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ وَأَهْلُ الْكَبَائِرِ فِي النَّارِ ہے (بڑے بڑے گناہوں والے دوزخ میں داخل ہوں گے)۔

نبی ﷺ نے فرمایا يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ (ترمذی ۲۱۳۰)۔ دوزخ سے نکالے جائیں گے وہ جن کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ یہ ارشاد مطلق ہے جس میں کسی امت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ مطلق ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ بظاہر شبہ ہوتا تھا کہ سابقہ امتوں کے

اہل ایمان کا یہ حکم نہیں ہے۔ اس حدیث سے شبہ دور ہو گیا ہے۔

کبائر کبیرہ کی جمع ہے بڑا گناہ۔ گناہ کبیرہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض نے پینتیس، بعض نے چالیس، بعض نے چار سو سے زائد بیان کئے ہیں، واللہ اعلم۔ اسی طرح گناہ کبیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے جس سے اللہ نے روکا ہے وہ کبیرہ گناہ ہے۔ بعض کا خیال ہے جس کے ارتکاب پر حد کا نفاذ ہوتا ہے یا دوزخ کی وعید آئی ہے یا اس کو لعنت اور غضب الٰہی کا سبب قرار دیا ہے۔ یہ قول مناسب معلوم ہوتا ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ لابن ابی العز)۔

لَقُوْا اللّٰه سے مراد موت ہے اور آخرت میں حساب کے لئے پیش ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ (مسلم کتاب الذکر والدعاء)۔ ترجمہ: جو اللہ سے ملنا پسند کرے اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو نہ پسند کرے اللہ بھی نہ پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء)۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا جو شرک کرے اس کے ساتھ اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ چاہے گناہ معاف کردے۔ یہ اس کا فضل واحسان ہے اور اگر گرفت کرے اور عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے۔ اس میں مرجیہ کا رد ہے جن کا زعم باطل ہے کہ مومن دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۳) قیامت کے دن انبیاء ورسل، علماء، صلحاء، شہداء اور فرشتے اہل ایمان کی شفاعت

کریں گے تو وہ (گنہگار) جنت میں داخل ہوں گے۔ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ (شرح عقیدہ میدانی)۔

عارفین مومنین (ایماندار) کے معنی میں ہے اس لئے کہ معرفت خداوندی بغیر ایمان کے نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور دعائے مصنف علیہ الرحمہ

{۸۷} وَذٰلِکَ بِاَنَّ اللہَ تَعَالٰی تَوَلّٰی اَھْلَ مَعْرِفَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْھُمْ فِی الدَّارَیْنِ کَاَھْلِ نُکْرَتِہِ الَّذِیْنَ خَابُوْا مِنْ ھِدَایَتِہٖ وَلَمْ یَنَالُوْا مِنْ وَلَایَتِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنَا بِالْاِسْلَامِ حَتّٰی نَلْقَاکَ بِہٖ

ترجمہ: یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو دوست رکھا ہے اور انہیں منکرین کی طرح دنیا و آخرت میں برابر نہیں کیا (۱) جو منکرین ھدایت الھیہ سے محروم رہے اور اس دوستی کو نہ پا سکے (۲)۔ اے اللہ، اے اسلام اور اہل اسلام کے دوست، ہمیں اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ تجھ سے اسی حالت میں ہم ملاقات کریں۔

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دنیا و اخرت میں ان منکرین و کفار سے جدا قرار دیا ہے، جو ہدایت یافتہ نہیں اور نہ خدا کی مدد کے حق دار ہیں۔ اے اللہ! اے اسلام اور مسلمانوں کے ولی! ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ، تا آن کہ ہم تجھ سے ملاقات کریں۔

بعض نسخوں میں تَوَلّٰی کی بجائے لفظ مولیٰ (مددگار) ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا

مَوْلٰى لَهُمْ (سورہ محمد ۱۱)۔ ترجمہ: یہ اس لئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ مددگار ہے ان کا جو ایمان لائے اور بیشک جو کافر ہیں ان کا کوئی مولیٰ (مددگار) نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (جاثیہ)۔ ترجمہ: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دینگے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے کہ ان کی انکی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصالحاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ص ۲۸)۔ ترجمہ: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیز گاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗن (سورہ سجدہ)۔ ترجمہ: کیا وہ شخص جو مومن ہو اس کی طرح ہے جو فاسق ہو، وہ برابر نہیں۔

نکرت کافر لوگ، منکرین۔ خابوا محروم رہے۔ ولایتہ اس کی دوستی۔

(۲) حضرت امام طحاوی نے اس مضمون کے آخر میں دعا کی ہے کہ اے اللہ تو اسلام اور اہل اسلام کا کارساز مددگار ہے ہمیں ثابت قدمی اور مضبوطی عطا فرما، اسلام پر چلنے کی توفیق دے یہاں تک کہ جب ہم تجھ سے ملیں اسلام پر ہوں کہ اسلام و ایمان کی حالت میں تیری ملاقات کریں (آمین)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی یَا وَلِیَّ

الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ مَكِّنِّيْ بِالْاِسْلَامِ حَتّٰى اَلْقَاكَ عَلَيْهِ اے اہل اسلام کے محافظ میرا تعلق اسلام کے ساتھ قائم رکھ یہاں تک کہ میری تیرے ساتھ ملاقات بھی اسلام پر ہو۔(شرح عقیدۃ الطحاویہ)

بعض نسخوں میں مسکنا بالاسلام مذکور ہے۔ہمیں اسلام پر برقرار رکھ۔(المجمع، ج ۱۰،ص۱۷۶)۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تعلیم یوں دعا فرمائی اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (سورہ یوسف ۱۰۱)۔ترجمہ:(اے اللہ) تو ہی دنیا وآخرت میں میرا کارساز ہے،اسلام کی حالت میں موت دے اور اپنے نیک بندوں میں داخل کردے۔اور یہی دعا ان جادوگروں نے کی جو حضرت موسی پر ایمان لائے ۔انہوں نے کہا جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (سورہ اعراف ۱۲۶)۔ترجمہ:اے ہمارے رب ڈال دے ہم پر صبر اور ہمیں موت دے اسلام کی حالت میں۔

جو شخص ان دونوں آیات سے موت کی آرزو کے جواز پر استدلال کرتا ہے اس کا استدلال درست نہیں۔ یہاں تو صرف اسلام پر مارنے کی دعا کا ذکر ہے نہ مطلق موت کا ذکر اور نہ یہ ذکر ہے کہ موت اب آجائے۔دونوں میں فرق واضح ہے۔

راقم الحروف ابو عاصم گنہگار، رب ذوالجلال کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى

الْاِيْمَانِ۔اے اللہ تو ہم میں سے جسکو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم سے جسکو تو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔آمین

اہل قبلہ کی اقتداء میں نماز کا جواز

{۸۸} وَنَرَى الصَّلٰوةَ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَعَلٰى مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ

ترجمہ: اور ہم جائز (درست) سمجھتے ہیں ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا اہل قبلہ میں سے اور (ہم جائز سمجھتے ہیں) اس پر نماز جنازہ پڑھنا جو اہل قبلہ میں سے مرجائے (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہم تمام مسلمانوں کے پیچھے، چاہیے وہ نیک ہو یا فاسق ہو، نماز پڑھنے کو درست سمجھتے ہیں۔اسی طرح نیک اور فاسق تمام کی نماز جنازہ پڑھے جانے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

بد سے مراد گنہگار ہے بدعقیدہ مراد نہیں کیونکہ بدعقیدہ جو ضروریات دین کا منکر ہو اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے۔اسی طرح گنہگار فوت شدہ پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے مگر بدعقیدہ جو خارج اسلام ہے اس کی نماز جنازہ ہرگز درست نہیں۔فقہ اکبر میں ہے وَالصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ جَائِزَةٌ۔ترجمہ:اور نماز ہر نیک اور بد کے پیچھے مسلمانوں میں سے جائز ہے۔

عقائد نسفی میں ہے وَتَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَيُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ۔

ترجمہ: اور ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے اور نیک و بد مردہ پر بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس مسلہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر ایک، نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو (شرح عقائد نسفی)۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ مَعَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ بِالْکَبَائِرِ وَ الْجِھَادُ وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ مَعَ کُلِّ اَمِیْرٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ بِالْکَبَائِرِ (ابوداود)۔ ترجمہ: ہر مسلمان نیک و بد اگر چہ کبائر کا مرتکب ہو اس کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے اور ہر نیک و بد امیر اگر چہ کبائر کا مرتکب ہو اس کے ساتھ جھاد کرنا فرض ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کَانَ یُصَلِّیْ خَلْفَ الْحَجَّاجِ بْنِ یُوْسَفَ الثَّقَفِیِّ۔ ترجمہ: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجاج بن یوسف ثقفی کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے (شرح عقیدۃ الطحاویۃ)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ صَلُّوْا عَلٰی مَنْ مَّاتَ مِنْ اَھْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (اخرجہ الدارقطنی)

ترجمہ: کہ ہر اس شخص کی اقتدا میں نماز پڑھو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہو نیز اس شخص کا جنازہ پڑھو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والا ہو (بشرطیکہ عقائد درست ہوں، ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو جیسے قرآن مجید کے منکر اور ختم نبوت کے منکر)۔ نزی ای جائز۔ کُلُّ بِرٍّ ہدایت یافتہ۔ فاجر معتد، حد سے بڑھنے والا۔

کسی پر قطعی جنتی یا جہنمی کا حکم نہ لگایا جائے

{۸۹} وَلَا نُنَزِّلُ اَحَدًا مِّنْھُمْ جَنَّۃً وَّلَا نَارًا وَلَا نَشْھَدُ عَلَیْھِمْ بِکُفْرٍ وَّلَا بِشِرْکٍ وَّلَا بِنِفَاقٍ مَالَمْ یَظْھَرْ مِنْھُمْ شَیْئٌ مِّنْ ذٰلِکَ وَنَذَرُ سَرَائِرَھُمْ اِلَی اللہِ تَعَالٰی

ترجمہ: (۱) اور ہم نہیں قرار دیتے کسی کو (اہل قبلہ میں سے) جنتی اور دوزخی (قطعی اس کو جنتی یا دوزخی نہیں کہہ سکتے) اور نہ ان کے خلاف کفر، شرک یا نفاق کی گواہی دیں گے جب تک ان سے (کفر و شرک) کا ظہور نہ ہو جائے اور ہم سپرد کرتے ہیں ان کی پوشیدہ باتوں کو اللہ کی طرف۔

تشریح (۱) یعنی کسی نیک و بد کے بارے میں جنت یا جہنم کا فیصلہ ہم نہیں کرتے۔ ایسے کسی شخص کے بارے میں کفر، یا نفاق یا شرک کی گواہی بھی نہیں دیتے، جب تک کہ اس سے اس قبیل کی کوئی بات ظاہر نہ ہو کیونکہ احکام شریعہ کا نفاذ ظاہر پر ہوتا ہے جب تک ان سے کوئی ظاہری گناہ سرزد نہ ہو۔ اور ان کے پوشیدہ احوال کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ وہی رازوں کو جانتا ہے۔ ان کے بارے میں اچھا گمان کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (سورہ حجرات ۱۲)۔ ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اہل ایمان کے حق میں حسن ظن رکھنا چاہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ (سورہ اسراء ۳۶)۔ ترجمہ:

اے بندے جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب جوارح سے باز پرسی ہوگی۔ بلکہ حسن ظن کی ترغیب دی گئی ہے اور بدگمانی، سوءظن سے بچنے کی تاکید کی گئی کیونکہ جائز نہیں کہ کسی مسلمان کے بارے میں ہم کہیں فلاں کافر ہے فلاں مشرک ہے یا فلاں منافق ہے۔

کسی شخص کے لئے جنت کی گواہی دینے کے بارے میں سلف کے تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے جنت کی شہادت دی جائے گی۔ یہ قول محمد بن حنیفہ اور امام اوزاعی کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس مؤمن کے لئے نص موجود ہے اس کے لئے جنت کی شہادت دی جائے گی۔ یہ قول اکثر علماء اور محدثین کا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے حق میں بھی جنت کی شہادت دیں گے جن کے بارے میں ایماندار شہادت دیں گے جیسے بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی تعریف کی پھر نبی ﷺ نے فرمایا تعریف واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کے حق میں برے کلمات کہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو کہا وہ واجب ہو گیا ہے۔ حضرت عمر نے دریافت کی اے اللہ کے رسول ﷺ کیا واجب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے حق میں تم نے اچھے کلمات کہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور اس دوسرے کے حق میں تم نے برے کلمات کہے تو اس کیلئے دوزخ واجب ہوگئی۔ اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ ترجمہ: تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں۔ نوٹ: جس کی برائی بیان کی گئی تھی وہ منافق تھا۔

یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہے جن میں سے کسی کے متعلق جنتی یا دوزخی ہونے کی گواہی دینا درست نہیں ہے (صحیح شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

مسلمان کا قتل اور حکام کے خلاف بغاوت جائز نہیں

{۹۰} وَلَا نَرَی السَّیْفَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا مَنْ وَجَبَ عَلَیْهِ السَّیْفُ

ترجمہ: اور ہم حضرت محمد ﷺ کی امت کے کسی فرد پر تلوار اٹھانا (قتل کرنا) جائز (درست) نہیں سمجھتے سوائے اس شخص کے جس پر تلوار اٹھانی واجب ہو چکی ہے کہ جس کا قتل کرنا از روئے شرع جائز ہو(۱)۔

تشریح (۱) یعنی کسی مسلمان کو ہم واجب القتل نہیں سمجھتے، جب تک کہ وہ واجب القتل قرار نہ دیا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی ایسے مسلمان کا خون گرانا حلال نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہاں تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے خون گرانا درست ہے: شادی شدہ زنا کرے، نفس کو نفس کے بدلے قتل کیا جائے گا، اور جو دین اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے (ابن ماجہ) جبکہ ان حرام کا ثبوت شرعی طریقہ سے ملے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ اَلثَّیِّبُ الزَّانِی وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِکُ لِدِیْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔ ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں سوائے تین شخصوں کا: شادی شدہ زناکار، اور قاتل اور اپنے دین کو چھوڑنے والا مرتد مسلمانوں

کی جماعت سے الگ ہونے والا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس جب انہوں نے یہ گواہی دی تو بیشک انہوں نے بچالیا مجھ سے اپنا خون اور اپنا مال سوائے حق کے اسلام کے، کہ کوئی مرتد ہو یا قصاص میں مارا جائے (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

اَلسَّيْفُ تلوار، مراد خون ریزی کرنا ہے۔

حکام کے خلاف خروج جائز نہیں

{۹۱} وَلَا نَرَى الْخُرُوْجَ عَلٰى اَئِمَّتِنَا وَوُلَاةِ اُمُوْرِنَا وَاِنْ جَارُوْا وَلَا نَدْعُوْ عَلَيْهِمْ وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِمْ وَنَرَى طَاعَتَهُمْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرِيْضَةً مَالَمْ يَاْمُرُوْا بِمَعْصِيَةٍ وَنَدْعُوْ لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالْمُعَافَاةِ

ترجمہ: اور ہم اپنے ائمہ اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کرنا جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں اور نہ ان کے حق میں بددعا کرتے ہیں اور ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق فرض خیال کرتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں اور ہم ان کے لے صلاحیت و عافیت کی دعا کرتے ہیں (۱)۔

تشریح (۱) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہمارے امام اور حکام کے خلاف بلا وجہ بغاوت کو ہم درست نہیں سمجھتے، چاہے وہ ظلم کریں، نہ ان کے بارے میں بددعا کریں گے، نہ ان کی

اطاعت کو چھوڑیں گے جب تک کہ وہ ہم کو کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت سمجھی گئی۔ (اور وہ خود ظالم و بدکار ہوں تو) ان کے لیے اللہ سے اصلاح و عفو کی دعا کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ نساء ۵۹)۔ ترجمہ: اور تم صاحب حکومت کی اطاعت کرو۔ مگر ان کی اطاعت اسی صورت میں ضروری ہے جبکہ یہ شریعت کے مطابق حکم دیں اور ان کی اطاعت مستقل نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (مستدرک حاکم)۔ ترجمہ: مخلوق کی اطاعت درست نہیں خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے۔ ہم ان کیلئے اصلاح و عافیت کی دعا کریں تا کہ ان کی وجہ سے لوگوں کو آرام و سکون ملے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ رَّاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَّكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ فَمِيْتَتُهٗ جَاهِلِيَّةٌ۔ ترجمہ: جو اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ صبر کرے کیونکہ جو جدا ہوا جماعت سے ایک بالشت بھی پھر وہ مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

جب قوم میں فسق و فجور پایا جائے تو ان ہی جیسا حاکم مسلط ہوتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا كَمَا تَكُوْنُوْنَ كَذٰلِكَ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ (مشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء ص ۳۵۸)۔ ترجمہ: اے لوگو جیسے تم ہوگے ویسے ہی حاکم تم پر بنائے جائیں گے۔ اگر قوم کی حالت دینی لحاظ سے بہتر ہوگی تو ایسے ہی لوگ حاکم بھی ہوں گے۔ نیز امیر و حاکم کی پیروی کرنے کی تاکید وارد ہے۔

اہل سنت و جماعت کی پیروی لازمی ہے

{۹۲} وَنَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوْذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ۔

ترجمہ: اور ہم اہل سنت و جماعت کی پیروی کرتے ہیں اور ہم علحیدگی، اختلاف اور فرقہ بندی سے بچتے ہیں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہم سنت رسول اور جماعت مسلمین کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہیں، جداگانہ راہ ورائے اختیار کرنے، اختلاف کرنے اور تفرقہ بازی سے دور رہیں گے۔

سنة سے مراد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ۔ جماعت سے مراد صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور دیگر علماء دین۔ والشذوذ شذ کا مصدر ہے، علیحدہ ہونا، الگ ہوجانا۔ اہل سنت کی اتباع سراپا ھدایت ہے اور ان کی مخالفت سراپا گمراہی ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ ۵۴۴)۔

اللہ تعالیٰ قران کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نساء ۱۱۵)۔ ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنون کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے تو ہم اس کو ادھر ہی چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جھنم میں داخل کریں گے، وہ بڑی بری جگہ ہے۔ معلوم ہوا کہ طریقہ اہل سنت و جماعت ہی برحق ہے اور اہل سنت و جماعت کے چار آئمہ مشہور زمانہ ہیں: امام ابوحنیفہ امام مالک،

امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ امام ابومنصور محمد ماتریدی، امام ابوالحسن علی اشعری رحمہا اللہ جو عقائد میں امام مانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت سے علیحدگی، اختلاف کرنے اور تفرقہ بازی سے روکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ۱۰۵)۔ ترجمہ: اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہوجانا جن کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں (مگر) وہ اس کے باوجود فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے دین کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (انعام ۱۵۳)۔ ترجمہ: اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو۔ اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (الانعام ۱۵۹)۔ ترجمہ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو (کچھ مان کر اور کچھ کو نہ مان کر) پارہ پارہ کر دیا اور وہ فرقوں میں بٹ گئے، اے حبیب! آپ کسی طرح بھی ان میں سے نہیں ہیں، ان کا معاملہ صرف اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا کی خبر دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ

رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (الانفال ۴۶)۔ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ پھر تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِیۡنَ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّکَ (ھود ۱۱۹)۔ترجمہ: وہ ہمیشہ رہیں گے اختلاف کرتے مگر وہ (نہیں) جن پر تیرے رب نے رحم کیا۔ یہاں مستثنیٰ میں جماعت کی تعریف کی گئی ہے۔ اور مستثنیٰ منہ میں اختلاف کی مذمت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اَھۡلَ الۡکِتَابَیۡنِ افۡتَرَقُوۡا فِیۡ دِیۡنِھِمۡ عَلٰی اثۡنَتَیۡنِ وَ سَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً، وَاِنَّ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃَ سَتَفۡتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً وَھِیَ الۡجَمَاعَۃُ (۴۵۹۷)۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فَعَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ وَسُنَّۃِ الۡخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیۡنَ الۡمَھۡدِیِّیۡنَ عَضُّوۡا عَلَیۡھَا بِالنَّوَاجِذِ (ترمذی ۲۶۷۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنۡ فَارَقَ الۡجَمَاعَۃَ شِبۡرًا فَقَدۡ خَلَعَ رِبۡقَۃَ الۡاِسۡلَامِ مِنۡ عُنُقِہٖ (ابوداود کتاب السنۃ)۔ترجمہ: جو الگ ہوا جماعت سے ایک بالشت (یا ایک گھڑی) بھی تو اس نے اسلام کو اتار دیا اپنی گردن سے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یَدُ اللّٰہِ مَعَ الۡجَمَاعَۃِ فَمَنۡ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ (ترمذی کتاب الفتن)۔ترجمہ: اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، پس جو الگ ہوا وہ الگ ہوا آگ میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تَجۡتَمِعُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ضَلَالٍ اَبَدًا (ابن ماجہ کتاب

الفتن)۔ترجمہ: میری امت گمراہی پر کبھی اتفاق نہیں کرے گی۔

اہل سنت و جماعت کے خلاف چلنا بدعت اور گمراہی ہے اور موجب ہلاکت ہے۔

اے اللہ ہمیں ہدایت یافتہ بندوں کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن کو تو نے انعام سے نوازا جو نہ تو غضب کا نشانہ بنے اور نہ ہی گمراہی کا شکار ہوئے (ترجمہ انوار الفرقان)۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے

{۹۳} وَنُحِبُّ اَھۡلَ الۡعَدۡلِ وَالۡاَمَانَۃِ وَنُبۡغِضُ اَھۡلَ الۡجَوۡرِ وَالۡخِیَانَۃِ

ترجمہ: اور ہم (اللہ کے لئے) عدل اور امانت والوں سے محبت کرتے ہیں اور ظلم کرنیوالوں اور خیانت کرنیوالوں سے بغض رکھتے ہیں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہم عدل وامانت والوں کو پسند کرتے ہیں، اور ظلم وخیانت کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کمال درجہ کا ایمان اور کمال درجہ کی عبودیت ہے۔ ظاہر ہے کہ عبادت محبت کے کامل ہونے اور انتہائی ذلت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس اللہ کے رسولوں، نبیوں اور ایماندار لوگوں کے ساتھ محبت کرنا اللہ کے ساتھ محبت کرنا ہے کیونکہ ان نیک بندوں کی محبت اسی بنا پر ہے کہ وہ اللہ تعالی کے نیک بندے ہیں۔

تو محبت اور بغض ودشمنی کا معیار اخلاق حمیدہ اور اخلاق فاسدہ ہیں۔ انسان میں محبت اور

دشمنی کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے من وجہ محبوب اور من وجہ مبغوض ہوتا ہے اور جو لوگ نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور قیامت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے اور ان سے محبت رکھنے والے قیامت کے دن انعام یافتہ مقدس جماعت کے ساتھ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ۔ ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا (سورہ نساء ۷۰)۔ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان کے زمرہ میں ہیں کہ جن پر خدا تعالیٰ نے کرم کیا ہے (یعنی) انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور ان کی رفاقت کیا ہی عمدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جاننا کافی ہے۔

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کسی جماعت یعنی علماء وصلحاء اور بزرگان دین سے محبت وعقیدت رکھتا ہو لیکن ان کی صحبت اس کو نہ ہوئی ہو یا وہ ان کے علم وعمل تک نہ پہنچا ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ وہ شخص اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ محبوب رکھتا ہو (بخاری ومسلم)۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تم پر افسوس ہے! کیا تم نے قیامت کے لئے کوئی تیاری کر رکھی ہے؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت کو اس کا یہ سوال اچھا نہیں لگا اور آپ کو گمان ہوا کہ اس شخص نے اچھا اعتقاد رکھتے ہوئے از راہ خوف یہ سوال

نہیں کیا ہے بلکہ قیامت کے آنے کو ایک دور دراز کی بات سمجھتے ہوئے لاپرواہی کے طور پر یہ سوال کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو جواب بھی اسی انداز میں دیا کہ یہ کیا پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟ تم اپنا عقیدہ وعمل درست رکھو اور اچھے کام کرو۔ جب قیامت کے دن کو آنا ہوگا آجائے گا۔ لیکن جب اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے تو کوئی تیاری نہیں کی ہے اِلَّآ اَنِّيۡ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ قَالَ اَنۡتَ مَعَ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ ا۔لبتہ میرے پاس ایک دولت ضرور ہے اور وہ یہ کہ میں خدا اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں تو آنحضرت ﷺ نے جانا کہ اس شخص کا مذکورہ سوال ایک مخلص وکامل مومن کے اعتقاد کا مظہر اور از راہِ خوف ہے، کسی لاپرواہی کا غماز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تم دنیا وآخرت میں اسی کے ساتھ ہو، جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے مسلمان کو اسلام کے بعد کسی اور چیز سے اتنا زیادہ خوش نہیں دیکھا جتنا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے خوش ہوئے (بخاری ومسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ثَلٰثٌ مَنۡ كُنَّ فِيۡهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الۡاِيۡمَانِ مَنۡ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ اَحَبَّ اِلَيۡهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنۡ اَحَبَّ عَبۡدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنۡ يَكۡرَهُ اَنۡ يَعُوۡدَ فِى الۡكُفۡرِ بَعۡدَ اَنۡ اَنۡقَذَهُ اللّٰهُ مِنۡهُ كَمَا يَكۡرَهُ اَنۡ يُلۡقٰى فِى النَّارِ (رواہ البخاری ومسلم)۔

ترجمہ: کہ جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کے ماسواء سے زیادہ محبوب ہو اور وہ شخص کہ اس کو کسی بندے سے محبت ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت ہو اور وہ شخص جو ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر نہ پسند کرتا ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا اس کو ناپسند ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ ترجمہ: جو شخص محبت کرے گا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے اور وہ ناراض ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے اور وہ دیگا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیئے اور وہ روکے گا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیئے پس تحقیق مکمل ہوگا اس کا ایمان۔

مشتبہ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

{۹۴} وَنَقُوْلُ اللّٰهُ اَعْلَمُ فِيْمَا اشْتَبَهَ عَلَيْنَا عِلْمُهٗ

ترجمہ: اور ہم کہتے ہیں اللہ زیادہ جاننے والا ہے ان چیزوں کے بارے میں جن کا علم ہم پر مشتبہ ہے۔ (ہم نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے)۔ اور ان چیزوں کے بارہ میں ہم کہتے ہیں جن کا علم ہم پر مشتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے (۱)۔

تشریح (۱) جن چیزوں کا علم ہم پر مشتبہ ہے، اس بارے میں ہمارا کہنا یہی ہے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

جس چیز کا علم نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کردے اسی میں بہتری ہے۔ رَدَّ عِلْمَ مَا اشْتَبَهَ عَلَيْهِ اِلٰى عَالِمِهٖ۔ ترجمہ: جس چیز کا علم مشتبہ ہو، جاننے والے کی طرف لٹا دیا جائے۔

فرشتوں نے عرض کیا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (بقرہ)۔ ترجمہ: تو پاک ہے ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ معلوم ہوا جس بات کا علم نہ ہو تو وہاں یہ کہہ دینا چاہیے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

نیز فرمان خداوندی ہے قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ کھف)۔ ترجمہ: کہہ دو اللہ خوب جانتا ہے وہ کتنا ٹھرے ہیں اسی کے لئے اسمانوں اور زمینوں کا غیب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ رَّبِّيْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ (سورہ کھف)۔ ترجمہ: کہہ دو میرا رب خوب جانتا ہے ان کی مدت کو کہ وہ کتنا عرصہ ٹھرے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اسراء۷۵۱)۔ ترجمہ: نہیں دیئے گئے تم علم مگر تھوڑا سا۔ یہاں امام طحاوی بطور تاکید فرماتے ہیں کہ جس بات کا علم نہ ہو وہ کسی جاننے والے سے دریافت کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (قصص ۵۰)۔

ترجمہ: اور کون زیداہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ (حج ۳)۔ ترجمہ: (وہ اس کی ہیبت سے حواس باختہ ہوں گے) اور بعض ایسے لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر اور پیروی کرتے ہیں ہر سرکش شیطان کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف ۳۳)۔ ترجمہ: کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ (الکہف ۲۲)۔ ترجمہ: فرمادیجئے میرا

رب خوب جاننے والا ہے ان کی تعداد کو۔

ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ (بخاری ۱۲۸۴)۔ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے ان کاموں کو جو وہ زندگی میں کرنے والے ہیں۔بعض لوگ کسی مسئلہ میں گفتگو کے دوران کہہ دیتے ہیں وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اور کچھ لوگ اس کو شرک کہتے ہیں اور یہ غلط بات ہے۔امام ابومنصور ماتریدی حنفی (متوفی ۳۳۳ھ) سورہ کوثر کی آیت ۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (تاویلات القرآن ج ۱۷ص ۳۴۹) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں قَوْلُ الْمَسْؤُلِ عَمَّا لَا یَعْلَمُ۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (کتاب التوحید ص ۸ مترجم)۔جس آدمی کو کسی چیز کی خبر نہ ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف علم سپرد کردینا چاہیئے۔کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔معلوم ہوا کہ ایسا کہنا جائز ہے لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط کرنا بھی ضروری ہے۔

موزوں پر مسح کرنا

{۹۵} وَنَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ کَمَا جَاءَ فِی الْاَثَرِ

ترجمہ: اور ہم موزوں پر مسح کرنا سفر وحضر میں جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے(۱)۔

تشریح (۱) یعنی سفر وحضر میں مسح علی الخفین کو ہم جائز سمجھتے ہیں (جیسا کہ حدیث پاک مین اس کا بیان ہے) مگر شیعہ اور خوارج انکار کرتے ہیں۔اسی لئے اس مسئلہ کو کتب عقائد میں بیان کیا گیا ہے

فلذلك وضع الشيخ هذه المسئلة الجزئية في موضع العقائد الاساسية (عقیدۃ طحاویہ مع الحواشی)۔لیکن ان کی رائے باطل ہے کیونکہ موزوں کے مسح کا جواز سنت مشہورہ سے ثابت ہے۔حفاظ حدیث میں سے ایک معتدبہ کافی تعداد (جماعت) نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مسح موزوں کی حدیث متواتر بالمعنی ہے۔

بعض محدثین نے اس کے راویوں کو جمع کیا ہے تو ان کی تعداد اسّی سے زیادہ ہے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں (مصباح الفرائد)۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ستر راویوں نے بیان کیا ہے کہ جو اصحاب رسول میں تھے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کیا ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ لعلامہ میدانی)۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی (متوفی ۱۵۰ھ) رحمہ اللہ سے پوچھا گیا اہل سنت وجماعت کے مذہب کی کیا علامت ہے، تو آپ نے فرمایا اَنْ تَفَضَّلَ الشَّیْخَیْنِ وَاَنْ تُحِبَّ الْخَتَنَیْنِ وَاَنْ تَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ کَمَا فِی شَرْحِ الْمُنْیَۃِ (شرح لعلامہ میدانی)۔کہ ابوبکر عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تو افضل سمجھے اور عثمان علی رضی اللہ عنہما سے تو محبت کرے اور تو موزوں پر مسح کرنا جائز سمجھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسح کی بابت دریافت کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافر کے لئے تین دن تین راتیں اور مقیم کے لے ایک دن ایک رات مدت مقرر فرمائی ہے۔

چونکہ شیعہ مسح رجلین کے قائل نہیں اس لئے امام طحاوی نے اس مسلہ کا ذکر کیا تا کہ عقیدہ اہل سنت واضح ہو جائے۔

حج وجہاد تا قیامت جاری ہے

{۹۶} وَالْحَجُّ وَالْجِهَادُ فَرْضَانِ مَاضِيَانِ مَعَ أُولِي الْأَمْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بَرِّهِمْ وَفَاجِرِهِمْ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ لَا يُبْطِلُهُمَا شَيْءٌ وَلَا يَنْقُضُهُمَا

ترجمہ: اور مسلمانوں میں سے نیک و بد حکمرانوں کے ساتھ حج اور جہاد فرض ہیں (۱) جو قیامت تک جاری رہیں گے۔ ان دونوں کو کوئی چیز باطل نہیں کرسکتی اور نہ ختم کرسکتی ہے (۲)۔

تشریح: یعنی فریضہ حج اور فریضہ جہاد مسلمانوں کے امیر کی زیر قیادت کرنا، چاہے وہ امیر نیک ہو یا بد۔ یہ اس لئے کہ دونوں قیامت تک جاری رہیں گے۔ کوئی چیز (قاضی مفتی، حکمران) اس کو منسوخ نہیں کرسکتی اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ فرضتان، ثابتان (ثابت اور فرض)۔ ماضیان قیامت تک دونوں جاری رہیں گے۔

الجهاد ماض الیٰ یوم القیامة (حدیث)۔ ترجمہ: جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اسی طرح حج بھی قیامت تک فرض اور جاری رہے گا۔

(۱) اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اب حج اور جہاد فرض نہیں ہے۔ اور حضرت مصنف کا ارشاد اولی الامر فرمانا، حکمران خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں، اس کا سبب یہ ہے کہ حج اور جہاد دونوں ایسے فرائض ہیں جو سفر کے متعلق ہیں۔ اس لحاظ سے ایسے حاکم کی ضرورت ہے جو لوگوں کی راہ نمائی کرے، دشمنوں کا مقابلہ کرے۔ یہ کام جس طرح نیک حاکم کے ساتھ پورا ہوسکتا ہے، فاسق فاجر حاکم کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے (شرح العقیدة الطحاویة ۵۵۶)۔

لھذا ان فرائض کیلئے حاکم کا نیک ہونا ضروری نہیں، تو معصوم ہونا بدرجہ اولی لازمی نہیں ہے۔ اس لئے حج اور جہاد یہ دونوں فرض قیامت تک جاری رہیں گے دیگر فرائض کی طرح مع شرائط کیونکہ ان کا حکم دائمی ہے۔ کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ نہ تو ان کو کوئی ختم کرسکتا ہے اور نہ باطل قرار دے سکتا ہے۔

حج کا لغوی معنیٰ اَلْقَصْدُ یعنی قصد و ارادہ کرنا اور اس کا شرعی معنی قَصْد "بَيْتِ اللّٰهِ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ بِشَرَائِطَ مَخْصُوْصَةٍ" کہ مخصوص اوقات میں مخصوص افعال کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔ بعض نے یوں بیان کیا ہے زِيَادَةَ مَكَانٍ مَخْصُوْصٍ فِيْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوْصٍ کہ مخصوص جگہ کی مخصوص زمانہ میں مخصوص فعل کے ساتھ زیارت کرنا۔ حج اسلام کا اہم رکن ہے جسکی فرضیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرضیت حج کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورہ بقرہ)۔ترجمہ: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (سورہ حج)۔ترجمہ: اور چاہیے کہ قدیم گھر کا طواف کریں۔

مَاضِيَانِ جاری رہنے والے ہمیشہ ادئیگی کا حکم ہے یعنی حج اور جہاد قیامت تک رہے گا۔

(۲) حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حج بیت اللہ کی طرح جہاد اسلام میں بھی قیامت تک جاری اور باقی ہے۔جہاد ایک بڑی اہم عبادت ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ جہاد اسلام کا چھٹا رکن ہے۔

جہاد جُہد'' سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا اور اصطلاح شرع میں جہاد کا مفہوم کفار کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کی جنگ کرنا۔جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔جہاد پہلی امتوں میں بھی فرض تھا۔اسلام میں جہاد ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور اللہ تعالی نے حکم دیا اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (سورہ حج ۳۹)۔

ترجمہ: اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان لوگوں کو جن سے کفار لڑتے ہیں اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالی ان کی مدد کرنے پر ضرور قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (سورہ انفال) ترجمہ: اور اے مسلمانو تم ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لیے ہوجائے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ (مشکوۃ)۔ترجمہ: اے مسلمانوں تم جہاد کرو مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ۔معلوم ہوا کہ جس طرح جہاد مال خرچ کرنے اور میدان جنگ میں لڑنے سے ہوتا ہے اسی طرح زبان وقلم سے بھی جہاد ہوتا ہے۔جہاد اسلام میں بڑی اہم عبادت ہے کہ ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں نبی کریم ﷺ بنفس نفیس ستائیس غزوات (جہادوں) میں شریک ہوئے تھے۔اس لئے مسلمانوں پر قیامت تک جہاد کا حکم باقی ہے۔جو اس کا انکار کرے وہ بے دین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (سورہ توبہ ع۱۰ جز۱۰)۔ترجمہ: اے نبی ﷺ جہاد کرو کافروں سے اور منافقوں سے اور سختی کرو ان پر۔

بعض لوگوں نے جہاد کے منسوخیت کے فتوے دئے اور بعض لوگ جہاد کے نام پر بے گناہ انسانوں کو مارتے ہیں۔یہ جہاد نہیں، دہشت گردی اور فساد فی الارض ہے۔ایک زمانہ میں بعض نے بدامنی کی وجہ سے عدم جواز حج کا فتویٰ بھی دیا تھا۔

کرام کاتبین پر ایمان رکھنا

{۷۹} وَنُؤْمِنُ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَهُمْ عَلَيْنَا حَافِظِيْنَ

ترجمہ: اور ہم کراما کاتبین پر ایمان رکھتے ہیں اور بے شک اللہ تعالی نے ان فرشتوں کو ہم پر محافظ ونگران بنایا ہے(۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہم اعمال لکھنے والے بزرگ فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم پر نگران مقرر کیا ہے۔ چونکہ فرشتے نوری ہیں اس لیے ہمیں نظر نہیں آتے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہم سے ان کو مخفی رکھا ہے۔

کراما کاتبین کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ (سورہ انفطار) ت۔رجمہ: اور بے شک تم پر مقرر ہیں نگہبانی کرنے والے لکھنے والے بزرگ (فرشتے) جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِذۡ یَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ (سورہ ق)۔ترجمہ: جب اس کے اعمال کو لے لیتے ہیں دو لینے والے ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے۔اور کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتے کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھتا ہو (سوائے وقت قضائے حاجت اور وقت جماع کے)۔(خزائن)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰهُمۡ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَکۡتُبُوۡنَ (سورہ زخرف ۸۰)۔ترجمہ: کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں۔ہاں سب سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس سب باتیں لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ یَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (سورہ رعد ۱۱)۔ترجمہ: اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ رُسُلَنَا یَکۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡکُرُوۡنَ (سورہ یونس)۔ترجمہ: بے شک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو تم تدبیر کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (سورہ جاثیہ ۲۹)۔ترجمہ: یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ بیان کرے گی۔جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں رات دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور صبح اور عصر کی نمازوں میں جمع ہو جاتے ہیں۔فرشتے اللہ کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔اللہ ان سے دریافت فرماتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے۔تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، وہ جواب دیتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز میں مشغول تھے اور جب ہم ان سے جدا ہوئے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔(بخاری کتاب مواقیت صلوۃ مسلم کتاب المساجد)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (سورہ رعد ۱۱)۔ترجمہ: وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔اس آیت کی تفسیر میں عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ فرشتے بندہ کے آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔جب تقدیر الٰہی آجاتی ہے تو وہ دور ہو جاتے ہیں۔تو نصوص مذکورہ سے ثابت ہوا کہ فرشتے قول و فعل تحریر کرتے ہیں اور نیت بھی ان میں داخل ہے کیونکہ وہ بھی دل کا فعل ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ (سورہ انفطار ۱۲)۔ترجمہ: جو تم کرتے ہو اس کو جانتے ہیں۔

تو یہ عموم میں داخل ہے۔اس کی شہادت رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے ہے جو

حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو تم اس کو نہ لکھو اور اگر برائی کرے تو اس کی ایک برائی تحریر کرو اور جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ پائے تو اس کے نامہ اعمال میں نیکی لکھدو اور اگر نیکی کرے تو ایک کی جگہ دس نیکیاں تحریر کرو۔ (بخاری حدیث ۷۵ و مسلم حدیث ۱۲۸)

ملک الموت پر ایمان لانا

{۹۸} وَنُؤْمِنُ بِمَلَکِ الْمَوْتِ الْمُوَکَّلِ بِقَبْضِ اَرْوَاحِ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: اور ہم موت دینے والے فرشتے پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام عالم کی ارواح کو قبض کرنے پر مقرر ہیں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ملک الموت کے بارے میں بھی ہم کو یقین ہے، جنہیں اہل جہاں کی ارواح قبض کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ ملک الموت (موت کا فرشتہ) موکل (مقرر کیا ہوا)۔

قران مجید میں حق تعالی ارشاد فرماتا ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سورہ الم سجدہ ۱۱)۔ ترجمہ: کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (سورہ انعام ۶۱)۔ ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو

ہمارے فرشتے اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

خیال رہے کہ ملک الموت کے ساتھ دیگر فرشتے بھی ہوتے ہیں جو معاونت کرتے ہیں اس لئے رسلنا (ہمارے فرشتے) فرمایا ہے۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سورہ زمر ۴۲)۔ ترجمہ: اللہ تعالی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں، پھر روک لیتا ہے ان روحوں کو جن کا فیصلہ ہو گیا ہو اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک۔

اور ملک الموت روح کو قبض کرنے سے نکالنے پر مقرر ہیں۔ پھر اس کی روح کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں یا عذاب کے فرشتے۔ اور اس کے بعد اس کو لیکر چلے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالی کے حکم اور اس کے فیصلے اور قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔ اس لیے موت دینے کی نسبت کبھی اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے اور کبھی فرشتوں کی طرف اور کبھی صرف ملک الموت کی جانب ہوتی ہے۔ لیکن حقیقتا موت دینے والا اللہ تعالی ہی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سورہ زمر)۔ ترجمہ: اللہ تعالی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ان کی نیند میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس پر موت کا حکم کر دیا ہو اسے روک لیتا ہے اور دوسری روح کو ایک مقرر وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

اورانسانی روح مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ رعد ۶۲)۔ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (سورہ اسراء ۸۵)۔ترجمہ: کہہ دو کہ روح میرے رب کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورہ حجر ۲۹)۔ترجمہ: اور میں نے پھونکی اس میں اپنی روح۔ پھونکی میں اضافت تشریفی ہے۔روح کے متعلق زیادہ تفصیل شرح عقیدۃ الطحاویہ کتاب الروح اور احیاءعلوم الدین میں ہے۔

موت کے وقت مومن کی روح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آسانی کے ساتھ بغیر تکلیف کے نکالی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (نحل ۳۲)۔ترجمہ: وہ متقی جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں (اس وقت) فرشتے کہتے ہیں (اے نیک بختو!) سلامتی ہو تم پر، داخل ہوجاؤ جنت میں ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (فجر ۳۰)۔ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔اور میری جنت میں داخل ہوجا۔اس آیت میں اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ اطمینان والی روح میرے بندوں میں داخل ہوجا اور پھر جنت میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی بڑی شان ہے۔

موت کے وقت جن سختیوں اور تکلیفوں کا تذکرہ واعظین کرتے ہیں وہ صحیح حدیثوں سے ثابت نہیں ہیں۔بہت سی روایت اس سلسلہ میں جو بیان کی جاتی ہیں زیادہ تر منکر ضعیف اور موضوع ہیں (صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۴۶۸)۔موت مؤمن کے لئے آرام وراحت کا ذریعہ ہے، چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ (مسلم)۔اور موت کو میرے لئے ہر سختی اور برائی سے آرام کا سبب بنا دے۔اور کفار کی روح بڑی سختی سے نکالی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (انعام ۹۳)۔ترجمہ: اور اگر آپ دیکھیں تو حیران ہوں گے جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہوں تم اپنی جانیں نکالو۔آج تمہیں ان ناحق باتوں کے بدلے ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (نحل ۲۸)۔ترجمہ: جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

یا اللہ ہمیں اسمائے حسنیٰ کے طفیل کے وسیلہ سے، نبی ﷺ کے ذکر کی برکت سے دنیا،

نزع، قبر حشر کی تمام تکلیفوں سے محفوظ فرما۔ آمین۔ الملتجی ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

عذاب قبر اور اس کی نعمتیں

{۹۹} وَنؤمن عَذَابُ الْقَبْرِ لِمَنْ كَانَ لَهُ اَهْلاً۔ وَسَوَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ فِیْ قَبْرِهٖ عَنْ رَبِّهٖ وَدِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ عَلٰى مَا جَآءَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: اور ہم قبر کے عذاب (اس کی راحت) پر ایمان رکھتے ہیں اس شخص کے لئے جو اس کا اھل (مستحق) ہو۔ اور منکر نکیر کے سوال (پر ایمان رکھتے ہیں) میت سے اس کی قبر میں اس کے رب اور اس کے نبی اور اس کے دین کے بارے میں (سوال کرتے ہیں) اس تفصیل کے مطابق جو رسول ﷺ سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اخبار (احادیث) میں وارد ہوئی ہیں۔

تشریح (۱) یعنی ہم مردے سے قبر میں اس کے رب، اس کے دین، اور نبی کے بارے میں سوال کیے جانے پر ایمان رکھتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی روایات اور صحابہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم عذاب قبر کو بھی صحیح مانتے ہیں لیکن اس کے لئے عذاب ہے جو اس کا اھل ہو جس طرح رسول ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے۔

اور برزخ موت کے وقت سے بعثت تک کی مدت کو کہتے ہیں (خزائن) اور قبر سے مراد عالم برزخ ہی ہے۔ اس کا ثبوت قران مجید میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورہ مومنون ۱۰۰)۔ ترجمہ: اور ان کے آگے

ایک آڑ (پردہ) ہے اس دن تک جس میں (مردے) اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (سورہ توبہ ۱۰۱)۔ ترجمہ: عنقریب ہم ان منکروں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جایں گے۔

اللہ فرماتا ہے وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (سورہ مومن ۴۵، ۴۶)۔ ترجمہ: اور فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیرا۔ آگ ہے جس پر صبح و شام پیش کیے جائیں گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

نیز اللہ سبحانہ تعالی فرماتا ہے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (سورہ سجدہ ۲۱)۔ ترجمہ: اور ہم انہیں ضرور چکھائیں گے عذاب نزدیک کا بڑے عذاب سے پہلے۔ اس آیت کریمہ میں عذاب ادنی سے عذاب قبر اور عذاب اکبر سے مراد عذاب قیامت ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (سورہ نوح ۲۵)۔ ترجمہ: اپنی ایسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (ابراھیم ۲۷)۔ ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں اور اللہ تعالی ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے یہ آیت عذاب قبر کے بارے

میں نازل ہوئی ہے (مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر)۔اسی طرح بکثرت احادیث مبارکہ میں عذاب قبر کا ذکر آیا ہے اور عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔چنانچہ رسول ﷺ نے فرمایا یوں نماز میں یہ دعا کیا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاۃِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے۔اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں دجال کے فتنہ سے۔اور عذاب قبر صرف قبر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں ہر صورت عذاب ضروری ہوتا ہے۔لھذا جو شخص فوت ہو اس کو عذاب ہوگا خواہ اسے قبر میں دفن کیا گیا ہو یا اسے درندے پرندے کھا جائیں یا اسے جلا دیا جائے اور اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے،اس کو صلیب پر لٹکا یا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے۔بہر حال اس کی روح اور اس کے بدن کو اسی طرح عذاب ہوگا جس طرح اس انسان کو عذاب ہوتا ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہو (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔اس لئے کہ قبر سے مراد حقیقتاً عالم برزخ ہے۔معلوم ہوا کہ عذاب قبر اور اس کے سوالات قبر کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

قبر میں سوال وجواب کا اثبات:

(۲) الفقہ الاکبر میں ہے وَاِعَادَۃُ الرُّوْحِ اِلَی الْجَسَدِ فِیْ قَبْرِہٖ حَقٌّ۔ترجمہ: اور روح کا میت کے جسم میں لوٹا دینا برحق (ثابت) ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے فَتُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ (مشکوۃ)۔ترجمہ: کہ روح اس

مردہ کی بدن میں لوٹا دی جاتی ہے (پھر مردہ کے جسم سے نکالی جاتی ہے۔اس کا ذکر نہیں ہے)۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ بندہ مومن کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پھر کر واپس جانے لگتے ہیں حَتّٰی اَنَّہٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ (بخاری کتاب الجنائز)۔ترجمہ: یہاں تک کہ وہ مردہ ان کے جوتوں کی اواز سنتا ہے۔(دوسری روایت میں اتا ہے) پھر اس کے پاس دو فرشتے اتے ہیں۔یہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تو محمد ﷺ کی بابت کیا کہتا تھا۔تو اگر وہ کہتا ہے کہ میں گواہ ہوں کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے مومن ہے تو اپنے دوزخی مقام کو دیکھ اور اس کے عوض اللہ تعالی نے تجھے کا مقام عطا کیا ہے۔حضور ﷺ فرماتے تھے کہ وہ دونوں مقامات کو دیکھتا ہے لیکن کافر یا منافق کا یہ جواب ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا مگر پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے عقل سے سمجھا اور نہ نقل سے سمجھا پھر لوہے کے ہتوڑے سے ایک ضرب اس کے کانوں کے درمیان ایسی لگائی جاتی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مردہ سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے تیرے نبی کون ہیں تو میت مومن کہتا ہے میرا رب اللہ تعالی ہے میرا دین اسلام ہے میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

حضرت براء ابن غازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے۔وہ جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللّٰہُ میرا رب اللہ ہے۔پھر فرشتے سوال کرتے ہیں مَا دِیْنُکَ کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب میں کہتا ہے دِیْنِیَ

الْاِسْلَام میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں جو اللہ کی طرف سے
تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے وہ کہتا ہے هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یہ اللہ کے رسول
ہیں۔ فرشتے مردسے سوال کرتے ہیں یہ تجھے کس نے بتایا۔ وہ کہتا ہے قَرَأْتُ كِتَابَ
اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ صَدَّقْتُ۔ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی
تصدیق کی پھر رسول اللہ نے فرمایا یہی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ
الظّٰلِمِيْنَ (ابراہیم ۲۷) ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پختہ
قول (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اور بھٹکا دیتا ہے اللہ
تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ مردہ تیسرے سوال کے جواب میں کہتا ہے عَبْدُ اللّٰهِ
وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (ترمذی)
زیادہ تفصیل موت کی یاد میں ہے۔

سوال: موت صرف پہلی مرتبہ آتی ہے دوبارہ نہیں آئے گی پھر قبر میں روح لوٹانے پھر
نکالنے سے دو موتیں ہوں گی حالانکہ موت ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى۔ ترجمہ: وہ نہیں چکھیں گے موت مگر
پہلی بار۔

جواب: اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ (۱) قبر میں بدن کے ساتھ روح متعلق ہونے
ہی سے عذاب ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ پورے بدن میں روح لوٹائی جائے
۔(۲) روح ساتویں آسمان یا ساتویں زمین میں یا کہیں اور جگہ ہو مگر روح کا بدن سے

تعلق قائم ہوتا ہے جیسا کہ سورج کی شعاعیں ساتویں اسمان سے زمین تک واقع ہوتی ہیں
۔(۳) نیز احادیث صحیحہ سے سوال وجواب کے وقت روح کا بدن میں لوٹایا جانا ثابت
ہے۔ البتہ قبر کی زندگی ضعیف ہوتی ہے جس سے موت کا زوال نہیں کہا جائے گا۔ (۴) یا یہ
کہ روح نصف بدن کے اعلیٰ حصہ سے متعلق ہوتی ہے۔ (۵) نیز روح اعادہ کے بعد
حاصل شدہ موت پہلی موت میں داخل ہے (نبراس ۹۰۳)
نئی موت نہیں نہ برزخ کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح ہے۔

رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (سورہ غافر ۱۱) ترجمہ: اے ہمارے رب
تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا۔

اس ایت کی تفسیر یہ دوسری ایت شریفہ ہے: وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (سورہ بقرہ ۲۸) ترجمہ: اور تم پہلے بے جان مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا
پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت میں اٹھائے گا۔

برزخی زندگی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت ہے شھداء زندہ ہیں اور انبیاء کرام کا شب
معراج میں مختلف جگھوں میں تشریف فرما ہونا۔ یہ برحی زندگی کی دلیل ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ
فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى
اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (زمر ۴۲) ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور
جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں پھر روک لیتا ہے ان
روحوں کو جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور واپس بھیج دیتا ہے۔ دوسری روحوں کو مقرر میعاد
پر۔

جواب: یہ ہے کہ روح کو روک لینا مردے کے جسم میں عارضی طور پر کسی وقت روح کو لوٹائے جانے کے خلاف نہیں کیونکہ لوٹائے جانے سے دنیاوی زندگی لازم نہیں آتی۔

سونے والے کو دیکھو کہ وہ نہ زندہ ہوتا ہے نہ مردہ بلکہ درمیانی حالت میں ہوتا ہے حالانکہ جسم میں روح باقی ہے۔اور زندہ کہلاتا ہے۔لیکن اس کی زندگی بیداری کی زندگی سے مختلف ہے کیونکہ نیند موت کی سگی بہن ہے ٹھیک اسی طرح جب روح لوٹائی جاتی ہے تو اس کی درمیانی حالت ہوتی ہے نہ مردہ ہی ہوتا ہے نہ زندہ اور مردہ ہی کہلاتا ہے صرف اسی ایک بات میں غور کر لیجئے بہت سی پیچیدگیاں دور ہو جائیں گی (کتاب الروح اردو ص ۱۰۰) حضرت ابن عباس وغیرہ مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اِنَّ اَرْوَاحَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ تَتَلَقّٰى فِي الْمَنَامِ فَتَعَارَفَ مَاشَاءَ مِنْهَا فَاِذَا اَرَادَ جَمِيْعُهَا الرَّجُوْعَ اِلَى الْاَجْسَادِ فَاَمْسَكَ اللّٰهُ اَرْوَاحَ الْاَمْوَاتِ عِنْدَهٗ وَاَرْسَلَ اَرْوَاحَ الْاَحْيَاءِ اِلٰى اَجْسَادِهَا (تفسیر منیر ص ۲۸ ج ۲۴) ترجمہ: بیشک زندہ اور مردہ لوگوں کی روحیں ملتی ہیں خوابوں میں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔جب وہ جسموں کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرتی ہیں تو اللہ تعالی مردوں کی روحیں روک رکھتا ہے اپنے پاس اور زندوں کی روحیں واپس لوٹا دیتا ہے ان کے جسموں میں۔

خیال رہے کہ امام طحاوی نے عذاب قبر کا ذکر کیا ہے اور نعیم قبر کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ نے اس کے بعد آنے والے عقیدہ میں قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بتایا ہے اور جنت کے باغ میں ہر طرح کی نعمتیں ہوتی ہیں اور آرام و رحت بھی ہوتا ہے۔واللہ اعلم۔

قبر جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا

{۱۰۰} وَالْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ

ترجمہ: اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (ایمانداروں کیلیے) یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے (اہل کفر و نفاق اور فساق کیلیے) (۱)۔

تشریح (۱) یعنی اور قبر مرنے والے کے لیے یا تو جنت کا ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کا گڑھا۔

اور قبر ان نیک لوگوں کے لئے باغ ہے جو دنیا میں توحید و رسالت اور قیامت ایمان رکھتے ہوئے اعمال صالحہ کرتے ہیں اور کفار و فساق کے لیے قبر دوزح کا گڑھا ہے کیونکہ وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور پھر ان لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ عذاب قبر ہے یا نہیں جو عذاب قبر کے منکر ہیں۔حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ (جامع ترمذی مطبوعہ بیروت حدیث نمبر ۲۴۶۰، جامع ترمذی مترجم ج ۲ حدیث نمبر ۳۵۱ باب جاء فی صفۃ اوانی الحوض)۔ترجمہ: کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزح کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْمُؤْمِنَ فِيْ قَبْرِهٖ لَفِيْ رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَيُرَحَّبُ لَهٗ قَبْرُهٗ سَبْعُوْنَ

ذِرَاعًا یُنَوَّرُ لَهُ کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ (رواہ ابو یعلی) ترجمہ: بیشک مومن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے جو اس کیلئے ستر ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس میں چودویں رات کے چاند جیسی روشنی کر دی جاتی ہے۔ ایسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے (کتاب احوال القبر ص ۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اسے صبح و شام اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو اسے جنتیوں والے محلات دکھائے جاتے ہیں اور اگر وہ جھنمی ہے تو جھنمیوں والا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے یہ تیری رہائشگاہ ہے، اللہ تعالی قیامت کے روز تجھے یہاں بھیجے گا۔ (مسلم کتاب الجنة و صفتہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو رو پڑتے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ آپ سے کہا گیا: آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے مگر قبر دیکھ کر رو پڑتے ہیں تو فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس منزل سے نجات نہ پائی اور اس کے بعد کا مرحلہ اس سے سخت تر ہوگا (مشکوۃ)۔

وَالْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ

اور ناصر الدین الالبانی لکھتے ہیں قِطْعَةٌ مِنْ حَدِیْثٍ ضَعِیْفٍ جِدًّا (حاشیہ شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۲۹۶)۔ اس حدیث کے بارے میں حسن بن علی سقاف لکھتے ہیں کہ یہ بہت ہی ضعیف حدیث ہے بلکہ موضوع (من گھڑت) ہے (حاشیہ صحیح شرح عقیدۃ

الطحاویہ ص ۴۶۶)۔ کہ یہ ایک بہت ہی ضعیف حدیث کا ٹکڑا ہے۔ امام ابو جعفر احمد طحاوی رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ علم حدیث میں ناصر الدین البانی اور حسن سقاف سے بہت اونچا ہے۔ اس لئے امام طحاوی کا اس روایت کو نقل کرنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں عذاب قبر سے محفوظ فرما۔ یا اللہ قبر کو ہمارے لئے جنت کا باغ بنا۔ آمین

منازل حشر

{۱۰۱} نُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَجَزَاءِ الْاَعْمَالِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَقِرَاءَةِ الْکِتَابِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِیْزَانِ

ترجمہ: ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے (۱) اور قیامت کے دن اعمال کی جزا پر ایمان رکھتے ہیں (۲) اور اعمال نامے پیش کئے جانے (۳) اور حساب (۴) اور اعمال نامے پڑھے جانے (۵) اور ثواب (فرمانبرداری کے لئے)، وعذاب (گنہگاری کے لئے حسب وعدہ وعید) (۶) اور پل صراط سے گزرنے (۷) اور اعمال تولے جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح (۱) یعنی ہم قیامت میں دوبارہ پیدا کیے جانے، اعمال کا بدلہ ملنے، اللہ کے حضور پیش ہونے، حساب و کتاب، اعمال نامہ پیش کیے جانے، اور اس کے مطابق ثواب وعقاب دیے جانے اور پل صراط پر گذرے اور اعمال کے تولے جانے پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

یوم بعث کا ذکر قرآن کریم کی بکثرت آیات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ (سورہ یس ۷۸)، کافر کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ فرما دیجئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (یاسین ۵۱)، تو وہ سب لوگ یقدم قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الاسراء ۵۱) اب کہیں گے ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا، فرما دیجئے جس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (القیامۃ ۳)، کیا انسان کا یہ گمان ہے کہ ہم ہرگز نہیں اس کی ہڈیاں جمع کریں گے، ضرور کریں گے، ہم اس بات پر قادر ہے کہ اس کی پور پور کو درست کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (ق ۴۴)، جس دن زمین ان سے کھل جائے گی اور وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے یہ جمع کرنا صرف ہمارے لئے ہی آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (الاعراف ۲۹)، جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا اسی طرح تمہیں قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (سورہ مومنون ۱۶) ترجمہ: کہ بے شک تم قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے جاو گے۔

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورہ حج ۵) ترجمہ: اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بیشک اللہ تعالی

اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔

نیز اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (سورہ نمل ۸۷) ترجمہ: اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو گھبرائے جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۰ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۰ (سورہ زمر ۶۸) ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں پس بیہوش ہو جائیں گے جو آسمانوں میں اور زمیں میں ہیں مگر جس کو چاہے اللہ تعالیٰ پھر پھونکا جائے گا اس میں دوسری بار پس جب ہی وہ کھڑے ہونگے دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (سورہ یس ۵۱۔۵۳) ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں تو جب ہی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑیں گے۔ کہیں گے ہائے خرابی ہم کو کس نے اٹھایا ہم کو ہماری نیند سے۔ یہ وہ ہے جو وعدہ کیا اللہ نے اور سچ فرمایا رسولوں نے۔ نہیں ہے مگر ایک آواز پس اس وقت وہ سب ہمارے ہاں حاضر ہوں گے۔

اسی طرح دیگر آیات میں قیامت کا ذکر ہے۔

(۲) جزا اعمال کا ذکر قرآن مجید کی پہلی سورہ فاتحہ میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ترجمہ: مالک ہے روز جزا کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَوْمَئِذٍ

يُوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَق (سورہ نور ۲۵) ترجمہ: اس دن اللہ ان کو پوری جزا دے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی اور حاضری ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةً (سورہ حاقہ ۱۷) ترجمہ: اس دن تم سامنے پیش کیے جاؤ گے نہیں چھپی رہے گی کوئی بات۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الکھف ۴۸)۔ اور وہ پیش کئے جائیں گے آپ کے رب کی بارگاہ میں صف باندھے ہوئے (پھر ہم انہیں کہیں گے کہ آج) تم آگئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (سورہ انشقاق ۶) ترجمہ: اے انسان بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنا ہے پھر اس سے ملنا۔

(۴) حساب برحق ہے، کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (انبیاء ۴۷)، جس دن حساب قائم ہوگا۔

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (ابراھیم ۴۱)، اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ ترجمہ: اور جو اپنا نامہ اعمال دیا گیا اپنے دائیں ہاتھ میں تو اس کا آسان حساب لیا جائے گا اور وہ خوش ہو کر اپنے گھر والوں کی طرف پلٹے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (غافر ۱۷)۔ بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورہ انبیا) ترجمہ: ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔

(۵) نامہ اعمال کا پڑھنا برحق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ (سورہ اسراء ۱۳) اور قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جس سے وہ کھلا پائے گا۔ اور ہم نکالیں گے اس کے لئے روز قیامت ایک کتاب جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گے۔ حکم ہوگا اپنی کتاب (نامہ اعمال) پڑھ تیرا اپنا آپ ہی آج تیرا حساب لینے والا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (الکھف ۴۹) اور رکھ دیا جائے گا (ان کے سامنے) نامہ عمل پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ وہ ڈر رہے ہوں گے، اس سے کہ اس میں ہے اور کہیں گے صد حیف! اس نوشتہ کو کیا ہوگیا ہے کہ نہیں چھوڑا اس نے کسی چھوٹے گناہ کو اور نہ کسی بڑے گناہ کو مگر اس نے اس کا شمار کرلیا ہے۔ اور اس دن وہ پالیں گے جو عمل انہوں نے کئے تھے اپنے سامنے۔

(۶) نیکوں کو ان کے اچھے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور بدکردار لوگوں کو برے اعمال کی سزا دی جائے گی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (سورہ زلزال) ترجمہ: پس جو ذرے کے برابر نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرے کے برابر برائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔

(۷) پل صراط حق ہے چنانچہ اللہ تعالہ فرماتا ہے: فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ط وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ (سورہ صافات) ترجمہ: ان سب کو ھانکو دوزخ کی طرف اور انہیں ٹھراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (سورہ مریم) ترجمہ: اور تم سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا یہ اپ کے رب پر لازم ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

(۸) میزان برحق ہے یعنی قیامت کے دن میدان حشر میں ترازو پر اعمال کا تولا جانا برحق ہے اللہ تعالی فرماتا ہے: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف ۷) ترجمہ: اور اعمال کا تولا جانا اس دن برحق ہے۔ پس جن کے بھاری ہوں گے ترازو تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (اور جن کے ہلکے ہوں گے وہ نقصان اٹھانے والے ہیں اپنی جانوں پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (قارعۃ ۶) پھر جس کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے تو وہ دل پسند عیش (ومسرت) میں ہوگا اور جس کے (نیکیوں کے) پلڑے حلقے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا ھاویہ (بڑھکتی ہوئی آگ) ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورہ انبیاء ۴۷) ترجمہ: اور ہم رکھیں گے ترازو عدل کی قیامت کے دن پس نہ ظلم کیا جاے گا کسی پر۔ اور اگر ہوگا کسی کا عمل رائی کے دانا کے برابر ہم اس کو بھی

لائیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ ثَقِيْلَتَانِ عَلَى الْمِيْزَانِ (صحیح البخاری کتاب التوحید) ترجمہ: دو ایسے کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں خدائے رحمان کو پیارے ہیں۔ میزان میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اس میں اختلاف ہے کہ قیامت کے دن اعمال نامے تولے جائیں گے یا عمل کرنے والا بھی ساتھ تولا جائے گا کیونکہ حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ ایک بڑا موٹا آدمی قیامت کے دن آے گا اور اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر وزن نہیں ہوگا۔ اور فرمایا اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو: حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (سورہ کھف ۱۰۵) ضائع ہوگئی ان کے اعمال ترجمہ: تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن وزن نہیں قائم کریں گے۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ کفار کے اعمال تولے نہیں جائیں گے اور یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے عامل کو تولا جاے گا۔ اس دوسرے مطلب کی بنا پر صاحب شرح العقیدۃ الطحاویہ نے لکھا ہے: وَفِيْ هٰذَا السِّيَاقِ فَائِدَةٌ جَلِيْلَةٌ وَهِيَ اَنَّ الْعَامِلَ يُوْزَنُ مَعَ عَمَلِهٖ (شرح عقيدة الطحاويه)۔ (تمهيد فى بيان التوحيد ۱۲۸)۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ آمین

۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ اے اللہ ہمیں نزع، قبر اور حشر کی سب منزلوں میں کامیابی اور سلامتی عطا فرما۔ آمین۔ ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی

دوزخ وجنت موجود ہیں دونوں کے لئے فنا نہیں

{۱۰۲} وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ لَا تَفْنِيَانِ اَبَدًا وَلَا تَبِيْدَانِ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) جنت ودوزخ دونوں پیدا کی ہوئی ہیں (۱) کبھی فنا نہ ہوں گی اور نہ ختم ہوں گی (۲)۔

تشریح (۱) یعنی جنت وجہنم پیدا کی جا چکی ہیں، یہ کبھی نابود نہ ہوں گیں، اور نہ پرانی ہوں گی۔

اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالی کی مخلوق ہیں اور اس وقت موجود ہیں اہل سنت اسی ہی عقیدہ پر قائم رہے یہاں تک کہ معتزلہ قدریہ کا ظہور ہوا انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالی ان دونوں کو قیامت کے دن پیدا کرے گا مگر یہ ان کا عقیدہ اور نظریہ غلط ہے اور کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالی جنت کے متعلق فرماتا ہے: اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (آل عمران ۱۳۳) ترجمہ: جنت پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُكُلُهَا دَائِمٌ (سورہ رعد ۳۵) ترجمہ: جنت کے کھانے ہمیشہ رہنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي

الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (سورہ قصص ۸۳) یہ آخرت کا گھر ہے جس سے ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو زمین میں سرکشی کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا۔

اللہ تعالی اہل جنت کے متعلق فرماتا ہے: لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ منها بِمُخْرَجِيْنَ۔ (سورۃ الحجرایت ۴۸) ترجمہ: نہیں پہنچے گی انہیں کوئی تکلیف اور نہ وہ نکالے جائیں گے اس سے۔

جنت ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتھی کے پاس ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے عِنْدَهَا جَنَّتُ الْمَأْوٰى (سورہ نجم) (بحر الکلام ۱۲۸) ترجمہ: اس کے پاس جنت الماوی ہے۔

اور اللہ تعالی نے دوزخ کے بارہ میں فرمایا: اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (سورہ ال عمران ۱۳۱) ترجمہ: دوزخ کافروں کے لیے تیار کی گی ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيْمٌ (سورہ مائدہ) ترجمہ: اہل دوزخ کے لیے دائمی عذاب ہے۔

فَاُولٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (بقرہ ۸۰) ترجمہ: تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

نیز اہل دوزخ کے بارہ میں فرمایا: وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (بقرہ ۱۶۷) ترجمہ: اور وہ دوزخ سے نہیں نکلیں گے۔

اور دوزخ کے متعلق روایتوں میں آتا ہے کہ وہ ساتویں زمین کے نیچے ہے اللہ فرماتا ہے: اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي سِجِّيْنٍ۔ ترجمہ: کہ بے شک بدکار لوگوں کا دفتر سجین ہے۔

اور بعض نے جنت اور دوزخ کے بارے میں توقف کیا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں دیا کہ اب وہ

کہاں ہیں واللہ اعلم۔

امام ابوشکور محمد سالمی رحمہ اللہ فرقہ معتزلہ اور جہمیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ بَعْضُ الْاَشْیَاءِ بَاقِیَۃٌ بِاِبْقَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی کَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَمَا فِیْہِمَا وَالْعَرْشِ وَالْکُرْسِیِّ وَاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْاَرْوَاحِ بِاِذْنِ لِلّٰہِ تَعَالٰی (التمہید فی بیان التوحید ۱۲۷) ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے تو بیہوش ہو جائیں گے آسمان اور زمین والے سوائے وہ جو اللہ چاہے تو پھر بعض چیزیں باقی رہیں گی اللہ تعالی کے ان کو باقی رکھنے سے جیسے جنت اور دوزخ اور جو کچھ ان میں ہے اور عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور تمام ارواح، سب اللہ کے حکم سے۔

امام ابوالمعین نسفی فرماتے ہیں: قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ سَبْعَۃٌ لَا تَفْنٰی اَلْعَرْشُ وَالْکُرْسِیُّ وَاللَّوْحُ وَالْقَلَمُ وَالْجَنَّتُ وَالنَّارُ بِاَھْلِہِمَا وَالْاَرْوَاحُ (بحر الکلام فی علم التوحید ۷۲) ترجمہ: اہل سنت و جماعت نے کہا ہے سات چیزیں ہیں جو فنا نہیں ہوں گی: عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت اور دوزخ ان کے باشندوں کے ساتھ اور تمام ارواح۔

بعض کے نزدیک اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ ترجمہ: جو مخلوق زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے تمہارے رب کی ذات جلال وعظمت والی ہے باقی رہے گی۔

اللہ فرماتا ہے: کُلُّ شَیْئٍ خَالِقٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (سورہ قصص ۸۸) ترجمہ: ہر چیز

ہلاک اور فناہ ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالی کی ذات کے۔

یعنی ہر چیز قابل فنا ہے بقا ہے تو صرف اللہ کے لئے ہے۔

جنت میں داخل کرنا اللہ کا فضل ہے، دوزخ میں ڈالنا عدل ہے

{۱۰۳} وَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ قَبْلَ الْخَلْقِ وَخَلَقَ لَھُمَا اَھْلاً۔ فَمَنْ شَاءَ مِنْھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ اَدْخَلَہُ فَضْلاً مِّنْہُ وَمَنْ شَاءَ مِنْھُمْ اِلَی النَّارِ اَدْخَلَہُ عَدْلاً مِّنْہُ

ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالی نے جنت اور دوزخ کو مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا فرمایا (۱) اور ان دونوں کے لئے رہنے والوں کو بھی پیدا فرمایا۔ پس جس کو چاہئے گا ان میں سے اپنے فضل سے جنت کا اہل بنادے گا اور جسے چاہے گا عدل کے ساتھ دوزخ کا اہل بنائے گا (۲)۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی سے جنت وجہنم کو پیدا کر لیا تھا، اور پھر ہر دو میں جانے والے انسانوں کو پیدا کیا، پس جس کو چاہا اپنے فضل سے جن کا حقدار بنایا اور جس کو چاہا اپنے عدل اور انصاف سے جہنم کا حق دار بنایا۔

تشریح (۱) یعنی جنت کو دیگر مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (سورہ آل عمران ۳۳) ترجمہ: جنت پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

نیز فرمایا: اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ (سورہ حدید ۲۱) ترجمہ: ان لوگوں

کے لئے تیار کی گئی جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نبی ﷺ نے سدرۃ المنتھی کو دیکھا اور وہاں جنۃ الماوی کو بھی دیکھا۔ اور دوزخ کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (سورہ آل عمران ۱۳۱) ترجمہ: وہ دوزخ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(۲) تو جس کو چاہے گا اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا کہ جس کو چاہے گا دوزخ میں ڈال دے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر عرض کیا کہ:

یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائے گا میں نے عرض کیا آپ ﷺ بھی نہیں آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اپنے سر انور پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں۔ مگر یہ کہ مجھے اللہ اپنی رحمت میں چھپالے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا (مشکوۃ قیام رمضان)

اس حدیث میں اللہ کی رحمت پر بھروسا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ دخول جنت کا سببِ حقیقی اللہ کی رحمت ہی ہے۔ ع تیری رحمت کا طلبگار آیا۔

اللہ تعالی ظلم نہیں کرتا اگر عطا کرے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر عذاب میں مبتلا کرے تو یہ اس کا عدل ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ترجمہ: اور یہ اللہ تعالی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ترجمہ: اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ترجمہ: اور لیکن اللہ تعالی تمام جہاں والوں پر فضل کرنیوالا ہے۔

نیز فرمایا: جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ترجمہ: بدلہ ہے بسبب اس کے کہ وہ جو عمل کیا کرتے تھے۔

انسان وہی کرتا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے

{۱۰۴} وَكُلٌّ يَعْمَلُ لِمَا قَدْ فُرِغَ لَهُ وَصَائِرٌ اِلٰى مَا خُلِقَ لَهُ

ترجمہ: اور ہر شخص وہی کام کرتا ہے جس کے لئے (اللہ تعالی کی طرف سے) فراغت ہو چکی ہے (۲) اور ہر شخص اسی چیز کی طرف لوٹنے والا ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے (۱)۔

تشریح (۱) یعنی ہر انسان وہی کام کرتا ہے جو اس کے حق میں لکھدیا ہے حدیث میں ہے کہ ابھی بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو چار باتیں لکھتا ہے اس کی مدت زندگی لکھتا ہے۔ اس کا رزق لکھتا ہے۔ یہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت تو پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے (مشکوۃ کتاب الایمان باب القدر مختصرا)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ و کل میسر لما خلق له۔

ایک اور دوسری روایت میں ہے: فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ (بخاری مسلم)

ترجمہ: کہ ہر انسان کے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کیلئے وہ پیدا ہوا۔

ہر کام اور حکم کا فیصلہ ہو چکا ہے (۲)

اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (اسراء ۸۴) ترجمہ: آپ فرمادیجئے

کہ ہر شخص عمل پیرا ہے اپنی فطرت کے مطابق ہے۔حدیث میں ہے کہ رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا **فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ**
(ترمذی ۲۱۴۲) ۔تمہارا رب بندوں کے معاملات میں سے فارغ ہو چکا ہے تو ایک گروہ
جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔(۳) جس کیلئے پیدا کیا گیا اسی طرح لوٹنے
والا وہی کام کرنیوالا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى** تو عنقریب ہم اس
کے لئے آسانی (جنت کا راستہ) فراہم کردیں گے، **وَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى**
(سورۃ اللیل) تو ہم بہت جلدی اس کے لئے دشواری آگ مہیا کردے گے۔
یارب العالمین ہمیں جنتی گروہ میں شامل فرمادینا۔آمین

نیکی و بدی بندوں کے حق میں مقدر ہے

{۱۰۵} وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مُقَدَّرَانِ عَلَى الْعِبَادِ

ترجمہ: اور نیکی اور بدی دونوں بندوں کے حق میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقدر
ہیں(۱)۔

تشریح (۱) یعنی خیر وشر دونوں بندوں کیلئے تقدیر میں لکھی گئی ہیں۔امام ابوجعفر طحاوی رحمہ
اللہ مسئلہ تقدیر پہلے تفصیلاً بیان کرچکے ہیں **وَاِنَّمَا اَعَادَهٗ تَاكِيدًا وَمُبَالَغَةً
فِيْ اِثْبَاتِ الْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ** (نور الیقین فی اصول الدین)۔صرف مسئلہ قضاء وقدر
میں تاکید اور مبالغہ کے لئے لائے ہیں۔اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر و
شر پیدا کرنے پر قادر ہے۔

حدیث میں ہے وَنُؤْمِنُ مِنْ قَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ترجمہ: اور ہم ایمان لاتے ہیں اس
کی اچھی اور اس کی بری تقدیر پر۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ يُّصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ۔ (توبہ ۵۱) ترجمہ: ہرگز نہیں
پہنچے گی ہمیں مگر جو اللہ نے لکھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا (سورہ فرقان ۲) ترجمہ:
اور اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورہ نساء ۷۸) ترجمہ: فرمائیے ہر چیز
اللہ کی طرف سے ہے

استطاعت کی دو قسمیں

**{۱۰۶} وَالْاِسْتِطَاعَةُ الَّتِي يَجِبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنْ نَحْوِ التَّوْفِيقِ الَّذِي
لَا يَجُوزُ اَنْ يُوصَفَ الْمَخْلُوقُ بِهٖ فَهِيَ مَعَ الْفِعْلِ وَاَمَّا الْاِسْتِطَاعَةُ الَّتِي مِنْ
جِهَتِهِ الصِّحَّةِ وَالْوُسْعِ وَالتَّمَكُّنِ وَسَلَامَةِ الْاٰلَاتِ فَهِيَ قَبْلَ الْفِعْلِ
وَبِهَا يَتَعَلَّقُ الْخِطَابُ وَهُوَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**

ترجمہ: اور وہ استطاعت جس کی وجہ سے فعل واجب ہوتا ہے جیسے توفیق ہے، جس سے
مخلوق کا اتصاف جائز نہیں، تو یہ استطاعت، فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔اور وہ استطاعت جو
صحت، وسعت، قدرت اور آلات کی سلامتی کے اعتبار سے ہے اس کا وجود فعل سے پہلے
ہوتا ہے اور خطاب (حکم) اس استطاعت سے متعلق ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔(۱)

تشریح(۱) یعنی استطاعت فعل بایں معنی کہ جس کے حاصل ہونے سے ہی بندہ کوئی کام کرسکے، اور جو بندے کے قبضہ میں نہیں سمجھی جاتی، وہ فعل کے ساتھ ساتھ انسان کو حاصل ہوتی ہے اور استطاعت بمعنی تندرستی، گنجائش، طاقت، اور اسباب وآلات کا میسر ہونا، یہ بندے کو پہلے سے حاصل ہوتی ہے، اور اسی کی بنیاد پر بندے کو اللہ کی طرف سے کسی کام کا مکلف بنایا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**، (اللہ ہر ایک کو اس کی طاقت کے بقدر ہی مکلف بناتے ہیں۔

عقیدۃ الطحاویہ کے بعض دیگر نسخوں میں متن کی عبارت یوں ہے:

وَالْاِسْتِطَاعَةُ الَّتِیْ یَجِبُ بِهَا الْفِعْلُ وَاَمَّا الْاِسْتِطَاعَةُ مِنْ جِهَةِ۔

اور استطاعت, طاقت، قدرت اور وسعت متقارب المعنی الفاظ ہیں۔ نیز استطاعت کی دو قسمیں ہیں کہ جن کو حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور استطاعت بمعنی توفیق دینا اور توفیق دینا اللہ تعالی کا کام ہے۔ مخلوق کے لئے یہ اختیار نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ (سورہ ھود ۲۰)۔ ترجمہ: نہ تھے وہ طاقت رکھتے سننے کی اور نہ وہ دیکھتے تھے۔

اس میں حقیقت قدرت کی نفی ہے نہ اسباب وآلات کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ۔ اور وہ قدرت جو فعل سے قبل ہوتی ہے اس کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً (سورہ آل عمران ۹۷)۔ ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کے لئے خانہ کعبہ کا

حج ضروری ہے اس کے لئے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورہ تغابن ۱۶)۔ ترجمہ: اور تم اللہ سے استطاعت کے مطابق ڈرو۔

علامہ عبدالغنی فرماتے ہیں استطاعت ایک عرض ہے جس کو اللہ تعالی نے جانور میں پیدا فرمایا ہے جس کے ساتھ وہ افعال اختیاریہ کرتا ہے اور یہی فعل کیلئے علت ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ یہ استطاعت اداء فعل کیلئے شرط ہے نہ کہ علت۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ کام کرنے کے ارادہ کے اسباب وآلات کی سلامتی کے بعد اللہ تعالی اس صفت کو پیدا فرماتا ہے تو اگر کوئی فعلِ خیر کا ارادہ کرے تو اللہ تعالی فعل خیر کی قدرت پیدا فرماتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرے تو برے کام کی قدرت پیدا فرماتا ہے تو اسی لئے بندہ ذم وعقاب کے لائق ہوتا ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ)

اللہ تعالی کے اوامر واحکام کی ادائیگی کے لئے استطاعت اور قدرت اور طاقت کا ہونا شرط ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے **لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** (سورہ بقرۃ ۲۸۶)۔ ترجمہ: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ استطاعت کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم: وہ قدرت اور طاقت جو اللہ نے ہر بندے میں رکھی ہے جس کے سبب سے بندہ افعال اختیاریہ کرتا ہے اور یہ استطاعت فعل کے ساتھ ملی ہوتی ہے، اسی کا نام توفیق ہے۔ دوسرا اسباب وآلات کا سلامت ہونا اور صحت وتندرستی کا ہونا ہے اور یہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے۔

بندوں کے افعال مخلوق ہیں

{۱۰۷} وَ اَفۡعَالُ الۡعِبَادِ خَلۡقُ اللہِ وَ کَسۡبٌ مِّنَ الۡعِبَادِ

ترجمہ: اور بندوں کے افعال اللہ کی مخلوق ہیں اور بندوں کی جانب سے کسب ہے(۱)۔

تشریح(۱) **افعال فعل کی جمع** کام، **عباد عبد کی جمع**، **خلق** پیدا کرنا، مخلوق، کسب کمانا، خلق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔کسب بندے کا فعل ہے، اسی لئے خلق کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے، اور کسب کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے۔

افعال عباد کی دو قسمیں ہیں: (۱) افعال اضطراریہ جو بندہ سے اس کے ارادہ واختیار کے بغیر صادر ہوتے ہیں جیسے العروق النابضۃ (دھڑکتی رگیں) درختوں کی حرکت اور حرکت مرتعش (اس شخص کی حرکت جسے رعشہ کا عارضہ ہو)۔اس طرح کی افعال بالاتفاق اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔(۲) افعال اختیاریہ مثلاً کفر وایمان، طاعت اور معصیت وغیرہ، یہی محل اختلاف ہیں، جبریہ ان افعال کے بارے میں بندہ کو مجبور محض مانتے ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ خود ان افعال کا موجد اور خالق ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کو کوئی دخل نہیں اور اہل سنت والجماعت نہ تو جبریہ کی طرح بندہ کو مجبور محض مانتے ہیں کہ اس کی قدرت واختیار کو کوئی دخل نہ ہو اور نہ معتزلہ کی طرح اللہ تعالیٰ کو بالکل بے دخل مانتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اختیاریہ بندہ اور اللہ دونوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں۔ بندہ کی قدرت کا تعلق کسب سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق خلق سے ہے یعنی بندہ کاسب ہے اور اللہ خالق ہے۔ اہل سنت کی دلیل متعدد نصوص ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ (سورہ صافات ۹۶)۔ترجمہ: اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور ان کاموں کو جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ (سورہ زمر)۔ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ (مؤمنون ۱۴)۔ترجمہ: اللہ بابرکت سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

خلق کا معنی پیدا کرنا، اندازہ کرنا، تصویر بنانا۔ یہاں اس آیت شریفہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ تصویریں بناتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ ان سب سے بہتر تصویریں بنانے والا ہے کیونکہ اس کی صفت ھُوَ الۡمُصَوِّرُ (وہ صورتیں بنانے والا) بھی ہے۔لہٰذا یہ درست نہیں ہوگا کہ بہت سے لوگ پیدا کرنے والے ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ بھی ہے، جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔اس لئے یہاں پیدا کرنا مراد ہی نہیں، یہاں اندازہ کرنا، تصویر بنانا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (انفال ۱۷)۔ترجمہ: اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ یَدَاکَ (حج ۱۰)۔ترجمہ: یہ بسبب اس کے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا یَکۡسِبُہٗ عَلٰی نَفۡسِہٖ (سورۃ النساء ۱۱۱)۔ترجمہ: اور جو کمائے گناہ کو تو وہ کماتا ہے اسے اپنے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورہ بقرہ ۱۸۲)۔ ترجمہ: اس کو اجر ملے گا جو نیک عمل اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو برا اس نے کمایا۔

اور بندوں کے افعال اختیاریہ وہ ہیں جن کی وجہ سے ان کو ثواب دیا جاتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ اس میں بندوں کی فعل کی نسبت بندوں کی طرف حقیقۃً ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (سورہ ھود ۳۶)۔ ترجمہ: تو مت مایوس ہوں ان کاموں سے جو وہ کیا کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (سورہ بقرۃ ۱۹۷)۔ ترجمہ: اور جو اچھے کام تم کرتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے۔ اس میں جبریہ فرقہ کا رد ہے جو بندوں کے اختیار اور کسب کا بالکل انکار کرتے ہیں۔

بندوں کو بقدر طاقت مکلف بنایا گیا ہے

{۱۰۸} وَلَمْ يُكَلِّفْهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا مَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يُطِيْقُوْنَ اِلَّا مَا كَلَّفَهُمْ وَهُوَ تَفْسِيْرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ نَقُوْلُ لَا حِيْلَةَ لِاَحَدٍ وَلَا حَرَكَةَ لِاَحَدٍ وَلَا تَحَوُّلَ لِاَحَدٍ عَنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ اِلَّا بِمَعُوْنَةِ اللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ لِاَحَدٍ عَلٰى اِقَامَةِ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالثَّبَاتِ عَلَيْهَا اِلَّا بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے (ان بندوں کو) مکلف نہیں بنایا مگر ان ہی کاموں کا جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور وہ نہیں طاقت رکھتے مگر جس کے وہ مکلف ہیں اور یہی (۱) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی تفسیر ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ نہ کسی کے لئے کوئی حیلہ ہے اور نہ کسی کے لئے کوئی طاقت ہے (نیکی کرنے کی لئے)، اور نہ کسی کے لئے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوئی طاقت ہے مگر اللہ کی مدد سے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ادا کرنے پر کسی کو کوئی قوت ہے اور نہ ثابت قدم رہنے کی طاقت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

تشریح (۱) اللہ نے انہیں اسی کا مکلف بنایا جس کی وہ طاقت رکھتے تھے، اور بندے اسی کی طاقت رکھتے ہیں جس کا انہیں مکلف بنایا ہے۔ چنانچہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا یہی معنی ہے، یعنی گناہ سے بچنے کا کوئی حیلہ حرکت، اور طاقت (حول) بندے کو اللہ کی مدد کے بغیر نہیں، اور اللہ کی اطاعت فرماں برداری کی قوۃ قدرت بھی اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استطاعت کے بقدر مکلف بنایا ہے طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورہ بقرہ ۲۸۶)۔ ترجمہ: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورہ انعام ۱۵۲)۔ ترجمہ: ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر کوی کام نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرۃ ۱۸۵)۔ ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورہ الحج ۷۸)۔ ترجمہ: اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (سورہ نساء ۲۸)۔ترجمہ: اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تخفیف کرے تم سے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اور یہاں طاقت سے مراد توفیق ہے نہ کہ قدرت اور آلات کی سلامتی ہے کیونکہ بندہ ہر وقت اللہ کا محتاج ہے گناہ سے بچنے کے اعتبار سے اور اطاعت میں توفیق ظاہر ہے۔

ایمانداروں کی دعا ہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (سورہ بقرہ ع ۴۰)، اے اللہ ہمیں ایسی بات کا حکم نہ دے جو ہماری طاقت سے باہر ہو۔

ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہوتا ہے

{ ۱۰۹ }وَ کُلُّ شَیْءٍ یَجْرِیْ بِمَشِیْئَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ عِلْمِهٖ وَ قَضَائِهٖ وَ قَدَرِهٖ

ترجمہ: (۱) ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ، علم، فیصلہ اور تقدیر کے مطابق چلتی ہے۔

تشریح (۱) یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی منشاء، اس کے علم اور قضا وقدرت سے جاری وساری ہے۔اس کی مشیت (چاہت) سب کے ارادوں پر غالب ہے۔جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔وہ ذات کسی پر ظلم نہیں کرتی۔وہ ہر قسم کے عیب اور ناگوار چیزوں سے پاک ہے۔جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کرتا ہے مگر مخلوق میں کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا۔وہی اللہ تعالیٰ سب سے پوچھتا ہے۔اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کیونکہ ظلم کرنا گناہ ہے اور اللہ گناہ سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (سورہ ق ۲۹) ترجمہ: ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا هُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورہ زخرف)۔

ترجمہ: اور ہم نے تو ان پر ظلم نہیں کیا۔البتہ وہ خود ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (سورہ کہف ۴۹) ترجمہ: اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا (طٰہ ۱۱۲)۔ترجمہ: جو نیک کام کرے اور وہ ایماندار ہو تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔

قضاء کی دو قسمیں ہیں: (۱) قضاء تکوینی جیسے اللہ فرماتا ہے فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (سورہ فصلت ۱۲)۔ترجمہ: تو اللہ نے دو دن میں سات آسمان بنائے۔

(۲) قضاء شرعی جیسے اللہ فرماتا ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سورہ اسراء ۲۳)۔ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

اس آیت میں قضاء تکوینی مراد ہے نہ کہ قضاء شرعی۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نظام خداوندی دو طرح کا ہے (۱) تشریعی جس میں خلق خدا کی ہدایت اور اصلاح کیلئے کتابیں و شریعت دے کر انبیاء کرام کو بھیجا گیا (۲) تکوینی جس میں کائنات کا نظام اللہ کی قدرت و مشیت اور اس کی قضاء کے مطابق چلتا ہے یعنی موت و زندگی، عمر و رزق، راحت و آسانی، مصیبت و پریشانی، نجات و ہلاکت۔ان خدمات کیلئے تمام طور پر اللہ کے فرشتے مقرر ہیں مگر زمرہ انبیاء کرام میں بھی حق تعالیٰ نے بعض کو اس قسم کی خدمت کیلئے مخصوص کر لیا ہے۔

تقدیر کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں (۱) تقدیر مبرم جو لوح محفوظ میں لکھی ہے جس میں کوئی

تغیر تبدل نہیں ہوسکتا۔(۲) تقدیر معلق جس میں تغیر وتبدل ہوتا ہے۔اور یہ تقدیر کی دونوں قسمیں بندوں کی نسبت ہے۔اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کے انجام سے آگاہ ہے۔جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ** (الروم ۳۹)۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے۔اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر غالب ہے

{۱۱۰} غَلَبَتْ مَشِيْئَتُهُ الْمَشِيْئَاتِ كُلَّهَا وَغَلَبَ قَضَائُهُ الْحِيَلَ كُلَّهَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مشیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اس کا ارادہ تمام ارادوں پر غالب ہے۔اللہ تعالیٰ کی قضا اور اس کا فیصلہ تمام حیلوں اور تدبیروں پر غالب ہے(۱)۔

تشریح (۱) یعنی اس کی مشیت تمام مشیتون پر غالب ہے اور اس کا ارادہ تمام ارادوں پر غالب ہے اور اس کے فیصلے تمام فیصلوں پر غالب ہیں۔اس میں رد ہے معتزلہ کے گمان فاسد کا کہ اللہ نے چاہا کہ کافر ایمان لائے اور کافر نے اپنے لئے کفر چاہا۔تو جو کافر نے چاہا وہ ہوگیا اور جو اللہ نے چاہا وہ نہ ہوا۔تو پھر کافر کی مشیت نافذ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ نہ ہوسکی۔اللہ تعالیٰ اس عجز وکمزوری سے بلند وبرتر ہے۔

ایک نسخہ میں وَعَكَسَتْ اِرَادَتُهُ الْاِرَادَاتِ كُلَّهَا مذکور ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ ج ۲ ص ۱۸۸)۔ترجمہ: اور اس کا ارادہ تمام ارادوں کے (برعکس) خلاف ہے۔

اَلْحِيَلُ سے مراد تدبیریں ہیں یعنی جو بندوں کی تدبیریں ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے

غالب ہیں اور اس کی چاہت سب کی چاہتوں پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ** (سورہ یوسف ۲۱)۔ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت سے امور سرانجام دینے کی طاقت دی ہے جسکی وجہ سے جزاء وسزا کا وقت مقرر کیا ہے۔**مشِيَّةُ تَعَالٰى فِيْ اَنْ يَجْعَلَ النَّاسَ مُخَيِّرِيْنَ فَمَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اِخْتَارَ بِاِرَادَتِهِ الْحُرَّةِ طَرِيْقَ الْخَيْرِ وَمَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اِخْتَارَ بِاِرَادَتِهِ الْحُرَّةِ طَرِيْقَ الشَّرِ** (العقیدۃ الاسلامیۃ ۲۶۶)۔کہ اللہ برتر لوگوں کو اختیار والا بنا دے تو جو چاہے ان میں آزادی سے اپنے ارادہ کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کرے اور جو چاہے ان میں سے آزادی کے ساتھ اپنے ارادہ سے برائی کی راہ اختیار کرے (اور یہ اختیار بندوں کو حاصل ہے)۔واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا

{۱۱۱} يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ اَبَدًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور ہمیشہ وہ کسی پر زیادتی اور ظلم نہیں کرتا(۱)۔

تشریح (۱) وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا وصف ہے جس پر قرآن پاک دلالت کرتا ہے۔خود اللہ نے اپنے نفس (ذات) کو لوگوں پر ظلم سے منزہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (سورہ ق

(۲۹)۔

ترجمہ: ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے **وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ** (سورہ زخرف ۸۶) ترجمہ: اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا البتہ وہ خود ظالم تھے۔

نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالی اگر اپنے آسمان والوں کو عذاب دے اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کے حق میں ظلم کرنیوالا نہیں (نورالیقین ص ۲۳۳)۔

علامہ محقق عبدالغنی فرماتے ہیں **لِاَنَّ الظُّلْمَ يُقَالُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ مِلْكِ الْغَيْرِ كَرْهًا وَهٰذَا مَحَالٌ فِيْ حَقِّهٖ لِاَنَّ الْكُلَّ مِلْكُهٗ فَلَهُ التَّصَرُّفُ كَيْفَ شَآءَ**۔ ترجمہ: اس لئے کہ ظلم کہا جاتا ہے کسی دوسرے کی ملکیت میں زبردستی سے تصرف کرنے کو اور یہ محال ہے اللہ کے حق میں کیونکہ ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے تو اس کیلئے حق ہے کے وہ تصرف کرے جس طرح وہ چاہتا ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۱۳۰)۔

نبی ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اللّٰهَ لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ** (نورالیقین فی اصول الدین ص ۲۳۱)۔ بیشک اللہ تعالیٰ اگر البتہ عذاب دے ان کو تو وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

ایک نسخہ میں اَبَدًا کی بجائے اَحَدًا ہے اور یہ آیت بھی یہاں درج ہیں **لَا يُسْاَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ**۔ اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی ہے اور لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا

{۱۱۲} تَقَدَّسَ عَنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّحَيْنٍ وَتَنَزَّهَ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ وَشَيْنٍ وَلَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (سورہ انبیاء ۲۲)

ترجمہ: اور ہر برائی اور عیب وہلاکت سے پاک ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارہ میں اس سے نہیں پوچھا جاسکتا اور مخلوقات سے پوچھا جائیگا (۱)۔

تشریح (۱) **تَقَدَّسَ عَنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّحَيْنٍ وَتَنَزَّهَ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ وَشَيْنٍ**۔ یہ عبارت بعض نسخوں میں نہیں ہے یعنی ہر برائی اور خرابی سے وہ پاک ہے، اور ہر عیب اور خامی سے وہ منزہ ہے۔ قرآن میں ہے، وہ جو کرے اس پر باز پرس نہیں، اور اور ہاں لوگوں سے باز پرس ہوگی۔

فَعُلِمَ اَنَّهٗ مُنَزَّهٌ مُقَدَّسٌ عَنْ فِعْلِ السُّوْءِ وَالْفِعْلِ الْمَعِيْبِ الْمَذْمُوْمِ كَمَا اَنَّهٗ مُنَزَّهٌ مُقَدَّسٌ عَنْ وَصْفِ السُّوْءِ وَالْوَصْفِ الْمَعِيْبِ الْمَذْمُوْمِ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ) ۔ ترجمہ: معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی ذات برے فعل سے منزہ اور پاک ہے اور ہر عیب ناک مذموم فعل سے بھی پاک ہے جیسا کہ وہ برے اور مذموم وصف سے پاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے نہیں پوچھا جاتا بندوں سے پوچھا جاتا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے **ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ** (التکاثر ۸)۔ ترجمہ: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کے قدم پل صراط

سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہیں کر لی جاے گی :(۱) عمر کو کس کام میں ختم کیا (۲) جسم کو کس کام میں دبلا کیا (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (تفسیر مظھری)۔

حَیْن ہلاکت۔ شَیْن ناگوار چیزیں

زندوں کی دعاؤں اوران کے صدقات کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے

{۱۱۳} وَفِي دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ وَ صَدَقَاتِهِمْ مَنْفَعَةٌ لِّلْاَمْوَاتِ

ترجمہ: زندہ لوگوں کے دعا کرنے میں (۱) اور صدقہ کرنے (۲) میں مردوں کے لے فائدہ ہے

تشریح (۱) زندہ لوگوں کی جانب سے مرے ہوئے مسلمانوں کو دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے استفسار کیا کہ جب وہ اہل قبور کے لئے استغفار کریں تو کیا کلمات کہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کلمات کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ ترجمہ: سلامتی ہو تم پر اے ایماندار اور اسلام والو، آخرت کے گھر والو۔ اللہ ہمارے اور تمہارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ نماز جنازہ بھی دعا ہے اور اس میں میت کی سفارش ہے۔ اور انبیاء اور رسل دیگر اہل ایمان نے دعائیں کی ہیں جو قرآن میں ہیں۔ اس سے معلوم

ہوا کہ دعا کا یقینی فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) اور اسی طرح دیگر صدقات کا ثواب ملتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے۔ اس نے کچھ وصیت نہیں کی۔ میرا خیال ہے اگر وہ کلام کرنے کے قابل ہوتی تو صدقہ کرتی۔ کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملے گا۔ آپ علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔

قرآن مجید پڑھ یا پڑھا کر مردوں کو ایصال ثواب کرنا درست ہے بشرطیکہ اجرت لے یا دے کر نہ پڑھا جائے کیونکہ اس صورۃ میں کسی کو بھی کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ بغیر اجرت مقرر کئے ختم قران کا ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ گھر میں پڑھا جائے یا مسجد میں پڑھا جائے یا قبر کے پاس پڑھا جائے۔ بعض لوگ قبروں کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں مگر احناف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی (متوفی ۱۰۶۹) فرماتے ہیں:

وَلَا يُكْرَهُ الْجُلُوْسُ لِلْقِرَاءَةِ عَلَى الْقَبْرِ فِي الْمُخْتَارِ (نورالایضاح ص ۱۴۷)۔ ترجمہ: مذھب مختار یہ ہے کہ قبر کے اوپر تلاوت کرنے کے لئے بیٹھ جانا مکروہ نہیں۔

صاحب البصائر نے اس مسئلہ کو تفصیلا بیان کرنے کے بعد لکھا فَعُلِمَ مِنْ هٰذِهِ التَّصْرِيْحَاتِ اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ لِثَوَابِ الْمَيِّتِ عَلَى الْقَبْرِ اَوْ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ جَائِزٌ (البصائر ص ۲۱۵)۔

قبر پر میت کو دفن کرنے کے بعد سورہ بقرہ کا اوائل (یعنی شروع سے مفلحون تک سرکی

جانب) اور اواخر (امن الرسول سے اخر تک میت کے پاوں کی طرف) پڑھا جائے تو درست ہے۔ یہ عبداللہ بن عمرؓ کی وصیت سے ثابت ہے (شرح عقیدۃ الطحاویہ)۔

اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا اور حاجتیں پوری کرتا ہے

{۱۱۴} وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَسۡتَجِیۡبُ الدَّعَوَاتِ وَیَقۡضِی الۡحَاجَاتِ

ترجمہ: اور اللہ تعالی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اور حاجت (ضرورتوں) پورا فرماتا ہے(۱)

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، ضرورتیں پوری فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورۃ البقرہ۸۶)۔ ترجمہ: اور جب میرے بندیں تجھ سے میرے بارے میں دریافت کریں (تو کہہ دو) میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو میں قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (سورہ غافر ۴۰)۔ ترجمہ: اور تمھارے رب نے اعلان کیا کہ تم مجھ سے مانگو میں تمھیں دوں گا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیۡنَ (سورۃ غافر ۶۰)۔ ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو مجھ کو پکارنے سے روگردانی کرتے ہیں اور وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہوکر۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے اور بےقراری کو دور کرتا ہے اور تکلیفوں سے نجات دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ (سورۃ النمل ۶۲)۔ ترجمہ: بلکہ یہ بھی بتادو کہ جب بےبس آدمی اسے پکارتا ہے تو اس کی پکار کو کون قبول کرتا ہے۔ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اے اللہ! ہم بےقرار، بےچین گنہگار ہیں۔ ہماری التجاء کو قبول فرما۔ اے اللہ! ہماری دلی حاجتیں پوری فرما۔ اے اللہ! سب بیماروں کو شفاعطا فرما۔ اے اللہ! بالخصوص محمد عبدالقاہر مرتضی کو شفاعطا فرما۔ آمین

ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے

{۱۱۵} وَیَمۡلِكُ كُلَّ شَیۡءٍ وَلَا یَمۡلِكُهٗ شَیۡءٌ

ترجمہ: وہی ہر چیز کا مالک ہے اور کوئی اس کا مالک نہیں ہے(۱)۔

تشریح (۱) یعنی تمام چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے، اور اللہ کا کوئی مالک نہیں ہے۔

وَلِلّٰهِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (سورہ حدید)۔ ترجمہ: اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کا یہ نہایت واضح اور سچا کلام ہے اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر چیز کا مالک حقیقی ہے اور خود کسی کا مملوک نہیں بلکہ سب اس کے مملوک ہیں اور اللہ تعالی سے ایک لحظہ بھی کوئی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اور جو اپنے آپ کو بے نیاز سمجھے وہ گمراہ ہوگیا اور کافر ہوگیا اور ہلاک ہونے والوں میں شمار ہوگیا ہے کیونکہ صفت استغناء (بے پرواہ و بے نیاز ہونا) صرف اللہ ہی کے لیئے ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ

قَدِيْرٌ (سورہ آل عمران ۱۸۹)۔ترجمہ: اوراللہ کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اوراللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک عقیدۃ الطحاویہ کے ایک نسخہ میں اس کے بعد وَلَا يَسْتَغْنِيْ عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ مزکور ہے۔(شرح عقیدۃ الطحاویہ میدانی ص ۱۳۲)، کہ اللہ تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے کے برابر کوئی بے پرواہ نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت بندہ اس کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (فاطر ۱۰)۔اے لوگو تم سب اللہ ہی کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے اور ہر حمد کا مستحق۔

اللہ تعالیٰ سے ذرہ بھر بے پرواہی کرنے والا کافر ہے

{۱۱۶} وَلَا غِنٰى عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ وَمَنِ اسْتَغْنٰى عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ فَقَدْ كَفَرَ وَصَارَ مِنْ اَهْلِ الْحَيْنِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے کے برابر کسی قسم کی بے نیازی اور بے پرواہی نہیں کی جاسکتی اور جو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے بے پرواہی اختیار کرے گا وہ کافر ہوگا اور ہلاکت والوں میں ہو جائے گا (۱)۔

تشریح (۱) یعنی پلک جھپکنے کے برابر بھی کوئی اللہ سے مستغنی نہیں، جو کوئی خود کو اللہ سے ذرہ برابر مستغنی سمجھے وہ کافر ہے، اور گنہگار ہے۔ایک نسخہ میں وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْخُسْرَانِ ہے۔ترجمہ: اور وہ نقصان اٹھانیوالوں میں ہوگا۔

استغناء (بے نیاز ہونا) صفت ربوبیت ہے اور محتاج و حاجتمند ہونا صفت عبودیت ہے لھذا جو یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے کے برابر بلکہ اس سے کمتر بے پرواہ ہو سکتا ہے تو وہ کافر ہوگا اور آخرت میں ہلاک ہونیوالوں اور ہمیشہ عذاب پانیوالوں میں سے ہوگا کیونکہ وہ ذات اقدس سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے، جس ذات نے اس کو پیدا کیا اور عدم سے نکالا اگر وہ چاہتا تو وہ نہ پیدا کرتا۔اس لیئے بندہ اپنے وجود و بقاء میں اور اپنے افعال میں اللہ ہی کا محتاج ہے اور اس کے بندہ کو محتاج بن کر رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (فاطر ۱۵)۔ترجمہ: اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو۔اَللّٰهُمَّ اَرْجُوْ رَحْمَتَكَ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔اے اللہ میں تیری رحمت کا طلبگار رہوں۔مجھے ایک لحمہ کے لئے بھی نفس کے سپرد نہ کر (کیونکہ) وہ میرا بڑا دشمن ہے، اور میرے سارے کاموں کو درست کردے۔تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تیری رحمت میں سے میں فریاد کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خوشی

{۱۱۷} وَاللّٰهُ يَغْضَبُ وَيَرْضٰى لَا كَاَحَدٍ مِّنَ الْوَرٰى

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح مخلوق ناراض یا خوش ہوتی ہے (۱)۔

تشریح (۱) یعنی اللہ تعالیٰ غصہ فرماتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں مگر اللہ کا غصہ اور

رضا مندی مخلوق کی طرح نہیں۔ رضا وغضب دونوں کا ذکر قران مجید میں موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ مائدہ ۱۲۲)۔ ترجمہ: اللہ ایمانداروں پر خوش ہوا ہے اور وہ اللہ سے خوش ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ فتح ۱۸)۔ ترجمہ: اللہ ایمانداروں پر خوش ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ ترجمہ: اللہ کی طرف سے بڑی خوشنودی ہے۔

صفت غضب کا یوں ذکر کیا گیا ہے وَمَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ (سورہ مائدہ ۵)۔ ترجمہ: جس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ (سورہ نساء ۹۳)۔ ترجمہ: اور اس اللہ کا غضب ہوا اس کی لعنت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبَاؤُ ابِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ (سورہ بقرۃ ۶۱)۔ ترجمہ: وہ اللہ کے غضب کے حقدار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (فتح ۶)۔ ترجمہ: اور ان پر اللہ کا غضب ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ (سورہ فاتحہ ۷)۔ ترجمہ: نہ دکھا راستہ ان لوگوں کا جن پر غضب کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ غضب ورضا دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اور ایک نسخہ میں لا کاحد من

الوری (عقیدۃ الطحاویہ مع حواشی ص ۱۳۶)۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناراض اور خوش نہیں ہوتا جیسے مخلوق ناراض اور خوش ہوتی ہے۔

نیز حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جنت والوں سے مخاطب ہوگا۔ اے جنت والو! وہ جواب دیں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کیا تم خوش ہو۔ وہ جواب دیں گے اے رب ہم کیوں نہ خوش ہوں جب کہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا۔ پھر اللہ فرمائے گا کیا تمہیں اس سے زائد عطا کروں۔ دریافت کریں گے اے رب اس سے زیادہ بہتر کونسی چیز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضا عطا کرتا ہوں، اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا (مسلم)۔ اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفت رضا وغضب ثابت ہے کہ وہ کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی ناراض بھی ہوتا ہے۔ مگر مخلوق کی طرح نہیں۔ کیونکہ اس کی صفتیں مخلوق کی طرح نہیں ہیں۔ وہ ذات اور صفات میں بے مثل ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اس کی مثل کوئی چیز نہیں (سورہ شوری ۱۱)۔

محبت اصحاب رسول ﷺ ایمان کی علامت ہے

{۱۱۸} وَنُحِبُّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُّبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِيْنٌ وَّاِيْمَانٌ وَّاِحْسَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَّنِفَاقٌ وَّطُغْيَانٌ

ترجمہ: اور ہم رسول ﷺ کے سب صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں (۱) اور کسی کی محبت میں زیادتی نہیں کرتے (۲) اور نہ ان میں کسی سے بیزاری کرتے ہیں اور ہم ان سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کا برائی سے ذکر کرتے ہیں اور ہم ان کا (صحابہ) ذکر سوائے نیکی کے نہیں کرتے (۳) اور ان سے محبت دین ایمان اور احسان (کی علامت) ہے اور ان سے بغض کفر ونفاق اور سرکشی کی نشانی ہے (۴)۔

تشریح یعنی ہم صحابہ رسول سے محبت کرتے ہیں، البتہ ان میں سے کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے ہیں، نہ کسی سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، اور جو ان سے دشمنی رکھیں اور ان کی برائی بیان کریں ہم ان سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم صحابہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور صحابہ کی محبت دین ایمان اور احسان ہے، اور ان سے دشمنی ناقدری نفاق اور سرکشی اور حد سے بڑھنا ہے۔

حل لغات: اَصحَاب ,صَاحِبٌ کی جمع ہے؛ ساتھی ,صحابی رسول ﷺ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صحابی کی تعریف فرماتے ہیں وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَهُوَ أَوْلَى مِنْ تَعْرِيفِ كَابْنِ الصَّلَاحِ (الاصابہ ج ۲ ص ۱۰)۔ صحابی وہ ہے جس نے نبی ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی اور وہ اسلام پر فوت ہوا اور یہ ابن صلاح کی تعریف سے بہتر ہے۔

نُفَرِّطُ ,تَفْرِيطٌ سے مشتق ہے حد سے بڑھنا، زیادتی کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ (المائدہ ۷۷)۔ آپ فرمائیے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو۔

نَتَبَرَّءُ ,تَبَرُّءًا ,بیزار ہونا برائت ظاہر کرنا۔ بُغْضًا دشمنی کرنا، نفرت کرنا۔ کفر ,ایمان کے خلاف عقیدہ رکھنا، انکار کرنا۔ یہاں کفر سے مراد اصطلاحی کفر نہیں بلکہ عملی کفر ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ ترجمہ: اور جو نہ حکم کرے اس کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا تو یہ لوگ ہی کافر ہیں۔ یہاں کافر سے مراد عملی کافر ہے۔ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کو عقیدۃً ثابت مان کر پھر فیصلہ عملاً اس کے خلاف کرے، تو اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔ ایسے ہی یہاں مطلب ہے کہ صحابہ سے بغض کرنا کافروں جیسا کام ہے (الفوائد الدراسیۃ)۔

نفاق ,دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا جیسے بعض لوگ زبان سے صحابہ کی تعریفیں کرتے ہیں مگر در پردہ تنقید کرتے ہیں۔ یہ تقیہ اور نفاق ہے۔ طغیان ,ظلم و نافرمانی میں حد سے بڑھنا ہے۔

(۱) یعنی ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ اصحاب رسول کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور جو ان سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ مائدہ ۵۴)۔ ترجمہ: تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ مومنوں کے لئے سراپا عاجزی، کافروں کے لئے پیکر جلال ہوں گے۔

ان کی محبت میں ہم حد سے تجاوز نہیں کرتے کہ ایک سے زیادہ محبت رکھیں اور معصوم عن الخطا قرار دینے لگیں جیسا کہ شیعہ حضرت علیؓ اور دوسرے اماموں کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں۔

اَیْ لَا نَتَجَاوَزُ الْحَدَّ فِیْ حُبِّ اَحَدٍ مِّنْهُمْ فَنَدَّعِی الْعِصْمَۃَ کَمَا تَقُوْلُ الشِّیْعَۃُ فِیْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَغَیْرِہٖ مِنَ اَئِمَّتِھِمْ (شرح عقیدۃ طحاویہ)

ترجمہ: یعنی ہم کسی صحابی کی محبت میں حد سے نہیں بڑھتے کہ ہم ان کا معصوم ہونے کا دعوی کریں جس طرح شیعہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنے دوسرے اماموں کے بارہ میں۔

(۲) اَیْ کَمَا فَعَلَتِ الرَّافِضَۃُ فَعِنْدَھُمْ لَا وِلَاءَ اِلَّا بِبَرَاءٍ اَیْ لَا یَتَوَلّٰی اَھْلَ الْبَیْتِ حَتّٰی یَتَبَرَّءَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَاَھْلُ السُّنَّۃِ یُوَالُوْنَھُمْ کُلَّھُمْ وَیَنْزِلُوْنَھُمْ مَنَازِلَھُمُ الَّتِیْ یَسْتَحِقُّوْنَھَا بِالْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ لَا الْھَوٰی وَالتَّعَصُّبِ (شرح عقیدۃ الطحاویہ) ترجمہ: یعنی جس طرح رافضی کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک کوئی محبت نہیں بیزاری کے بغیر یعنی اہل بیت سے محبت نہیں ہوسکتی جب تک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بیزار ہوجائے۔ لیکن اہل سنت وجماعت ان سب سے محبت کرتے ہیں اور ان کو ان کے اپنے اپنے مقام پر ٹھہراتے ہیں جس طرح ان کا حق ہے۔ عدل وانصاف کے ساتھ نہ کہ خواہش پرستی اور تعصب کے ساتھ۔

علامہ حسین کافی فرماتے ہیں لِاَنَّ بُغْضَھُمْ نَتِیْجَۃُ النِّفَاقِ وَخُبْثُ الْاِعْتِقَادِ فَتَکُوْنُ عَدَاوَتُھُمْ عَدَاوَۃَ الدِّیْنِ وَذٰلِکَ کُفْرٌ وَّطُغْیَانٌ (نور الیقین فی اصول الدین ص ۲۴۱) ترجمہ: کیونکہ صحابہ سے دشمنی منافقت اور گندے اعتقاد کا نتیجہ ہے تو ان کی دشمنی دین کی دشمنی ہوگی اور یہ کفر اور سرکشی ہے۔ صحابہ کرام اللہ کے دوست ہیں اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ

اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری کتاب الرقاق)

(۴) صحابہ سے بغض رکھنا کفر نفاق اور سرکشی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ (سورہ فتح)۔ ترجمہ: کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ کافر عہد صحابہ کی فتوحات اور ترکیات سے آج تک جلتے چلے آرہے ہیں۔ امام مالک نے اس آیت سے فرقہ شاتمہ صحابہ کے کفر پر استدلال کیا ہے۔ ماجدی بحوالہ معالم اس ایت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے (تفسیر عثمانی)۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ سے جلنے والے سب کافر ہیں۔ قرآن کریم نے کسی اسلامی فرقے بن صراحتاً کفر کا فتوی نہ دیا، سوا دشمن صحابہ کے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اُلفت محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔ (حاشیہ نور الفرقان ۸۲۲)

حب صحابہ علامت ایمان ہے اور بغض صحابہ علامت کفر ونفاق ہے

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اللہ تعالی نے اصحاب رسول کا ذکر خیر وبھلائی سے کیا اور اس کے رسول ﷺ نے تعریف کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (سورہ توبہ ۱۰۰)۔ ترجمہ: اور سب سے آگے آگے، سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے۔ راضی ہو گیا اللہ تعالی ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے

ہیں ان لیے باغات ،بہتی ہیں انکے نیچے ندیاں ،ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک ۔یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا (سورہ فتح)۔ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپکے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں۔آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے۔

(۳) چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو۔میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ۔جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کے ساتھ ان کی میری وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھتے ہوئے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا (ہلاک کرے گا) (جامع ترمذی)۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی محبت رسول للہ کی محبت ہے اور صحابہ سے بغض رسول اللہ سے بغض ہے۔جو اصحاب رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں ان کو یہ فرمان خداوندی یاد رکھنا چاہیے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا (سورہ احزاب ۵۷)۔ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے (اور وہ رحمت خداوندی سے دور ہیں) اور تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن

عذاب۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (مشکوۃ)۔ترجمہ: کہ خبردار میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہنا اور گالی نہ دینا کیونکہ اگر کوئی تم میں سے (جو صحابی نہ ہو) احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اس کا یہ سونا میرے صحابہ کے ایک مٹھی بھر سونے کے برابر نہیں ہوگا اور نہ اس کے آدھا (نصف) برابر ہوگا۔

کہ ان کی تھوڑی سی نیکی کا ثواب ہماری زیادہ نیکیوں کے ثواب کے برابر نہیں بلکہ بڑھ کر ہے۔حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بہترین میرا گروہ (میرے زمانہ والے) ہیں، پھر وہ لوگ جوان (صحابہ) سے قریب ہوں، پھر وہ جوان (تابعین) سے قریب ہوں، پھر ان (تین زمانہ والوں کے) بعد ایسی قوم ہوگی جو گواہی دے گی حالانکہ گواہ بنائی نہ جائے گی، خیانت کرے گی امانت دار نہیں ہوگی اور نذر مانے گی اور نذر پوری نہ کرے گی اور ان میں موٹا پا ظاہر ہوگا۔اور ایک روایت میں ہے کہ قسم کھائیں گے حالانکہ قسم نہ لی جائیں گی (مشکواۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کے زمانہ میں خیر وبھلائی اور برکت زیادہ تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان تین زمانوں کے لوگ بہتر ہیں کیونکہ ان تین زمانوں کے لوگوں میں بے شمار خوبیاں تھیں اور یہ تقریباً زمانہ دوسوبیس برس تک رہا۔اس کے بعد وہ حالت ہوگی جس کا ذکر اسی حدیث بالا میں آیا ہے۔نیز رسول اللہ نے فرمایا اَکْرِمُوْا

اَصْحَابِی فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَظْھَرُ الْکَذِب (مشکوۃ)۔ ترجمہ: تم میرے صحابہ کی عزت کرو بے شک وہ تم میں بہتر ہیں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔ (تابعین) پھر جو ان کے قریب ہیں (تبع تابعین)۔ پھر جھوٹ ظاہر ہوگا، اور لوگوں میں خیر و بھلائی کی باتیں بہت کم ہوں گی۔

فضائل صحابہ کے متعلق نہایت ہی کارآمد باتیں تذکرہ حضرت معاویہ میں کی گئی ہیں۔

اثبات خلافت

(۱۱۹) وَنُثْبِتُ الْخِلَافَۃَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَوَّلًا لِاَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَفْضِیْلًا لَّہٗ وَتَقْدِیْمًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَّۃِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثم لِعَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِب وَھُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالْاَئِمَّۃُ الْمُھْتَدُوْنَ۔

ترجمہ: (امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں) ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں ان کو ساری امت پر فضیلت دیتے ہوئے سب پر مقدم سمجھتے ہیں (۱)۔ پھر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں (۲)۔ پھر ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں (۳) پھر حضرت علی بن ابی طالب کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں (۴) اور یہ خلفائے راشدین ہیں اور ھدایت یافتہ امام ہیں (۵)

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں، **، نُقِرُّ بِاَنَّ اَفْضَلَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ**

عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ (وصیۃ الامام ابوحنیفہ)۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد اس امت سے سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ تعالیٰ پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان سب پر اللہ کی خوشنودی ہو)۔

خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَۃَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَوَّلًا لِاَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَفْضِیْلًا لَّہٗ وَتَقْدِیْمًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَّۃِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد اولاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ثابت کرتے ہیں، اس لیے کہ آپ ساری امت سے افضل اور مقدم ہیں۔ (۱)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق عبداللہ بن ابوقحافہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت واقعہ اصحاب فیل سے دو برس چھ ماہ کے بعد منیٰ میں ہوئی۔

نبی کریم ﷺ سے دو برس چھوٹے تھے اور آپ کا نام نامی اسم گرامی: عبداللہ بن ابوقحافہ عثمان تھا اور ان کو صدیق کا لقب اپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ **لَقَّبَہُ النَّبِیُّ ﷺ بِذٰلِکَ وَاِسْمُہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔** (حاشیہ شرح عقائد نسفی ص ۱۴۹) کہ نبی ﷺ نے ان کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ اور یہ لقب نام پر غالب آگیا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمی ام الخیر بنت صخر تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں نبی ﷺ کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے۔

ابوبکر: ابو کا معنی والا، بکر کا معنی عربی میں جوان اونٹ کے ہیں، ابوبکر کا معنی ہوا اونٹوں کی دیکھ بھال، اور پرورش کرنے والے۔ چونکہ آپ اونٹوں کا زیادہ خیال رکھتے تھے اس لئے قریش میں ابوبکر کی کنیت سے مشہور ہو گئے (محسن اعظم اور محسنین ص ۱۰۹)۔ اور ابوبکر کا دوسرا معنی

اولیت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ترجمہ:اس کی صبح وشام تسبیح بیان کیجئے۔آپ ہر کام میں اول تھے اس لئے آپ کوابوبکر کہا جاتا ہے۔آپ اسلام لانے کے بعد سفر وحضر اور ہجرت میں رسول اللہ کے ساتھ ہی رہے۔

آپ نے مدت قلیلہ میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دئے جس کی وجہ سے خلافت مستحکم ہوئی۔اور آپ کے ان بیشمار کارناموں میں سے چند یہ ہیں:(۱) جنگ یمامہ حضرت زید بن حارثہ کا انتقام لینے کے لئے لشکر اسامہ کی روانگی۔(۲) اور جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کرنا۔اسی لئے آپ ختم نبوت کے محافظ اول ہیں۔(۳) قرآن کریم کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔(۴) منکرین زکوٰۃ سے جہاد کرنے کا اعلان کرنا اور زکوٰۃ وصول کرنا (۵) اور مرتدین سے جنگ کرنا۔مدت خلافت ۲ برس ۳ ماہ ۲۰ دن ہے۔۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو وصال ہوا آپ کی عمر شریف ۶۳ برس تھی اور پہلوئے رسول ﷺ میں دفن کئے گئے۔اور آپ کے متعدد آیات اور بے شمار احادیث نبویہ ہیں۔یہاں صرف چند فضائل ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ توبہ کی آیت ۴۰)۔ترجمہ اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی (کیا ہوا) تو ان کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے جب نکالا تھا ان کو کفار نے۔آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غارِ (ثور) میں تھے،جب وہ فرمارہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ

ہمارے ساتھ ہے،پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کردیا کافروں کی بات کو سرنگوں اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سر بلند ہے،اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

حضرت صدیق عالم ارواح میں آپ کے ثانی رہے (روح المعانی)۔مکہ میں غار میں مدنیہ میں تمام غزوات میں ساتھ رہے،مزار میں ساتھ ہیں اور قیامت کے دن ساتھ ہی اٹھیں گے اور جنت میں بھی رسول ﷺ کے بعد سب سے پہلے داخل ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَاَنْتَ صَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ (مشکوۃ)۔تم میرے غار کے رفیق وساتھی ہیں اور (قیامت کے دن) حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (سورہ لیل ۱۸)۔ترجمہ:اور بہت اس اگ سے دور رکھا جائیگا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہوجائے۔

مفسرین اکرام فرماتے ہیں کہ یہ ایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔اس لئے کہ اپ نے سات غلاموں کو خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ازاد کردیا تھا۔اور اتقی کا معنی بہت پرہیزگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورہ حجرات ۱۳)۔ترجمہ:بیشک سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تم سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ مِنْ اٰمَنِّ النَّاسِ

عَلَیَّ فِی صُحْبَتِهٖ وَ مَالِهٖ اَبَا بَکْرٍ، (بخاری کتاب فضائل الصحابۃ ۳۶۵۴)۔ بیشک ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت و مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ہیں۔ احسان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سب پر ہے لیکن کیا ہی شفقت و مہربانی ہے۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مَا لاحدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَ قَدْ کَافَاْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ، فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَ مَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِی مَالُ اَبِی بَکْرٍ (الترمذی ۳۶۶۱)۔ ہمارے ساتھ جس نے بھی نیکی کی ہم نے اسے بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے کیونکہ انہوں نے ہماری اتنی خدمت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں قیامت کے دن اس کی جزاء دے گا کسی کے مال نے ہمیں وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمیع صحابہ کرام کی موجودگی میں لوگوں کا نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا تھا۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ (بخاری ۶۹۲)۔ ترجمہ: ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسلامی و دینی خدمات اور آپ کے فضائل و کمالات اور کثرت ثواب کی بنا پر علماء اکرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری مخلوقات سے افضل ہیں اور یہ افضلیت اجماعی اور قطعی ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرھارویؒ افضلیت صدیق اکبرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں اَفْضَلِیَّةُ الصِّدِّیْقِ قَطْعِیَّةٌ عِنْدَ الشَّیخ ابی الحسن الْاَشْعَرِیْ وَ ظَنِّیَّةٌ عِنْدَ القاضی الباقلانی و امام الحرمین و مَنْ نَظَر فِیْ الْاَحَادِیْث البالغة مبلغ التواتر و اجماع السلف عرف ان الحق مع الاشعری کیف لا و هو الامام اهل السنه المجاهد فی تحقیق

المسائل و اسبق زمانا من مخالفیه فهو اعرف بحقیقة الا حادیث و الاجماع (مرام الکلام ص۴۶)۔ کہ حضرت صدیقؓ کی افضلیت شیخ ابوالحسن الاشعریؒ (متوفی ۳۳۰ھ) کے نزدیک قطعی ہے امام باقلانیؒ (متوفی ۴۰۳ھ) اور امام الحرمین جوینیؒ (متوفی ۴۳۱ھ) کے نزدیک ظنی ہے۔ لیکن جو شخص ان احادیث پر نظر ڈالے گا تو حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور اسلاف کے اجماع کو دیکھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ حق امام اشعریؒ کے ساتھ ہے کیوں نہ ہو وہ اہل سنت کے امام ہیں اور مسائل کی تحقیق میں بہت بڑے مجاھد ہیں اور اپنے مخالفوں سے پہلے گزرے ہیں اس لئے وہ احادیث کی حقیقت اور سلف کے اجماع سے دوسروں کی بنسبت زیادہ آگاہ اور واقف ہیں۔

علامہ بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، و نیز باید و دنست کہ بعضے ظن کردہ اند کہ مسئلہ تفضیل الشیخین ظنی است چنانچہ امام الحرمین و صاحب صواعق و بعضے شراح این کتاب و شیخ عبدالحق دہلوی از مواقف وغیرہ مائل باین صوب شدہ اند اصحاب ظن میگویند کہ مستند خبر واحد است و آن مفید ظن است و حال آنکہ شیخ ابوالحسن اشعری قدس سرہ کہ محقق این طائفہ است تصریح بقطعیت کردہ و در قصیدہ امالیہ مذکور است

وَلِلصِّدِّیْقِ رُجْحَانٌ جَلِیٌّ عَلَی الْاَصْحَابِ مِنْ غَیْرِ احْتِمَالٍ

و برای صدیق فضیلت بر جمیع اصحاب از غیر احتمال و این نص قاطع است بر قطعیت مسئلہ و مجتہدان چون حنیفہ و شافعی حکم بر تفضیل الشیخین میکروند و حدیث ظن بمیان نہ آورند و ملا علی قاری انصاف کردہ و گفتہ کہ تفضیل حضرت امیر المومنین ابی بکر قطعی است چہ ثابت است باجماع و اجماع دلیل قطعی است چنانچہ در اصول فقہ ثابت است (شرح فقہ اکبر ص

(۴۳)۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، تمام اہل سنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہیں۔ ائمہ دین کی تصریح ہے جو مولی علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضلیت دے مبتدع بدمذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فتاوی خلاصہ وفتح القدید وبحر الرائق وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے۔ اِنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَیْھِمَا فَمُبْتَدِعٌ اگر کوئی حضرت علی کو صدیق وفاروق پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ غنیۃ اور رد المختار میں ہے اَلصَّلٰوۃُ خَلْفَ الْمُبْتَدِعِ تُکْرَہُ بِکُلِّ حَالٍ بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے۔ ارکان اربعہ میں ہے فَیَجُوْزُ خَلْفَھُمْ تُکْرَہُ الصَّلٰوۃُ کِرَاھَۃً شَدِیْدَۃً یعنی تفصیلی تفصیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رضویہ طبع جدید ج۶ ص ۶۲۲)۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جمہور اہل سنت وجماعت کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد افضل ہیں اور یہ اجماع قطعی نہیں ظنی ہے اس لئے کہ اجماع قطعی ثابت نہیں، اور یہ جمہور کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔

علامہ عبدالعزیز پڑھاروی لکھتے ہیں ومنها ان الاجماع على الافضلية الظنية وهو من سوء الظن بالسلف بل اجمع الصحابة عليهما للاحاديث التى سمعوها من النبى ﷺ فاين الظن (مرامل قرآن ص ۷۴)، اور ان میں سے بعض نے کہا کہ افضلیت پر اجماع ظنی ہے اور اس اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے بدظنی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان افضلیت شیخین پر متفق اس لیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس موضوع پر واضح احادیث سن لی تھیں۔ لہذا اب ظن کہاں رہا۔ (یقین ہو گیا)۔

خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(۲) ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

پھر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں۔

آپ کا نام عمر، لقب فاروق، کنیت ابوحفص اور والد کا نام خطاب ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حق وباطل میں امتیاز کر دیا۔ لوگوں کے مقدمات اور خصوصیات کے فیصلے عادلانہ فرمائے اور کفر واسلام میں فرق کیا جب کہ مکہ شریف میں اسلام کو ظاہر کیا۔

حضرت ابن مسعود اور حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ بِاَبِیْ جَھْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (الترمذی، المناقب باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب ح: ۳۶۸۱)۔ اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن خطاب دونوں میں جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الدِّیْنَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے خاص طور پر دین کو عزت دے۔ اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ دعائے مصطفی ﷺ کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ دوسرے ہی دن جب صبح ہوئی تو عمر بن خطاب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور پھر آنحضرت رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں علانیہ نماز پڑھی۔

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم نے ارشاد فرمایا لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (الترمذی، المناقب ح:۳۶۸۶) کہ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اتر کر فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے خوشی منا رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ جس نے آپ کی پیروی کی ایمانداروں سے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ (بخاری ۳۶۸۳، مسلم ۲۳۹۶)۔ اے عمر ابن خطاب اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان تم سے نہیں ملتا کسی راستہ میں وہ چلتا ہو مگر آپ کی راہ کے سوا دوسرے راہ چلتا ہے (آپ کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے)۔

دوسری حدیث میں ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَفِرُّ مِنْكَ یَا عُمَرُ (ترمذی)۔ بیشک شیطان ضرور بھاگ جاتا ہے آپ سے اے عمر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ۔ (ترمذی) کہ میں جن وانس کے شیطانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عمر سے بھاگ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں قرآن کریم کی تقریباً بیس آیات تو ایسی ہیں جو آپ کی رائے اور آپ کی تمنا کے موافق اتری ہیں۔ ان میں سے چند آیتیں یہ ہیں جن کو "موفقات عمر" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی (سورہ

البقرہ)۔ ترجمہ: اور (حکم دیا گیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

سورہ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب ۳۳: ۵۳)۔ ترجمہ: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

اور سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۔ (التحریم ۶۶: ۵) ترجمہ: اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں کہ ان کا رب بدل دے ان کے لئے تم سے بہتر بیویاں فرمانبردار، ایماندار، باادب، توبہ شعار، عبادت گزار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور (بعض) کنواری۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن ہے۔ عمر ۶۳ برس تھی۔ بروز بدھ ۲۵ ذوالحجہ ۲۳ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ پہلوئے رسول ﷺ اور ابوبکر صدیق کے قریب دفن کئے گئے

خلیفہ سوم: حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(۳) ثُمَّ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

پھر ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ز وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (الاحزاب ۳۳: ۲۳)۔ ترجمہ: ایمان والوں میں سے کچھ ایسے (قوی) مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی (جہاد میں شہید ہوکر) اپنی نذر پوری کر

چکا اور ان میں سے کوئی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) رد و بدل نہیں کیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اس بیعت کی خبر کفار مکہ کو پہنچی تو وہ ڈر گئے اور حضرت عثمان اور دیگر مسلمانوں کو بھیج دیا۔ اس بیعت کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں یوں فرماتا ہے **اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ**۔ ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ**۔ ترجمہ: البتہ اللہ راضی ہوا مومنوں سے جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ (المنح الملکیہ فی شرح قصیدۃ الھمزیہ ص ۵۷۴)

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی اور حضرت عثمان غنی کے متعلق فرمایا **ھٰذِهٖ بَيْعَةُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى** (بخاری ۳۶۹۸)۔ یہ بیعت عثمان کی ہے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے معترض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ** (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ بیعت عثمان کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا **اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَسْتَحْيِ مِنْ عُثْمَانَ كَمَا تَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ** (ابویعلی)۔ بیشک فرشتے حیا کرتے ہیں حضرت عثمان سے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول سے حیا کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے آپ کو اپنی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نکاح میں دی تھی۔ جب آپ کی وفات ہوگئی تو آپ ﷺ نے دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نکاح میں دیدی۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لَوْ كَانَتْ عِنْدِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُكَهَا**۔ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اے عثمان! وہ بھی تیرے نکاح میں دے دیتا۔ اسی وجہ سے آپ کو دونوروں والا کہا جاتا ہے۔ شیخ شھاب الدین احمد بن ھیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)۔ فرماتے ہیں **قال علماء: ولا یعرف احد تزوج بنتی نبی غیرہ، ولھذا اسمی ذا النورین** (المنح الملکیہ فی شرح قصیدۃ الھمزیہ ص ۵۷۶)۔

آپ نے قرآن حکیم جمع فرمایا، بارہ برس تک خلافت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ جمعہ کی پہلی آذان کا آغاز آپ نے کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۸ دن ہے۔ جمعہ کے دن اپنے گھر میں عید قربان کی صبح کو ۳۵ھ میں شہید کر دئے گئے اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۴) ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

پھر ہم حضرت علی ابن طالب کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا نام علی تھا۔ اور آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اپ کا نام اسد رکھا تھا جو ان کے والد کا نام تھا۔ اسی لئے آپ نے غزوہ خیبر کے موقع پر میدان جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا تھا **اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ**

حَیْدَرَۃ۔ اور حیدر کا معنی شیر ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن، حضرت حسن کے نام پر تھی اور دوسری کنیت ابوتراب تھی۔ جو رسول اللہ ﷺ نے عطاء فرمائی۔ لقب اسد اللہ، حیدر کرار۔ مرتضیٰ کے معنی چنے ہوئے اور برگزیدہ بندے کے آتے ہیں۔ آپ کی شان میں متعدد آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔ اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں، یہاں حصول برکت کی خاطر چند فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا (دھر ۷۶:۱۱۔۱۰۔۹۔۸۔۷)۔ ترجمہ: جو (اپنی) نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت ہر طرف پھیلی ہوگی۔ اور اللہ کی محبت میں وہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہہ دیتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم نہ کوئی بدلہ تم سے چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ بیشک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو نہایت ترش بے حد سخت ہے۔ تو اس دن کی مصیبت اللہ انہیں بچالے گا اور انہیں تازگی اور فرحت بخشے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (المجادلہ ۱۲:۵۸)۔ ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول ﷺ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے

نہایت اچھا اور بہت پاکیزہ ہے تو اگر تم (کچھ) نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

امام ابومنصور ماتریدی فرماتے ہیں وقیل نزلت فی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ لم یکن یملک من المال غیر اربعۃ دراھم فیتصدق بدرھم لیلا و بدرھم نھارا و بدرھم سرا و بدرھم علانیۃ فقال رسول اللہ ﷺ ما الذی حملک علی ھذا قال حملنی ان استوجب علی اللہ الذی وعدنی فنذلت فیہ ھذہ الایۃ (تاویلات القرآن ج ۲ ص ۱۹۵) اور کہا گیا ہے بھی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورہ بقرہ ۲۷۴)۔ ترجمہ: جو لوگ خرچ کیا کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں چھپ کر اور اعلانیہ تو ان کے لئے ان کا اجر ہے اپنے رب کے پاس اور نہ انہیں کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ (آل عمران ۶۱)۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر ہم بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔

تو رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ كُنْتُ

مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (ترمذی)۔جس کا میں دوست ہوں اس کا علی دوست ہے۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ خطبہ غدیر خم کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ اَللّٰھُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاہُ (ترمذی ۳۷۱۳، مسند احمد ابن ماجہ فی السنن)۔اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔اے اللہ! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے تو ان سے کہنے لگے اے ابن ابی طالب! مبارک ہو تم کو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن ہر لمحہ) مسلمان مرد و عورت کے دوست اور محبوب ہو۔حضرت سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ صلوٰۃ السلام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری ۴۴۱۶) کہ دنیا و آخرت میں قرابت و مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَاَعْطَاھَا عَلِیًّا (بخاری حدیث نمبر ۳۷۰۱ مسلم)۔کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور

اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں) کہ ہم سب اس کے آرزومند تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ ان کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو ان کی آنکھیں درد کر رہی تھیں۔آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اَنْ لَّا یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ (مشکوٰۃ)۔مومن مجھ سے محبت رکھے گا۔اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا (۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (مشکوٰۃ المصابیح)۔بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے دوست ہیں۔جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔نبی کریم ﷺ کے پیارے چچازاد بھائی اور داماد ہیں حسنین کریمین کے والد گرامی ہیں،(۱) آپ علوم قرآن اور تفسیر اور علم حدیث میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔(۲) قضا و فیصلوں میں آپ سب سے فائق تھے۔(۳) آپ کے خطبات اور اقوال زریں مشعل راہ ہیں۔(۴) آپ اپنے پیشرو صحابہ کا نمونہ تھے۔کمال علمی اور عملی کی تصویر تھے۔شب جمعۃ المبارک ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے اور آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۱۰ ماہ ہے۔شرح عمدہ میں مدت خلافت چھ سال بیان کی گئی ہے۔

خلفاء راشدین تمام صحابہ سے افضل ہیں

(۵) وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالْاَئِمَّةُ الْمَهْدِيُوْنَ۔

اور یہ خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ امام ہیں اور رشد غیؔ کی ضد ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ ۲۵۶) ۔ترجمہ: تحقیق ھدایت ظاہر ہو گئی گمراہی سے۔ خلفاء خلیفہ کی جمع راشدین راشد کی جمع اور مہدیین مہد کی جمع ہے۔
عقیدۃ الطحاویہ کے ایک نسخہ میں اس طرح ہے **والائمة المهديون الذين قضوا بالحق وكانوا به يعدلون** (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۱۳ العلامہ عبدالغنی) ۔ کہ ہدایت یافتہ امام وہ ہیں جنہوں نے حق کے ساتھ فیصلے کئے اور حق کے ساتھ عدل وانصاف کرتے رہے۔ اور بالاجماع، خلفاء راشدون سے مراد ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (سورہ نور ۵۵) ۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے ایمان والوں اور ان کے اعمال کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں خلیفہ جانشیں بنائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا فرمایا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (خلفاء اربعہ کے متعلق) فرمایا اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ (مشکوۃ ۵۶۲) ۔ترجمہ: کہ میری امت میں سے میری امت پر نہایت مہربان ابوبکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں نہایت سخت حضرت عمر ہیں اور ان میں بہت ہی حیاء والے اور بہت سچے عثمان ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خطبہ دیتے ہوئے، ارشاد فرمایا فَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشکوۃ کتاب الایمان)
تو بیشک تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا عنقریب لوگوں کے (اعتقادی وعملی) اختلاف دیکھے گا۔ اور امراء کی بات ماننے اور اطاعت اختیار کرنے میں اس فتنے میں مبتلاء ہونے سے امن ہے جو اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ تم میرے طریقہ کو لازم پکڑیئے اور ھدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ رکھو۔ تو وہ امام ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں **هذا منه صلى الله عليه وسلم بما وقع في امته بعده من كثرة الاختلاف في اصول الدين وفروعه في الاعمال والاعتقادات وهذا موافق لما روي عنه من افتراق امته على بضع وسبعين فرقة وانها كلها في النار الا فرقة واحدة** (جامع العلوم والحکم، ص ۳۲۱) ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ جن اختلاف کی آپ نے پیشنگوئی فرمائی وہ آخر رونما ہو کر رہے چنانچہ خلافت عثمانیہ کے آخر میں لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور خلافت حیدری میں سیاسی اختلاف کے ساتھ مذھبی اختلاف بھی رونما ہو گیا کہ جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی پیدا ہو گئے (مراۃ، ص ۲۶۶) ۔
علامہ محمد سالم ابوالبسیری متوفی ۶۸۹ھ فرماتے ہیں **وكان صلى الله عليه وسلم يعلم ما ياتي من الفتن والاختلاف بعده جملة تفصيلا ولم يبينه لكل احد وانما كان يحذر منه على العموم** (الجواہر البھیۃ فی شرح الاربعین، ص ۱۹۳) ۔

اور(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) تقوی کی حفاظت کرنے کی طرف اشارہ اپنے اس قول سے فرمایا فعلیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المھدیین اور اپنے اوپر لازم قرار دینا میری سنت کو اور میرے خلفاء کی سنت کو جو رشد و ھدایت کے اہل اور ھدایت یافتہ ہیں۔حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین سے خلفاء اربعہ مراد لئے گئے ہیں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی بلکہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی۔اس بنا پر ان (صحابہ) کی طرف منسوب ہونے لگی (مختصر اشعۃ اللمعات)۔سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہماں سنت پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات، ج۱ص۱۳۱)۔

امام فضل اللہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کا ذکر دو وجوہ سے فرمایا (۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان چکتے تھے کہ میری سنت کے استنباط میں یہ چاروں حضرات غلطی نہیں کریں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی سنتیں ان حضرات اربعہ کے دو ہی میں مشہور ہوئیں (مختصرا کتاب المیسر شرح مصابیح السنۃ ج۱ص۹، مرقاۃ)۔اس حدیث میں خلفاء راشدین کی شان بیان کی گئی ہے۔علامہ حسین طیبی فرماتے ہیں والحدیث یدل علی تفضیل الخلفاء الراشدین علی غیرھم من الصحابة و ترتیبھم فی الخلافة (شرح الطیبی ج۱ص ۶۳۴)۔

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی فرماتے ہیں: وَالحدیث یَدُلُّ عَلٰی تفضیل الخلفاء الراشدین علی مَنْ سواھم من الصحابة وَھُمْ اَبو بکر و عمر و عثمان و علی فَھٰؤلاءِ

افضل النَّاسِ بعد النبیین و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و ترتیبھم فی الفضل کترتیبھیم فی الخلافة فافضلھم ابو بکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی و کما خص النبی ابابکر و عمر فی الحدیث حدیث حزیفة عن النبی علیه السلام قال اقتدوا باللذین من بعدی ابوبکر و عمر (شرح السنۃ ج۱ص۲۰۸)۔

علامہ حسین الزیدانی المظہری الکوفی متوفی ۷۲۷ھ فرماتے ہیں والمراد بِالخلفاء الراشدین ابو بکر و عُمَرُ و عُثمان و علی رضوان اللہ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ولبس مرادہٗ عَلَیہ السلام من ھٰذَا الکلامُ اَنَّہ لا یکون خَلِیْفَةٌ غَیْرِ ھٰذِہِ الْاَرْبَعَةِ بَلْ یَکُوْنُ الخلیفة مُوْجُوْدًا وَاحِدًا ابَعْدَ وَاحِدٍ اِلٰی قُرْبِ الْقِیَامَةِ وانما مرادہ علیہ السلام بِھٰذَا تفضیل ھٰذِہِ الْاَرْبَعَةِ علی غَیْرِھِمْ وَحُسْنَ قِیَامُھُمْ عَلَی الدِّیْنِ وَحِفْظُھُمْ سُنَّةَ النَّبِیِّ علیہ السلام (المفاتیح فی شرح المصابیح ج ۱ ص ۲۷۲)۔

علامہ محمد بن عز الدین عبد الطیف بن عبد العزیز ین امین الدین بن فرشتہ الرومی متوفی ۸۵۴ھ اس حدیث کی شرح تحریر کرتے ہیں۔ای الذین ھدا ھم اللہ الی الحق وقیل ھم خلفاء اربعة ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافة بعدی ثلاثون سنة و انتھت خلافة علی وقیل ھم و من سار بسیرتھم من ائمة الاسلام المجتھدین فی الاحکام فانھم خلفاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی احیاء الحق و اعلاء الدین و ارشاد الخلق الی الحق (شرح مصباح السنۃ ج۱ص ۱۷۳، سنن ابن ماجہ بشرح السندی ج۱ص۳۱)۔

علامہ ابوالحسن حنفی سندی متوفی ۱۱۳ھ فرماتے ہیں قیل ھم الاربعۃ رضی اللہ عنھم وقیل بل ھم ومن سار بسیرتھم من ائمۃ الاسلام المجتھدین فی الاحکام فانھم خلفاء الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فی اعلاء الحق واحیاء الدین وارشاد الخلق الی الصراط المستقم (سنن ماجہ بشرح السندی ج۱ ص۳۱)۔

شیخ عبدالغنی مجددی دھلوی ثم المدنی ۱۱۹۵ھ فرماتے ہیں: الخلفاء الراشدون الذین اتبعوا رسول اللہ ﷺ قولا وفعلا وعملا وھم الخلفاء الخمسۃ بعدہ ﷺ اعنی ابابکر وعمر وعثمان وعلیا والحسن رضی اللہ تعالیٰ عنھم (انجاح حاشیہ شرح سنن ابن ماجہ ص۱۰۰)۔ کہ خلفاء راشدین وہ ہیں جنہوں قولاً فعلاً عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے اور وہ خلفاء راشدین آپ کے بعد پانچ ہوئے ہیں میری مراد ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور حسن رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معنوں میں پیروی کی اسی لئے ان کی اتباع ی تاکید کی گئی اور اسی لئے خلفاء راشدین تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ (متوفی ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں، اھل سنت وجماعت نصرھم اللہ سکا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ ورسل وانبیاء صلوۃ اللہ وتسلیمات کے بعد حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ تمام عالم اولین و آخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت وجاھت وقبول وکرامت وقرب ولایت کو نہیں پہنچا (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۷۸)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

شہر سامانہ کے خدامِ ذی احترام ساداتِ عظام اور قاضیوں اور معزز حضرات کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے کہ سنا گیا ہے اس جگہ کے خطیب نے عید قرباں (عید الاضحیٰ) کے خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کر دیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں پڑھا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب لوگوں نے اس سے اس بارے میں تعرض کیا تو بجائے اس کے کہ اپنے سہو ونیان کا عذر کرتا سرکشی سے پیش آیا اور یہ کہا کہ اگر خلفائے راشدین کے ناموں کا ذکر نہیں ہوا تو کیا ہوا اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس جگہ کے رئیسوں اور معزز لوگوں نیاس بارہ میں بہت سستی اختیار کی ہے اور اس نا انصاف خطیب کے ساتھ سختی ودرستی سے پیش نہیں آئے، ہائے افسوس صد افسوس۔

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمرین کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے شعائر میں سے ہے سوائے اس شخص کے جس کا دل بیمار اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص دانستہ اور سرکشی کے طور پر اس کو ترک نہیں کرے گا۔

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ اس نے تعصب اور بغض ودشمنی سے ترک نہیں کیا مگر حدیث مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَہُوَ مِنْھُمْ (جس کی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے) کا کیا جواب دیگا اور حدیث اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّھِمِ (تہمت کے مواقع سے بچو) کے موافق تہمت کے مواقع سے کس طرح چھٹکارا پائے گا۔ (مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۱۵ دفتر دوم)۔ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں انَّ الَّذِیْنَ اخْتَارُوْا ذِکْرَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ عَلَی الْمُنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِنَّمَا فَعَلُوْہُ تَعْوِیْضًا عَمَنْ یَّسُبُّھُمْ وَیَقْدَعُ فِیْھِمْ وَکَانَ ذٰلِکَ فِیْہِ مِنَ الْفَسَادِ فِیْ الْاِسْلَامِ مَالَا یَخْفِی فَاعَلِنُوْ بِذِکْرِھِمْ وَالثَّنَاءُ عَلَیْھِمْ وَالدُّعَاءِ لَھُمْ یَکُوْنَ ذٰلِکَ (منہاج

السنہ ج ۲ ص ۶۲۰)۔

بعض حضرات نعرۂ تحقیق حق چار یار کے سخت مخالفت کرتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے دیگر صحابہ کرام کا انکار لازم آتا ہے استاذ العلماء والفضلاء علامہ حافظ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی لکھتے ہیں: کہ ابھی نام نہاد مفتی کے اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے ہوں گے کہ اہل سنت یہ نعرہ لگاتے تھے نعرۂ تحقیق حق چار یار اور یہ نعرہ اہل سنت کی علامت تھی لیکن مفتی مذکور یہ نعرہ لگانے سے منع کرتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہ باطن رافضی ہے اور تقیہ کے طور پر بظاہر اہل سنت کہلاتا ہے۔ مفتی مذکور کی منع نعرہ پر دلیل یہ ہے کہ اس نعرہ سے یہ لازم ہے کہ چار یار کے سوا کوئی صحابی حق پر نہیں اس جاہل مفتی کو یہ معلوم نہیں کہ یہ تب لازم آتا ہے جب اس نعرہ میں حصر کا کلمہ ہوتا۔ مثلاً یوں ہوتا کہ نہیں حق مگر چار یار یا یہ ہوتا کہ حق پر صرف چار یار ہیں۔ حالانکہ اس نعرہ میں حصر کا ایسا کوئی کلمہ نہیں۔ علم اصول میں ہے کہ محض کسی کے ذکر سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی۔ اس نعرہ کا تو صرف یہ معنی ہے کہ چار یار حق پر ہیں دوسرے اصحاب کے حق پر ہونے کی نفی نہیں ہے اگر اس جاہل مفتی کی منطق تسلیم کر لی جائے تو مفتی جب یہ کلمہ پڑھتا ہے (محمد رسول اللہ) تو لازم آئے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی رسول اللہ ﷺ نہیں ہے تو اب مفتی اپنی اس منطق کے لحاظ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ ان سب خرابیوں کا سبب جہالت ہے لہٰذا نعرۂ تحقیق حق چار یار سے کوئی منافق رافضی ہی منع کرے گا، بلکہ اس نعرہ کا مرتبہ نعرۂ حیدری اور نعرۂ غوثیہ سے بھی مقدم تر اور بلند تر ہے

من آنچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم ☆ تو خواہ از سخنم پند گیر، خواہ ملال (سیف العطاء ص ۱۴۱)

اصحاب عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

{۱۲۰} وَاِنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبَشَّرَهُمْ بِالْجَنَّةِ نَشْهَدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَا شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَسَعِيْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَهُوَ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ: اور (ہم کہتے ہیں) بیشک (۱) وہ دس صحابہ کرام جن کا رسول ﷺ نے نام لیکر ان کو جنت کی بشارت سنائی ہم ان کیلئے جنت کی گواہی دیتے ہیں اس بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں شہادت دی ہے اور رسول ﷺ کا فرمان برحق ہے اور وہ حضرات یہ ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (۲) اور وہ اس امت کے امین ہیں (رضی اللہ عنہم)

تشریح (۱) ایک نسخہ میں ان کی جگہ نُحِبُّ الْعَشَرَةَ ہے کہ ہم دسوں سے محبت کرتے

ہیں یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہم ان سے محبت کرتے ہیں اوران کے جنتی ہونے کی گواہی اور شہادت بھی دیتے ہیں اس لے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی ہے ان کو عشرہ مبشرہ (دس بشارت دیے ہوے صحابہ) کہتے ہیں

(۲) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اَبُوْ بَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَطَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ: ابوبکر جنت میں ہے رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہے رضی اللہ عنہ عثمان جنت میں رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جنت میں ہے سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنت میں ہے اور ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہے۔ رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا سب سے بغض رکھتے ہیں ان کے بدلہ میں انہوں نے بارہ امام مقرر کیا اور عشرہ مبشرہ کی تعریف قرآن میں یوں کی گئی۔ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ (بقرہ ۱۹۶)۔ یہ پورے دس ہیں۔ وَاَتْمَمْنٰہَا بِعَشْرٍ (اعراف ۱۴۲)۔ ہم نے پورا کیا دس راتوں سے۔

اورحضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بلاشبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں حضرت حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے

سردار ہیں (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بھی جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ سب حضرات جنتی ہیں۔

نفس صحابیت میں سب صحابہ کرام برابر ہیں مگر فضائل ومناقب کے اعتبار سے بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (الحدید ۱۰) ترجمہ: جس شخص نے تم میں سے (فتح مکہ) کے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ اور جس نے یہ کام (فتح مکہ) کے بعد (پیچھے) کئے وہ برابر نہیں۔ ان (فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں) کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور کفار سے جہاد وقتال کیا اور اللہ نے سب سے نیک وعدہ کیا ہے۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے واقف ہے۔

خیال رہے کہ سب سے اول درجہ خلفاء راشدین کا ہے پھر عشرہ مبشرہ کا پھر اہل بدر کا پھر ان کے بعد اہل احد کا درجہ ہے پھر اہل بیت رضوان کو فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی اہل بیت الرضوان کی شان میں فرماتا ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَصَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (سورہ فتح)۔ ترجمہ: اللہ تعالی ان مومنوں پر راضی ہو گیا جنوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔ پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اتارا اس نے اطمئنان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔

صحابہ واہل بیت کا ذکر خیر سے کرنا چاہئے

{۱۲۱} وَمَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَزْوَاجِہِ الطَّاھِرَاتِ مِنْ کُلِّ دَنَسٍ وَ ذُرِّیَّاتِہِ الْمُقَدَّسِیْنَ مِنْ کُلِّ رِجْسٍ فَقَدْ بَرِیٔ مِنَ النِّفَاقِ۔

ترجمہ: اورجس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اورآپ کی پاکیزہ اولاد کی شان میں اچھی گفتگو کی (انہیں ہرقسم کے اخلاقی میل کچیل سے پاک سمجھا) تووہ نفاق سے بری ہو گیا۔(۱)۔

تشریح (۱) یعنی جوشخص صحابہ رسول اللہ ﷺ اورازاواج مطہرات اورآل رسول ﷺ کے بارے میں گناہوں سے دورہونے اور برائیوں سے پاک ہونے کی اچھی بات کرے، وہ منافق نہیں ہوسکتا۔ کہ جس نے صحابہ کرام ازواج مطہرات اوراپ کی پاکیزہ اولادرضی اللہ عنہم کے متعلق اچھا تذکرہ کیااوران سے حسن عقیدۃ اورمحبت رکھی اورانہیں ہر قسم کی اخلاقی میل کچیل سے پاک سمجھا،اس نے اپنے اپ کونفاق سے بری کرلیااورایمان کو بچالیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ (سورہ البینہ ۸)، اللہ ان سے راضی ہوااوروہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اس کے لئے ہے جواپنے رب سے ڈرے۔

اور نبی ﷺ کے ازواج مطہرات کی بڑی شان ہے ان کے حق میں ارشاد باری تعالی ہے: وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ (سورت الاخزاب) ترجمہ: اور نبی ﷺ کی بیویاں۔(ادب واحترام کہ اعتبار سے) ایمان داروں کی مائیں ہیں۔

اوران کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لےحرام فرمایا گیاہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے: وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا۔ (سورت الاخزاب) ترجمہ:اورازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے بعد نکاح نہ کرو۔ازواج مطہرات ہی اہل بیت ہیں۔

لفظ اہل بیت ازواج پر بولا گیاہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (سورہ ھود ۷۳)۔فرشتے کہنے لگے کیاتم تعجب کرتی ہو اللہ کے حکم پراللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں ہوں کہ تم پرا ے ابراھیم کے گھروالو۔اس ایت میں یہ خطب حضرت ابراھیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ سارا حضرت سارہ کو ہے۔

ذُرِّیَّاتِہِ الْمُقَدَّسِیْنَ سے مراد آپ کی اولاد پاک صاحبزادے اورصاحبزادیاں ہیں (حضرت فاطمہ ,حضرت علی,حضرت حسن اورحضرت حسین رضی اللہ عنہم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورہ احزاب ایت ۳۳)۔ترجمہ: اللہ (تعالیٰ) تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دورکردے پلیڈی کواے نبی کے گھروالواورتم کوپوری طرح پاک وصاف کردے۔

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مدینہ کے درمیان مقام غدیرخم میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا

قاصد آجائے اور قبول کروں (یعنی وفات پاجاؤں) پس تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور روشنی کی باتیں ہیں تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو چنانچہ آپ نے کتاب اللہ کے بارے میں ۔مبالغہ کے ساتھ ترغیب دی اس کے بعد اپ نے فرمایا تمہیں اہل بیت کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں تمھیں یاد دلاتا ہوں آپ نے یہ کلمات تین بار ارشاد فرمائے (شرح عقیدۃ الطحاویہ) دَنَسٌ میل کچیل ۔ رِجْسٌ گندگی پلیدی، اخلاقی میل کچیل اور پلیدی مراد ہے۔

زیارت ذریۃ کی جمع اولاد، ازواج زوج (حاوند بیوی) کی جمع ۔طاھرات طاھرۃ کی جمع ۔ مقدسین مقدس کی جمع ۔

علماء سلف کا ذکر خیر سے کرنا چاہئے

{۱۲۲} وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ السَّابِقِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ اَهْلُ الْخَيْرِ وَالْاَثَرِ وَاَهْلُ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ لَايُذْكَرُوْنَ اِلَّا بِالْجَمِيْلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوْءٍ فَهُوَ عَلَى غَيْرِ السَّبِيْلِ

ترجمہ: اور علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اور ان کے بعد انے والے اور (تابعین) بہتری اور نیکی والے لوگ ہیں اور حدیث نقل کرنیوالے اور اہل فقہ اور نظر وقیاس والے ان کا ذکر سوائے بہتری نیکی کے درست نہیں اور جو ان کا ذکر برائی سے کرے گا وہ راہ راست پر نہیں ہوگا (۱)۔

تشریح: (۱) سَلَفٌ خَلَفٌ (اگلے پچھلے)۔

یہ مشہور استلا ہے۔ علامہ سلطان العلماء محمد علی خالدی لکھتے ہیں: **تفسیر کلمات سلف بہ بمعنی پیشینیان و در عرف علماء بہ دانشمندانی گفتہ می شود کہ وفات شان قبل از سال چہار صد ہجری بودہ است۔ و در مقابل آن خلف قرار دارند کہ وفات شان بعد از سال چہار صد ہجری است۔ (شکر النعمۃ المتوالیہ فی شرح عقیدۃ فی شرح العقیۃ الطحاویہ ص ۱۷۶)**، سلف سے وہ حضرات مراد ہیں جو ۴۰۰ھ سے قبل فوت ہوئے ہیں، اور نے مقابلہ میں خلف جو ۴۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ یعنی صحابہ، تابعین اور علما محدثین فقہاء کرام وائمہ مجتہدین اور ائمہ متکلمین جو گزر چکے ہیں ان سب کا ذکر خیر و بھلائی کے ساتھ کرنا چاہیے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ** (توبہ ۷)، ایماندار مرد ایماندار عورتیں بعض ان کے بعض کے دوست ہیں۔ اور جو ان کی شان میں گستاخی کرے گا وہ مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَتَوَلّٰى نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا** ۔ (سورہ نساء ۱۱۵)۔ اور جو شخص اس بات کے باوجود رسول اللہ کی شرعی احکام کی مخالفت کرے کہ اس پر حق واضح ہو چکا اور وہ مسلمانوں کے راستے سے الگ راستے پر چلے تو ہم اس سے (دنیا میں اس کے حال پر چھوڑ دے گے اور قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے)۔

علامہ شجاع الدین ھبط اللہ ترکستانی حنفی ماتریدی متوفی ۷۳۳ھ لکھتے ہیں قاضی ابوحفص غزنوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: **وانما قالوا ذلك لان تعظيم هؤلاء**

وتوقیرھم من تعظیم الدین، وھم خلفاء رسول اللہ ﷺ فی تبلیغ الشریعة الی الناس، فوجب توقیرھم وتعظیھم واتباعھم۔

(شرح العقیدة الطحاویۃ ص۱۷۶)۔

علامہ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحاق الغزنوی الھندی متوفی ۷۷۳ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں لان تعظیمھم من تعظیم الدین لانھم ورثة الانبیاء ونقلة الشریعة، فوجب اتباعھم والثناء علیھم وکف اللسان عن طعنھم، فمن ذکرھم بالسوء وطعن فیھم فھو طعن فی الدین وعدل عن سنن المرسلین، وذلك علامة النفاق والشقاق۔

(شرح عقیدة الامام الطحاوی ص۱۵۶)۔ ترجمہ: اس لئے کہ بیشک علماء سلف وخلف کی تعظیم دین کی تعظیم میں سے ہے، اس لئے کہ وہ نبیوں کے وارث اور شریعت کے نقل کرنے والے ہیں، تو ان کی پیروی اور ان کی تعریف کرنا اور زبان کو بُرا کہنا سے بچانا واجب ہے، جس نے ان کا ذکر بُرائی کے ساتھ کیا ان کی شان میں طعن کیا، تو وہ دین میں طعن ہے۔ اور وہ رسولوں کے طریقے سے ہٹ گیا ہے۔ اور یہ علامت اور نفاق کی ہے۔

یہ بڑی احسان فراموشی ہے کہ بعض لوگ صحابہ کے منکر ہیں اور بعض اہل بیت کا انکار کرتے ہیں، اور یہ بڑی احسان فراموشی ہے بعض لوگ ائمہ مجتہدین پر تنقید کرتے ہیں بلکہ تنقیص کرتے ہیں اور بعض علماء دین کی پیچھے پڑھے رہتے ہیں، جو دنیا سے چلے گئ اور ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے، مگر اپنے اعمال ضائع کرتے رہتے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

بزرگش نخوانند اهل خرد　　　کہ نام بزرگان بہ زشتی برد

ایک اور شاعر کہتا ہے:

نام نیک رفتگان ضایع مکن　　　تا بماند نام نیکت برقرار

وہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں جو صحابہ کرام ائمہ مجتھدین اور فقہاء عظام کو برا کہتے ہیں اور ان کی شان میں طعن کرتے رہتے ہیں۔

اور ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے، چنانچہ رب کریم نے صحابہ ومہاجرین وانصار صحابہ کا ذکر کرتے ہوے بعد والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ پچھلوں کے لیئے یوں دعا کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورہ حشر ۱۵) ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ وحسد پیدا ہونے نہ دے اے ہمارے رب بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالی ہمیں سب کے ادب کی توفیق عطا فرمائے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔

کوئی ولی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا

{۱۲۳} وَلَا نُفَضِّلُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ، وَنَقُوْلُ نَبِیٌّ وَاحِدٌ اَفْضَلُ مِنْ جَمِیْعِ الْاَوْلِیَاءِ

ترجمہ: اور ہم اولیاء میں سے کسی کو نبیوں پر فضیلت نہیں دیتے (۱) بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی بھی تمام اولیاء سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

تشریح (۱) کسی ولی کو ہم کسی رسول سے افضل نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فقط ایک نبی تمام اولیاء سے بڑھ کر ہے۔

کوئی ولی کسی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا تو نبی سے افضل کیسے ہوسکتا ہے۔ ولی کو نبی سے افضل قرار دینا بے دین لوگوں کا عقیدہ ہے نبیوں کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نبی ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (انعام ۸۶) اور سب کو ہم نے تمام عالم پر فضیلت بخشی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم و مامون ہوتے ہیں ان کو اپنے جنتی ہونے کا یقین ہوتا ہے ان کو خاتمہ کا خوف ہر گز نہیں ہوتا اور وہ وحی الٰہی سے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں اور اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں ہر نبی ولایت اور نبوت دونوں سے متصف ہوتا ہے بعض کرامیہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ (شرح عقائد مختصرا) ہر نبی ولی ہوتا ہے مگر ہر ولی نبی نہیں ہوتا۔ مقام نبوت ولایت سے افضل ہے اور کوئی ولی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ بعض لوگ ولایت کو نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں، اس لئے شیخ سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں نبوت اور ولایت میں فرق ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اپنا کلام پورا فرماتا ہے اس کا قبول کرنا لازم ہے چنانچہ نبی اسے قبول کرتا ہے اور اس کی تصدیق ضروری ہے جو شخص اسے رد کردے وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو رد کرتا ہے۔ اور ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوست کو بذریعہ الہام اپنی بات پہنچائے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سچی زبان پر جاری ہوتی ہے اس میں سکون ہوتا ہے۔ مجذوب کا دل اسے قبول کر کے اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ پس انبیاء کرام کے لئے کلام اور اولیاء کرام کے

لیے الہام مخصوص ہے۔ جو شخص کلام (وحی) کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور وحی کو رد کیا اور جس نے الہام کو رد کیا وہ کافر نہیں ہوتا البتہ نقصان اٹھاتا ہے اور مصیبت میں پڑتا ہے اور اس اک دل حیران و پریشان ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے الہام کو تسلیم نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے سبب اپنے ولی کے دل میں ڈالا کیونکہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کی محبت اس چیز کو صحیح معنی میں بندے کے دل تک پہنچاتی ہے اور وہ اسے سکون قلب کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ (الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج ۲ ص ۴۱۳، مطبوعہ دارالجیل بیروت)۔

اس میں ان لوگوں کا رد جو کہتے ہیں کہ ولی کی ولایت معاذ اللہ نبی کی ولایت سے افضل ہے۔ بعض لوگ انبیاء کرام پر اولیاء کو فضیلت دیتے ہیں جو کہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔

امام المتکلمین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی فرماتے ہیں **ولا یبلغ ولی درجۃ الانبیاء** (عقائد نسفی) اور کوئی ولی انبیاء کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسلئے کہ انبیاء معصوم ہیں برے خاتمہ سے مامون ہیں۔ وحی کے مشاہدہ اور فرشتہ سے مکرم ہیں۔ احکام کی تبلیغ اور مخلوق کی رہنمائی پر مامور ہیں (شرح عقائد)۔ نبی اور ولی کے درمیان آسمان و زمین سے زیادہ فرق ہے۔ نبی ولی بھی ہوتا ہے اور نبی اس ولی سے افضل ہے جو نبی نہیں ہوتا اور نبی دو مرتبوں والا ہوتا ہے۔ مرتبہ نبوت اور مرتبہ ولایت۔ اور مرتبہ نبوت مرتبہ ولایت سے افضل ہے۔

سوال: بعض کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّۃِ (ولایت نبوت سے افضل ہے) اس کے کیا معنی ہیں۔

جواب: جو اس کے معنی یہ ہے کہ خود نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے نہ غیر نبی کی ولایت کیونکہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے، مگر امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس کی تردید کی ہے۔ (مکتوب ۱۸ دفتر اول، توضیح العقائد ص ۹۹)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں اس مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے کہ ولایت نبوت کا جزو ہے۔ اور نبوت کل ہے لہٰذا نبوت افضل ہے خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت (مکتوب ۹۵ دفتر اول)

اولیاء اللہ کی کرامات پر ایمان لانا

{۱۲۴} وَنُؤْمِنُ بِمَا جَاءَ مِنْ كَرَامَاتِهِمْ وَصَحَّ عَنِ الثِّقَاتِ مِنْ رِوَايَاتِهِمْ۔

ترجمہ: اور ہم اولیاء کی کرامات پر ایمان رکھتے ہے اور ان کی روایات کو بھی صحیح مانتے ہیں جو معتبر راویوں سے ثابت ہے۔ (۱)

تشریح (۱) یعنی ہم اولیاء کی کرامات کو حق سمجھتے ہیں اور جو واقعات معتبر حضرات سے مروی ہیں، ان کو بھی درست سمجھتے ہیں اور جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم میں پھلوں کا انا اور اصحاب کہف کا طویل زمانہ (تین سو برس) خواب (سونے) کے بعد بیدار رہنا, اور حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تحت بلقیس کو ایک لحظہ میں لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دینا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے لیئے خشک درخت سے کھجوروں کا گرنا زمین سے پانی کے چشمہ کا جاری ہونا اور بہت سی کرامات صحابہ کرام کی حدیثوں میں مزکور ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ کرامات سے مراد وہ کرامات ہیں جو معتبر قابل اعتبار لوگوں سے مروی ہیں اور اس میں من گھڑت قصوں اور کہانیوں کے بیان کرنے کا جو زیادہ رواج پایا جاتا ہے وہ مراد نہیں ہے۔ سچی کرامات پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اور ان کا منکر بدعتی ہے

۔ افسوس کہ بہت سے واعظین ایسی روایتیں بطور کرامت بیان کرتے ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی اور ان کے ذکر کرنے سے کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جن اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور ہوا ہے ان کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے۔

علامات قیامت

{۱۲۵} وَنُؤْمِنُ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِنْ خُرُوجِ الدَّجَّالِ وَنُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَنُؤْمِنُ بِطُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجِ دَابَّةِ الْأَرْضِ مِنْ مَوْضِعِهَا

ترجمہ: اور ہم دجال کے خروج پر اور حضرت عیسی علیہ اسلام کے نزول پر ایمان رکھتے ہیں اور یاجوج وماجوج اور سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے اور دابۃ الارض کے اپنے مقام سے خروج پر بھی ایمان رکھتے ہیں (۱)۔

تشریح (۱) یعنی علامات قیامت مثلاً خروج دجال حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اور ایک مخصوص چوپایہ جانور کا اس کی جگہ سے نکلنا وغیرہ پر ہم ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا وقوف کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اور قیامت کی نشانیاں۔ قیامت کی نشانیاں بہت سی ہیں علامات صغری اور علامات کبری مگر یہاں پانچ بڑی علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی (۱) دجال کا خروج, (۲) عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نزول (۳) یاجوج وماجوج کا خروج (۴) اور سورج کا مغرب سے طلوع۔ اور دابۃ الارض (زمینی جانور) کا نکلنا۔ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن تک دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ نہیں (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تشہد کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ فِتْنَۃِ الْمَمَاۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا بھی علامت قیامت ہے۔ اور زمین سے ایک جانور ظاہر ہوگا جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ بِئَایٰتِنَا لَایُوْقِنُوْنَ (سورہ نمل ۸۲) ترجمہ: اور جب ہماری بات کے ان پر پورا ہونے کا وقت آجائے گا تو ہم نکالیں گے ان کے لئے چوپایہ زمین سے جو ان سے گفتگو کرے گا۔ کیونکہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اور یاجوج ماجوج کا ذکر سورہ انبیاء کی ایت نمبر ۹۶ میں آیا ہے۔ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ۔ ترجمہ: یہاں تک کہ جب کھول دئے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اتریں گے۔ (راقم نے علامات صغری و کبری کا مفصل ذکر شرح عقائد نسفی میں کر دیا ہے)۔

کاہن ونجومی کی باتوں کی تصدیق کرنا شریعت کے خلاف ہے

{۱۲۶} وَلَا نُصَدِّقُ کَاھِنًا وَلَا عَرَّافًا وَلَا مَنْ یَدَّعِیْ شَیْئًا یُخَالِفُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ وَاِجْمَاعَ الْاُمَّۃِ۔

ترجمہ: اور ہم کسی کاہن (غیب کی خبریں بتانے کے دعویدار) اور عراف (نجومی) (گم شدہ چیزیں اور مسروقہ وغیرہ کی جگہ بتانے والے) کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع امت کے خلاف کسی چیز کا دعوی کرتا ہو(۱)۔

تشریح (۱) یعنی۔ کسی کاہن اور نجومی کی ہم اس کی کہانت اور نجوم میں تصدیق نہیں کرتے۔ اس لئے ان لوگوں کے پاس جا کر باتیں دریافت کرنے پر بڑی وعید بیان کی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا (مسلم کتاب السلام)

مَنْ اَتٰی کَاھِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَہٗ بِمَا یَقُوْلُ فقه کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ۔ جو کاھن کے پاس جائے اور اس کے کہنے (بات) کو سچا جانے تو بے شک اس نے کفر کیا ہے اس کے ساتھ جو حضرت محمد ا پر نازل ہو عراف نجومی کاھن جادوگر۔

اسی طرح جادوگر لوگوں کی باتوں پر یقین کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی (سورہ طه۹) ترجمہ: اور جادوگر جہاں جائے گا فلاح نہیں پائے گا۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ (سورہ نسا ۵۱) ت رجمہ: بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا کہ وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں (اور کتاب کے احکام کو چھوڑ دیتے ہیں)۔ امام نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد نسفی متوفی فرماتے ہیں

وَتَصدِيقُ الكَاهِنِ بِمَا يُخبِرُهُ عَنِ الغَيبِ كُفرٌ (العقائد النسفیۃ)
اور کاہن کی تصدیق کرنا اس چیز میں جس کی وہ غیب کے بارے میں خبر دے کفر ہے علامہ
سعد الدین تفتازانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ
جو شخص کاہن کے پاس یا پھر اس کی کہی ہوئی بات میں تصدیق کی تو بلاشبہ اس نے اس چیز
کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری اور کاہن وہ شخص ہے جو زمانہ مستقبل میں
ہونے والے واقعات کے متعلق خبر دے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرے اور غیب سے
آگاہ ہونے کا دعویٰ کرے اور عرب میں ایسے کاہن تھے جو امور کی پہچان کا دعویٰ کرتے
تھے پس ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ امور کا ادراک اس فہم کے ذریعہ کرتا
ہے جو اس کو دی گئی ہے اور نجومی جب آئندہ کے واقعات جاننے کا دعویٰ کرے تو وہ مثل
کاہن کے ہے اور غیب پر اطلاع اللہ کے بتائے بغیر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور
رسلوں میں سے جس کے چاہے غیب پر مبتلا کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ
فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن ۲۶) اللہ
تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے
جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو۔

وَبِالجُملَةِ العِلمُ بِالغَيبِ اَمرٌ تَفَرَّدَ بِهِ اللهُ تَعَالٰى لَا سَبِيلَ اِلَيهِ لِلعِبَادِ
اِلَّا بِاِعلَامٍ مِنهُ اَو اِلهَامٍ بِطَرِيقِ المُعجِزَةِ اَوِ الكَرَامَةِ اَو اِرشَادٍ عَلَى
الاِستِدلَالِ بِالاَمَارَةِ فِي مَا يُمكِنُ فِيهِ ۔ خلاصہ یہ کہ غیب کا علم ایسا امر ہے جس
کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے بندوں کیلئے اس کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر اس کی طرف سے
خبر دینے کے ساتھ یا معجزہ یا کرامت کے طریقے سے الہام کرنے کے ساتھ یا علامات

کے ذریعہ استدلال کرنے کی طرف رہنمائی کرنے کے ساتھ ان چیزوں میں جن میں یہ
ممکن ہے اور اسی وجہ سے فتاویٰ میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ثاند کے ہلالہ کو دیکھنے کے
وقت کہنے والے کا کہنا کہ بارش ہوگی اس حال میں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرنے والا ہونہ کہ
اس کی علامات کے ساتھ یہ کفر ہے۔ (شرح عقائد نسفی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے
معجزہ کے طور پر الہام کرنے اور کرامت کے طور پر علم غیبیہ سے مطلع کیا جاتا ہے

اہل سنت و جماعت حق اور تفرقہ بازی عذاب ہے

{۱۲۷} وَنَرَى الجَمَاعَةَ حَقًّا وَّصَوَابًا وَالفُرقَةَ زَيغًا وَّعَذَابًا

ترجمہ: اور ہم اہل سنت و جماعت کو حق سمجھتے ہیں اور تفرقہ بازی کو کج روی اور عذاب سمجھتے
ہیں (۱)۔

تشریح (۱) جماعت حق سے مراد اھل حق کا کسی مسلہ پر اتفاق کرنا وہ مسلہ دینی اعتقادی
ہو یا فروعی ہو یا مسلمان جس امام یا حاکم پر اتفاق کرے تو اس کی مخالفت سے بچنا۔ یعنی
اسی طرح کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف بات کرنے والے کسی کی ہم تصدیق
نہیں کرتے۔ گروہ بندی عذاب ہے اس لئے کہ امت میں اتحاد قائم نہیں رہ سکتا جسکی اللہ
تعالیٰ نے تاکید فرمائی اور تفرقہ بازی کی مذمت کی اور اتحاد کا حکم دیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران
۱۰۳) ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور فرقے نہ بن جاؤ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ

الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ۱۰۵)۔ ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آ چکی تھیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتَابِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ (بقرہ ۱۷۶)۔ ترجمہ: اور بیشک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (سورۃ الانعام ۱۵۹)، بیشک وہ جنہوں نے فرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ، (اے محبوب) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ (تعلق)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ (سورہ آل عمران ایت ۷)، پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو پیروی کرتے ہیں صرف ان آیتوں کی جو مشابہ ہیں قرآن سے (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے، اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (سورہ انعام) فرمایئے اللہ ہی وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور خلط ملط کا کر دے تمہیں مختلف گروہ میں اور چھکائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی۔ یعنی جماعت مسلمین کی بات کو درست اور

ان کی مخالفت کو گمراہی اور عذاب کا سبب سمجھتے ہیں۔

آسمان اور زمین میں دین صرف اسلام ہے

{۱۲۸} وَ دِيْنُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ وَ السَّمَآءِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ۱۹) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران ۸۵) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ ۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا دین آسمان اور زمین میں ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے(۱)۔

تشریح (۱) دین اللہ۔ اللہ کا ادین آسمان وزمین میں ایک ہی ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ دِيْنُنَا وَاحِدٌ صحیح البخاری حدیث ۳۴۴۳ مسلم حدیث ۲۳۶۵ بیشک ہم نبیوں کی جماعت ہیں ہم سب کا دین ایک ہے حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک سب کا دین ایک ہی رہا ہے شریعتیں (عبادت کے طریقے) مختلف رہیں ہے۔ دین کے بہت سے معانی آتے ہیں بدلہ قیامت اور یہاں دین سے مراد دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران) (بیشک اللہ کے نزدیک سچا دین اسلام ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ) تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

صحیح حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہم انبیاء کی جماعت کا دین ایک ہے اور یہی دین رسول اللہ ﷺ لائے۔ اس کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (سورہ ال عمران)۔ ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتا ہے اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔

دین اسلام اللہ کی نعمتوں میں سے اسی لئے منکرین اسلام ہیں وہ قیامت کے دن افسوس کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (سورہ حجر ۲)۔

ترجمہ: بسا اوقات آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے کاش کے وہ مسلمان ہوتے۔

اسلام اللہ تعالی کہ احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اطاعت کرنے کا نام ہے تو لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔ لیکن ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا۔ ان کے مثال پشت اور پیٹ کی سی ہے (یعنی پشت بغیر پیٹ کے اور پیٹ بغیر پشت کے متصور نہیں ہوتا) اور دین ایک ایسا جامع نام ہے جو ایمان اور اسلام اور تمام شرائع پر صادق آتا ہے (فقہ اکبر ۴۵ القول الفصل ۳۶۱)۔

دنیا میں سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے چنانچہ فرمان باری تعالی ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (سورہ ال عمران ۱۹)۔ ترجمہ: بے شک سچا دین اللہ کے نزدیک

اسلام ہے۔

خیال رہے کہ ہر اصول مذہب کو دین کہا جاسکتا ہے خواہ سچا ہو یا جھوٹا مگر اسلام سچے دین کو کہا جائے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ اصولی عقائد کو دین کہا جاتا ہے اور فروعی مسائل کو مذھب۔ لھذا ہم میں اور شافعیوں میں دینی اختلاف نہیں بلکہ مذہبی اختلاف ہے مگر ہم میں اور عیساؤں یہودیوں میں دینی اختلاف ہے اسی لئے یہاں دین ارشاد ہوا نہ کہ مذھب (تفسیر نعیمی پارہ ۳)۔

اصول عقائد سے مراد توحید باری تعالی رسالت آخرت اور ختم نبوت پر ایمان لانا ہے۔

اسلام کی خوبی: اسلام ہی دین توحید ہے، اسلام ہی روحانیت کا مذھب ہے، اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے، اسلام ہی عدل وانصاف کا دین ہے، اسلام ہی غیر تعصب دین ہے، اسلام ہی مساوات کا بانی ہے، اسلام ہی نیکی کا دین ہے، اسلام ہی پرہیزگاری کا دین ہے، اسلام ہی سچا دین ہے، اسلام ہی محبت کا دین ہے، اسلام ہی نے انسان کی انسیانت کے درجہ کو بلند تر کردیا ہے، اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے یعنی نسل زبان رنگت پر نہیں ہے، اسلام ہی دین تمدن ہے اور اسلام ہی سب کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

اسلام غلو اور تقصیر کے درمیان ہے

{۱۲۹} وَهُوَ بَيْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّقْصِيْرِ وَبَيْنَ التَّشْبِيْهِ وَالتَّعْطِيْلِ وَبَيْنَ الْجَبْرِ وَالْقَدَرِ وَبَيْنَ الْاَمْنِ وَالْاِيَاسِ۔

ترجمہ: اور یہ دین اسلام غلو (زیادتی) اور تقصیر (کمی) (۱) تشبیہ اور تعطیل (۲) جبر اور

قدر (۳) اور امن و یاس (بے خوف اور نا امید ہونے) کے درمیان ہے (۴)۔

تشریح (۱) دین اسلام افراط وتفریط کے درمیان، تشبیہ وتعطیل کے مابین، جبر وقدر کے بیچ، اطمینان و نا امیدی میں سے ایک راہ اعتدال فراہم کرتا ہے۔

وَهُوَ بَيْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّقْصِيْرِ۔ اور وہ دین و اسلام افراط وتفریط کے درمیان ہے۔

غُلُوٌّ زیادتی کرنا، حد سے بڑھنا، **تَقْصِيْرٌ** کمی کرنا اور کسی کام میں کوتاہی کرنا

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ (سورہ مائدہ ۷۷)۔ ترجمہ: کہہ دو (اے محبوب) اے اھل کتاب اپنے دین کی بات میں ناحق مبالغہ (زیادتی) نہ کرو۔

تقصیر اور کوتاہی کرنیوالوں کے حق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ**، سو خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں مانگی نہیں دیتی۔

(۲) **وَبَيْنَ التَّشْبِيْهِ وَالتَّعْطِيْلِ**۔ اور دین اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان ہے۔ تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ یوں کہنا اللہ تعالیٰ کے کان ہمارے کانوں جیسے ہیں اور اس کی آنکھیں ہماری آنکھوں جیسی ہیں یعنی فرقہ مشبہ کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا تشبیہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا

تعطیل کسی چیز کا بیکار کرنا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا انکار کرنا جیسے فرقہ معطلہ کہتا ہے مگر یہ دونوں باتیں دین اسلام میں نہیں ہیں جیسے فرمان خداوندی ہے **لَيْسَ كَمِثْلِهٖ**

شَيْءٌ (شوری ۱۱)

ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ تعطیل وجود باری تعالیٰ اور اس کی صفتوں کا انکار کرنا ہے اس ایت کریمہ میں فرقہ مشبہ اور معطلہ کا رد ہے تعطیل کی تین قسمیں ہیں (۱) مصنوعات کا اپنے صانع اور خالق سے خالی ہونا (۲) اور اللہ کا اپنی صفتوں اور فعلوں سے خالی ہونا (۳) اور اپنے معاملہ میں معطل ہونا۔

(۳) **وَبَيْنَ الْجَبْرِ وَالْقَدَرِ**۔ اور اسلام جبر اور قدر کے درمیان ہے کہ بندہ اپنے افعال واقوال میں ہرگز مجبور نہیں ہے اور اس کے افعال رعشہ والے کی حرکات کی طرح نہیں ہیں اور نہ ہی ان درختوں کی حرکات کی طرح ہیں جو آندھی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ بندہ کسی چیز کا خالق نہیں ہے بلکہ سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ** (سورہ بقرہ ۲۸۶)، اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو اس نے (برا عمل) کمایا۔ اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہ ہے جو اس نے کمایا۔ بندہ اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے بلکہ اپنے اختیار سے کاسب ہے۔ یہی دین سراط مستقیم ہے۔ علامہ حافظ شیخ احمد المعروف بملا جیون رحمہ اللہ متوفی ۱۱۳۰ھ اللہ صراط مستقیم کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَهٰذَا صَادِقٌ عَلٰى شَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ لِاَنَّهَا مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الْاِفْرَاطِ الَّذِيْ فِيْ دِيْنِ مُوْسٰى وَتَفْرِيْطِ الَّذِيْ فِيْ دِيْنِ عِيْسٰى وَعَلٰى عَقَائِدِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَاِنَّهَا مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الْجَبْرِ وَالْقَدْرِ وَبَيْنَ الرَّفْضِ وَالْخُرُوْجِ وَبَيْنَ التَّشْبِيْهِ وَالتَّعْطِيْلِ، اَلَّذِيْ فِيْ غَيْرِهَا وَعَلٰى طَرِيْقِ سُلُوْكٍ جَامِعٍ بَيْنَ الْمَحَبَّةِ وَالْعَقْلِ وَلَنْ يَكُوْنَ عِشْقًا مَحْضًا مُفْضِيًا اِلَى الْجَذْبِ وَلَا عُقُوْلًا صِرْفًا

مَوصُلًا اِلَی الاِلحَادِ وَالفَلسَفَۃِ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنہُ (نُورُالانوار ص ۱۰، ج۱) اور یہ صراط مستقیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر صادق آتا ہے کیونکہ آپ کی شریعت اس افراط کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین میں بھی اور اس تفریط کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں تھی بیچو بیچ ہے (درمیان میں) اور اہل سنت و جماعت کے عقائد پر صادق آتا ہے کیوں کہ ان کے عقائد فرقہ جبریہ اور فرقہ قدریہ کے عقائد کے بین بین (درمیان) اور روافض اور خوارج کے عقائد کے بین بین اور فرقہ مشبہ اور معطلہ کے عقائد کے بین بین ہیں اور (صراط مستقیم کا اطلاق) اس طریق سلوک پر بھی ہوتا ہے جو محبت اور عقل دونوں کو جامع ہے پس یہ نہ تو عشق محض ہے جو جذب تک پہنچادے اور نہ عقل محض ہے جو بے دینی اور بد دینی تک پہنچادے، نعوذ باللہ منہ۔ اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ہم کجروی سے۔

(۴) وَبَیْنَ الْاَمْنِ وَالْاِیَاسِ۔ یعنی اسلام امید اور ناامیدی کے درمیان ہے کہ اللہ تعالی سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت کا امیدوار بھی ہو یعنی خوف اور امید کے درمیان رہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں وَالْاَمْنُ وَالْیَاْسُ یُنْقِلَانِ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ: بے خوفی اور ناامیدی دونوں باتیں ملت اسلامیہ سے خارج کردیتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں وَالْیَاْسُ مِنَ اللّٰہِ کُفْرٌ۔ ترجمہ: اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا یَیْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (یوسف ۸۷)۔ ترجمہ: اللہ تعالی کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا۔

وَالْاَمْنُ مِنَ اللّٰہِ کُفْرٌ۔ ترجمہ: اللہ تعالی کے عذاب سے بے خوف ہونا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (اعراف ۹۹)۔ ترجمہ: اللہ تعالی کے عذاب سے نقصان اٹھانے والوں کے علاوہ کوئی بے خوف نہیں ہوتا۔

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ ترجمہ: ایمان تو امید اور خوف کے درمیان ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (مائدہ ۹۸) ترجمہ: جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور بیشک بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

نومید مشو کہ رحمت حق عام است ☆ مغرور مشو کہ خاصگاں در بیم اند

دین پر ثابت قدمی اور باطلہ فرقوں سے بچنے کی دعا

{۱۳۰} فَھٰذَا دِیْنُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَنَحْنُ بُرَآءُ اِلَی اللّٰہِ مِنْ کُلِّ مَنْ خَالَفَ الَّذِیْ ذَکَرْنَاہُ وَبَیَّنَاہُ وَنَسْاَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّثَبِّتَنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَیَخْتِمَ لَنَا بِہٖ وَیَعْصِمَنَا مِنَ الْاَھْوَاءِ الْمُخْتَلِفَۃِ وَالْاٰرَاءِ الْمُتَفَرِّقَۃِ وَالْمَذَاہِبِ الرَّدِیَّۃِ مِثْلَ الْمُشَبِّہَۃِ وَالْمُعْتَزِلَۃِ وَالْجَھْمِیَّۃِ وَالْجَبْرِیَّۃِ وَالْقَدَرِیَّۃِ وَغَیْرِھِمْ مِنَ الَّذِیْنَ خَالَفُوا السُّنَّۃَ وَالْجَمَاعَۃَ وَخَالَفُوا الضَّلَالَۃَ وَنَحْنُ بُرَآءُ وَھُمْ عِنْدَنَا ضُلَّالٌ وَّاَرْدِیَاءُ وَبِاللّٰہِ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ

ترجمہ: تو (۱) یہ ہمارا ظاہر و باطن دین اور اعتقاد ہے اور ہم اللہ تعالی کے سامنے برائت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہر اس شخص سے جو اس عقیدہ کا مخالف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے۔ اور ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ایمان پر ہی ہمارا خاتمہ کرے اور ہم کو دین سے اختلاف رکھنے والی

خواہشات سے بچائے اور متفرق اراء سے ہماری حفاظت فرمائے اور ردی مذھبوں سے ہمیں محفوظ رکھے جیسے (۱) مشبہ (۲) معتزلہ (۳) جھمیہ جنوں نے اہل سنت وجماعت کی مخالفت کی ہے اور گمراہی کے حلیف (دوست) ہیں ہم ان سب سے ہم بیزار ہیں اور وہ ہمارے نزدیک ردی قسم کے گمراہ لوگ ہیں اور اللہ تعالی ہی بچانے والا اور توفیق دینے والا ہے۔

تشریح (۱) اَلْاِشَارَۃُ بِقَوْلِہٖ هٰذَا كُلُّ مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اِلٰى هٰنَا
یعنی ھذا سے اشارہ ہے کتاب کے شروع سے لیکر آخر کتاب تک تقریبا جو ۱۳۰ مقاصد (وعقائد) بیان ہوئے ہیں یہی ہمارا دین ایمان اور اعتقاد ہے ہم ہر اس شخص سے بیزاری کا اظھار کرتے ہیں جو اس دین کی مخالفت کرتا ہے اور ان عقائد کے خلاف ہے جن کو ہم نے یہاں واضح طور پر بیان کیا ہے اور یہ عقائد تمام اہل سنت وجماعت کے ہیں۔ **خَالَفُوا** انہوں نے مخالفت کی۔ **حَالَفُوا الضَّلَالَةَ** انہوں نے گمراہی کو لازم پکڑا اور اختیار کیا۔ **نَحْنُ بُرَآءُ ھم** بیزار ہے ان سب فرقوں سے حضرت ابراھیم علیہ السلام: **وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (سورۃ زخرف)** اور جب ابراھیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہاں بلاشبہ میں تمہارے معبودوں سے بری ہوں مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے راہ راست دکھائے گا۔

شیخ ناصر الدین کا جارحانہ کلام

حضرت امام علامہ حجۃ الاسلام ابوجعفر طحاوی نے جن گمراہ فرقوں سے بیزاری کا اظھار کیا

اور اللہ تعالی سے ان کے عقائد سے محفوظ رہنے کی دعا کی ہے۔ تو شیخ ناصر الدین البانی نے اماموں کی تقلید کرنے والوں کو بھی ان ہی مذکورہ گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کالْمُقَلِّدَةِ الَّذِيْنَ جَعَلُوْا التَّقْلِيْدَ دِيْنًا وَّوَاجِبًا عَلٰى كُلِّ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الْقَرْنِ الرَّابِعِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَاَعْرَضُوْا بِسَبَبِ ذٰلِكَ عَنِ الْاِهْتِدَاءِ بِنُوْرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (عقیدۃ الطحاویہ مع شرح وتعلیق ص ۶۱)۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت امام طحاوی تو خود مقلد تھے۔ پھر ان کی کتاب پر شروح وتعلیق لکھنے کا کیا فائدہ تھا جب کہ مقلدین کو گمراہ قرار دیا ہے۔ تو کیا امام طحاوی علیہ الرحمۃ کے متعلق یہی گمراہی کا فتوی لگایا جائے گا۔ جن کو گمراہ کہتے ہیں انھی کی کتاب کو عقائد میں معتبر مانتے ہیں۔ اور دنیا میں اکثریت مقلد مسلمانوں کی ہے یعنی حنفی مالکی شافعی اور حنبلی ہیں۔ علماء کرام مسئلہ تقلید کو کتاب وسنت سے ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ترجمہ: دکھا ہمیں سیدھا راستہ۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ ترجمہ: اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور امر والوں کی۔

فتنوں کا آغاز

حضرت سعید بن مسیب (متوفہ ۹۴ ہجری) فرماتے ہیں فتنہ اولی (پہلا) حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت برپا ہوا یعنی آپ کی شہادت پہلا فتنہ تھا اور اس نے اصحاب بدر میں

سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا۔ پھر دوسرا فتنہ واقعہ ہوا تو اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو بھی باقی نہ رہنے دیا۔ پھر تیسرا فتنہ ہوا تو وہ ختم نہ ہوا کہ لوگوں میں کچھ قوت باقی ہوا اور خوارج وشیعہ پہلے فتنہ میں پیدا ہوئے اور قدریہ مرجیہ دوسرے فتنہ میں پیدا ہوئے۔ جھمیہ اوراس جیسے دیگر فرقے تیسرے فتنہ کے بعد ظاہر ہوئے۔ تو یہ ایسے فرقے تھے جنہوں نے دین اسلام کے ماننے والوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا (شرح عقیدۃ الطحاویہ)

مختلف فرقوں کے عقائد سے آگاہی ضروری ہے

(۲) حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ نے عقائد اہل سنت وجماعت کو بیان کرنے کے بعد پانچ اور بدعتی فرقوں سے برات کا اظھار فرمایا ہے اوران کے عقائد فاسدہ واعمال کاسدہ سے محفوظ رہنے اور بچنے کی دعا کی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل سنت وجماعت ان سے دور ونفور رہیں۔

بدعقیدہ لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار کیا گیا ہے۔ اسی لیے علماء کرام ہمیشہ بدعتی فرقوں کا ذکر کرتے رہے ہیں تاکہ لوگ ان کے عقائد سے بچیں۔

چنانچہ کتاب نصرۃ الدینیۃ میں لکھا ہے وَاعْلَمْ یَا اَخِیْ بِاَنَّ مَعْرِفَۃَ مَذْھَبِکَ لَا یَکُوْنُ کَامِلَۃً اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ مَذْھَبِ الْمُخَالِفِیْنَ لِاَنَّ الْاَشْیَاءَ یُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا کَمَا قِیْلَ فَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ وَکَمَا قِیْلَ عَرَفْتُ الشَّرَّ لَا لِلشَّرِّ وَلٰکِنْ لِّتَوْقِیَۃ فَمَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الشَّرَّ مِنَ الْخَیْرِ وَقَعَ فِیْہِ وَکَمَا قَالُوْا مَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْکُفْرَ لَا یَعْرِفُ الْاِیْمَانَ وَکَذٰلِکَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْبِدْعَۃَ وَالضَّلَالَۃَ لَمْ یَعْرِفِ الْاِھْتِدَاءَ وَالْاِسْتِقَامَۃَ (نصرۃ الدینیہ ۶ مخطوط) ترجمہ: کہ اے میرے بھائی تجھے اپنے مذھب کی معرفت اور پہچان کامل طور پر اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ مخالفین کے مذھب کی

پہچان ومعرفت حاصل نہیں کرے گا کیونکہ چیزیں اپنی ضدوں سے معلوم ہوتی ہیں جیسے کہا گیا ہے۔ اور جیسے کہا گیا ہے میں نے شر کو پہچانا اس سے بچنے کے لیئے تو جو برائی کو اچھائی سے نہیں پہچانتا اس میں پڑ جائے گا اور جس طرح علماء نے کہا ہے کہ جو کفر نہیں پہچانتا وہ ایمان نہیں جانتا۔ اوراسی طرح جو بدعت اور گمراہی کو نہیں پہچانتا وہ ھدایت اور استقامت کو نہیں جانتا۔

اسی بنا پر علماء متکلمین دوسرے فرقوں کا ذکر کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ یہاں امام طحاوی نے جن مشہور ومعروف فرقوں سے برائت ظاہر کی ہے وہ پانچ فرقے ہیں جن کا صرف تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱): فرقہ مشبہ جو حق تعالی کی صفتوں کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتا ہے۔

صاحب نبراس فرماتے ہیں قَوْمٌ یُشَبِّھُوْنَ الْخَالِقَ فِی الصُّوْرَۃِ (نبراس ۱۸۱) ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو خالق کو صورت میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

اوران میں بھی بہت سے فرقے پائے جاتے ہیں اوران میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ جسم ہے مگر مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالی انسان کی صورت پر ہے۔

فرقہ معتزلہ کے بعض عقائد

(۲): واصل بن عطاء (متوفی ۱۳۱ھ) اس فرقہ کا بانی تھا اور یہ حضرت امام حسن بصری تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) کا شاگرد تھا۔ آپ ہی نے ایک موقع پر اسے فرمایا تھا اِعْتَزِلْ عَنَّا ہم سے الگ ہوجا۔ پھر یہ آپ کی مجلس سے الگ ہوگیا اسی لیے اسی نام سے یاد کیا جانے لگا۔

اس وقت تمام نئے بدعتی فرقوں سے اہل سنت وجماعت کا مقابلہ ہوتا رہتا تھا مگر فرقہ معتزلہ

سے زیادہ مقابلے اور مناظرے ہوتے تھے۔ ان کے وہ عقائد جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱) معتزلہ اللہ تعالی کی صفات ازلیہ کے منکر ہیں لھذا اللہ تعالی کے لیے صفت علم، صفت قدرت، صفت حیات وغیرہ کے قائل نہیں ہیں یعنی اللہ تعالی کی ذات ہی اللہ کے عالم قادر سمیع وبصیر ہونے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالی کی ذات کے سوا اس کے جو اوصاف ہیں ان کے منکر ہیں۔

(۲) اللہ تعالی کے دیدار کے منکر ہیں

(۳) قران مجید کو (کلام اللہ) مخلوق کہتے ہیں

(۴) اللہ تعالی پر رعایت اصلح بندوں کے لیے واجب قرار دیتے ہیں۔ مومن و مطیع کو جنت میں داخل کرنا اللہ تعالی پر واجب ہے کیونکہ جنت میں دخول کی سبب مومن کی اطاعت ہے۔

(۵) عذاب قبر کے منکر ہیں (۶) ایصال ثواب کے قائل نہیں

(۷) مرتکب گناہ کبیرہ کو نہ مومن کہتے ہیں نہ کافر یعنی کفر و اسلام کی درمیانی منزل قائم کر دی ہے۔

(۸) معجزات کرامات کے منکر ہیں (۹) آسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں

(۱۰) حضرت آدم اور ان کی اولاد سے عھد میثاق کے لینے کے قائل نہیں ہیں

(۱۱) قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا انکار کرتے ہیں

(۱۲) پل صراط (۱۳) میزان (۱۴) نامہ اعمال پڑھنے کا انکار کرتے ہیں

(۱۵) ان کے نزدیک حرام رزق نہیں ہوتا

(۱۶) ان کے نزدیک بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے

(۱۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں وغیرہ

اور معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں۔ اس فرقہ میں بڑے بڑے اہل علم بھی ضرور گزرے ہیں جیسے علامہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف وغیرہ۔

(۳): فرقہ ء جہمیہ۔ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے جو جہم بن صفوان ترمزی کی طرف منسوب ہے۔ جہم خراسانی الاصل تھا اور بنی راسب کے موالی میں سے تھا بنی مروان کے آخری زمانہ یعنی ۱۲۸ھ میں اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

یہ وہ پہلا شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ وصفاتہ کا قائل ہوا اور یہ جعد بن درھم کا تلمیذ تھا جو کہتا تھا نہ تو اللہ نے حضرت ابراھیم کو اپنا خلیل بنایا اور نہ حضرت موسی سے کلام فرمایا۔ عبداللہ قسری نے اپنی ولایت و امارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ کو عید قربان کے دن قتل کر دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ استاد شاگرد دونوں گمراہ تھے۔ اور اپنی گمراہی کو اپنے پیچھے چھوڑ گے۔

جہم بن صفوان کے بعض عقائد یہ ہیں: (۱) جنت و دوزخ فنا ہوں گے۔ کوئی ابدی دائمی نہیں ہیں

(۲) صرف معرفت کا نام ایمان ہے اور کفر جھل ہے

(۳) اللہ تعالی شیء نہیں ہے (۴) قرآن مخلوق ہے (۵) خدا زندہ نہیں ہے

(۶) قیامت کے دن دیدار خداوندی کو تسلیم نہیں کرتا تھا

(۷) انسان محض پتھر کی طرح مجبور ہے نہ اس کا ارادہ ہے نہ قدرت

(۸) صفات حق تعالی کا منکر تھا اور سخت جبری عقیدہ پر تھا

(۳) فرقہ جھمیہ یہ جہم بن صفوان ترمذی کی طرف منسوب ہے، اور جہم بن صفوان نے

صفات باری تعالیٰ کی نفی کی اور تعطیل کا قائل تھا۔اور وہ جنت اور دوزخ کے فناء کا قائل تھا اس کے نزدیک صرف ایمان معرفت کا نام ہے۔

علماء اھل سنت نے ان کے عقائد اور نظریات کا رد کیا ہے،امام بخاری نے کتاب التوحید میں بھی تردید کی ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں فنا ہو جائیں گی اسی لئے امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں فَالْاٰيَةُ تَرُدُّ عَلٰى جَهْمِيَّةَ قَوْلَهُمْ لِاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ بِفَنَاءِ الْجَنَّةِ وَمَا فِيْهَا (تاویلات اھل سنت ۷۶ ج ۱) ترجمہ: کہ یہ آیت جھمیہ کے قول کا رد کرتی ہے جو کہتا ہے جنت اور اس کی نعمتیں فناہ ہو جائیں گی ہمیشہ نہیں رہے گیں۔

(۴) فرقہ جبریہ جو انسان کو محض مجبور مانتا ہے چنانچہ امام ابو شکور محمد سالمی رحمہ اللہ اس فرقہ کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَالْعَبْدُ كَوَرَقِ الشَّجَرِ اِذَا حَرَّكَهَا الرِّيْحُ تَحَرَّكَ فَكَذَالِكَ الْعَبْدُ مَجْبُوْرٌ كَشَجَرٍ وَهٰذَا كُفْرٌ (تمہید فی بیان التوحید ص ۱۹۳)

(۵) فرقہ قدریہ جو انسان کو اپنے افعال کا پیدا کرنے والا قرار دیتا ہے اور اس کے بھی بہت سے فرقے ہیں جو مختلف عقائد رکھتے ہیں۔اور یہ تقدیر کا بھی منکر ہے۔بعض کہتے ہیں اللہ خیر کا خالق ہے اور شر ہماری اور شیطان کی طرف سے ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ اس طرح کہنے میں اللہ تعالی کی صفت ربوبیت کا انکار لازم آتا ہے۔

قرآن کو مخلوق کہتا ہے، جنت اور دوزخ کے پیدا ہونے کا قائل نہیں ہے۔اور جنت دوزخ فانی ہیں ان میں سے بعض تو پل صراط میزان، حساب کے بھی منکر ہیں اور یہ سب باتیں کفر ہیں (اتمھید فی بیان التوحید ۱۹۱)

(۶) روافض۔خوارج مرجئہ مجسمہ وغیرہ ہیں مگر ان اٹھ فرقوں سے صدھا فرقے پیدا

ہوئے ہیں جو سب کے سب اہل سنت و جماعت کے مخالف ہیں۔ان کے حالات مقالات اسلامیین (اصول الدین بیان المذاھب ۲۴۱)۔اسلامی مذاھب، مذاھب اسلام وغیرہ میں ملاحظہ کریں۔اور ہمارے اس دور میں (۱۴۳۸ھ) بھی بہت سے نئے فرقے پائے جاتے ہیں مگر ان کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

شرح عقیدۃ الطحاویہ لابن ابی العز پر تنقید کی گی ہے

علامہ علی المعروف بن ابی العز حنفی نے ابن تیمیہ اور ابن القیم اور دیگر علماء کی کتب کی روشنی میں شرح العقیدۃ الطحاویہ تحریر کی تھی اس لئے سلفی وھابی حضرات اس شرح کو بہت پسند کرتے ہیں اور اس شرح سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اسلئے کہ یہ شرح شیخ ابن تیمیہ کے نظریات کے مطابق ہے **وھو شرح ابن ابی العز الحنفی الذی تابع فی شرحہ طریقۃ شیخ الاسلام و ابن القیم** (الوافی ۱۰) اور اس کی شروح وخواشی اور اختصار کرنے میں بھی مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔

سلفی علماء نے اس کی شرح ابن ابی العز کی بہت ہی شرحیں وخواشی لکھئے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ان میں سے بعض علماء کے نام یہ ہیں: شیخ احمد شاکر، عبداللہ بن حمید، عبد اللہ بن عبدالمحسن ترکی، ناصرالدین البانی، محمد بن عبدالعزیز بن مانع، عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز، اور صالح بن الفوزان۔اور ان میں زیادہ مفصل شرح الریاض الندیۃ علی شرح العقیدۃ الطحاویۃ، عبداللہ بن عبدالرحمن بجرین کی ہے۔اور عقیدہ طحاویہ کے بعض مسائل پر تنقید بھی کی ہے۔

اور علامہ صدرالدین علی المعروف ابن ابی العز کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے **ان الحنیفۃ انکروا علی ابن ابی العز** (ابناء الغمر بابناء العمر، ج۶ ص ۹۲) کہ حنفی

علماء اس کے زمانہ میں ان کا انکار کیا کرتے تھے اور طبقات الحنفیہ میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

علامہ ابن ابی العز کو چار ماہ قید رکھا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ علی بن ایبک بن عبداللہ ناصری دمشقی نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں ایک قصیدہ لامیہ لکھا تھا۔ ابن ابی العز نے اس پر اعتراضات کئے تھے اس لئے انہیں قید کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل مقدمہ شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۶۳ ج ۱ پر درج ہے۔ اس لئے کہ توسل ندا اور زیارت قبر نبی ﷺ کے لئے سفر وغیرہ کو ناجائز کہتے تھے۔ اور علماء لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ابی العز نے شرح عقیدۃ الطحاویہ میں متعدد مسائل میں غلطیاں کی ہیں، ان میں سے بعض شرح عقیدۃ الطحاویہ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامی کے ص ۵۶، ۹۹، ۱۳۷، ۹، ۱۳۹، ۱۹۴، ۱۹۸، ۹، ۱۳۹ پر درج ہیں۔

ورملا علی قاری نے بھی بعض باتوں پر تعقب کیا ہے۔ زیادہ تفصیل التنديد بمن عدد التوحيد میں ہے: شیخ عبداللہ الھرری افریقی علامہ صدرالدین علی ابن ابی العز کی شرح کے متعلق لکھتے ہیں **فيجب الحذر من شرح له شرحه بعض الحنفية الذين هم ممن قل اربعة قرون شحنه مؤلفه باراء ابن تيمية كقوله بازلية العالم بنوعه** (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۹۵)۔

عبداللہ ھرری لکھتے ہیں **فقد شرح هذه العقيدة شارح زائغ دعا فيها الى الضلالة و الكفر كاعتقاد ازلية العالم بنوعه موافقة لابن تيميه و كانه طل ابن تيميه** (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۳۶۱)۔ شرح عقیدۃ الطحاویہ کے جو مسائل عقائد اھل سنت کے خلاف ہیں ان میں اختلاف تو ہے لیکن شارح کی ہر صحیح بات کو غلط نہیں کہا جاسکتا، اور عدل و

انصاف سے کام لینا چاہئے۔

بعض سلفی علماء نے عقیدہ طحاویہ کے بعض مسائل پر تنقید کی

اور بعض دوسرے حنبلی علماء نے بھی عقیدۃ الطحاویہ کی شرحیں تحریر کی گئی ہیں اور لیکن بعض مسائل پر تنقید بھی کرتے ہیں۔

(۱) **قدیم بلا ابتداء** کہ یہ اللہ کے اسما میں سے نہیں ہے یہ علم کلام والوں کی بدعت ہے۔

(۲) **تعالیٰ عن الحدود والغايات والاركان والاعضاء والادوات** کے الفاظ شرح میں وارد نہیں ہیں متکلمین کے محدثات میں سے ہے۔

(۳) **ایمان اقرار لسانی** اور تصدیق قلبی کا نام ہے، اور اعمال کو جزو ایمان کو کیوں قرار نہیں دیا ہے اور اعمال کو ایمان سے کیوں خارج کیا ہے مختصرا (شرح العقیدۃ الطحاویہ از محمد بن محمد الخمیس) کہ یہ عقائد سلف کے خلاف ہیں۔

(۴) **والايمان واحد واهله فى اصله سواء**، یہ قول عقیدہ سلف کے خلاف ہے کہ ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ایمان میں صالح وفاجر برابر نہیں۔

(۵) **ولا يخرج العبد من الايمان الا بجحود ما ادخله فيه**۔ یہ عقیدۃ الطحاویہ امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد کے عقائد کا مجموعہ ہے اور یہی حقیقتاً سلفی عقیدہ ہے جو منطقی فلسفی اصطلاحات سے خالی ہے، اس لئے سلفی کو بعض باتیں ناپسند ہیں۔

شیخ حسن بن علی سقاف نے عقیدۃ الطحاویہ کی شرح صحیح شرح عقیدۃ الطحاویہ کے نام سے لکھی ہے اور اس نے متن عقیدۃ الطحاویہ کی ترتیب بدل دی ہے۔ اور شیعہ اور معتزلہ وغیرہ کے نظریات کو درج کیا ہے۔ اور امام ابوجعفر کے بعض مسائل پر بھی تنقید کی جو نہایت ہی

نامناسب طریقہ تحریر ہے۔متن عقیدۃ الطحاویہ کی عبارت کو تین اقسام پر منقسم کیا صحیح مردود مختلف فیہ (حاشیہ الشرح الکبیر علی العقیدۃ الطحاویہ ج ص ۷ ۳) اور یہ ایک قسم کا اھل سنت کو مغالطہ دیا گیا،اس نے کتاب تطہیر الجنان پر بھی تنقید کی ہے۔

اے یہ اس لئے لکھا ہے تا کہ عقیدہ طحاویہ کے ہر شرح کے پڑھنے سے بچے کیونکہ بعض علماء نے اپنے خیالات دوسروں پر مسلط کرنے کی خاطر شرحیں لکھی ہیں۔اچھی باتوں کو لے لے جو عقائد کے خلاف ہوں ان سے دور رہیں۔یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اختصار پر اتفاق کیا ہے۔

اے رب کائنات ہماری غلطیوں اور خطاؤں کو معاف فرما،اور ہمیں صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرما۔یا اللہ دنیا آخرت بہتر فرما،ہم سب کو ایمان جان مال اولاد کی سلامتی عطا فرما۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (سورۃ النمل ۱۹)۔

میرے مالک مجھے توفیق دے تا کہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت (عظمیٰ کا جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے والدین پر نیز (مجھے توفیق دے کہ) میں نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور شامل کر لے مجھے اپنی رحمت کے باعث اپنے نیک بندوں میں

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(سورۃ الاحقاف ۱۵)۔اے میرے رب مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی اور میں ایسے نیک کام

کروں جن کو تو پسند فرمائے اور صلاح (رشد) کو میرے لئے میری اولاد میں راسخ فرما دے۔بے شک میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں۔آمین۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (سورہ بقرہ ۲۰۱)۔اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ (سورہ ابراھیم ۴۱)۔اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔ آمین۔یارب العالمین!صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

بندہ مسکین۔ابو عاصم غلام حسین حنفی ماتریدی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

۱۴۳۸ھ   جولائی ۲۰۱۷ء

ماخذ ومراجع

کتاب	مصنف
کنز الایمان فی ترجمة القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی
جمال القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری
انوار الفرقان فی ترجمة المعانی القرآن	علامہ عبد الحکیم شرف قادری
تأویلات القرآن (تفسیر اتریدی)	امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی
تفسیر فتح المنان	علامہ عبد الحق الحقانی الدہلوی
مشکوة المصابیح	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ تبریزی
کتاب التوحید	امام ابو منصور محمد ماتریدی
اصول الدین	امام ابو الیسر محمد بزدوی
بحر الکلام فی علم التوحید	امام ابو المعین نسفی
تبصرة الادلہ فی اصول الدین	امام ابو المعین نسفی
کتاب البدایہ من الکفایہ	نور الدین محمد صابونی
شرح عمدة العقائد	ابو البرکات عبد اللہ نسفی
اللعقائد النسفیة	امام العقائد نجم الدین ابو حفص عمر نسفی
شرح العلامة الخیالی	لمولیٰ حضر بیك بن جلال الدین فی علم الکلام
خیر القلائد شرح جواہر العقائد	لعلامة عثمان العریانی
قصیدہ بدء الامالی	ابو الحسن علی بن عثمان الاوشی
تمہید فی بیان التوحید	امام ابو شکور محمد سالمی

کتاب	مصنف
تکمیل الایمان	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
شرح بدء الامالی	علامہ محمد سلیمان حلبی
شرح عقائد نسفی	علامہ سعد الدین تفتازانی
نصرة الدینیہ (قلمی)	مؤلف مجہول
طوالع الانوار من مطالع الانظار	قاضی ناصر الدین البیضاوی
ازہار الروضات فی شرح روضات الجنات	الشیخ حسین کافی الاقحصاری البوسنوی
شرح المواقف	علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی
شرح مقاصد	علامہ سعد الدین تفتازانی
شرح الفقہ الاکبر	علامہ ملا علی قاری
شرح فقہ الاکبر	علامہ ابو المنتہی
المعتمد فی المعتقد	امام فضل اللہ تورپشتی
المایسرة مع شرح المسامرہ	کمال الدین ابن ہمام
نبراس شرح شرح العقائد النسفی	علامہ عبد العزیز پرہاروی
اسلامی مذاہب	شیخ محمد ابو زہرہ
مذاہب اسلام	نجم الغنی
کتاب الاربعین فی اصول الدین	امام فخر الدین رازی
تہذیب شرح الطحاویہ	عبد الاخر حما الغنی
حاشیہ علی شرح العقائد النسفی	علامہ ابراہیم المعروف عصام
حاشیہ خیالی علی شرح عقائد النسفی	علامہ خیالی و علامہ عبد الحکیم
الحواشی البہیة علی شرح عقائد النسفیہ	(من جماعت العلماء)
حاشیہ شرح عقائد السنفی	علامہ رمضان افندی

ضوء المعالی علی منظومة بدء الامالی	ملا علی قاری
تہذیب المنطق والکلام	علامہ سعد الدین تفتازانی
تقریب المرام شرح تہذیب الکلام (محشیٰ)	شیخ عبدالقادر کردستانی
شرح الوصیة الامام ابی حنفیة	اکمل الدین محمد بابرتی
الجوہر المضیة شرح وصیة الامام اعظم	ملا حسین حنفی
شرح عقائد العضدیہ مع حاشیہ	علامہ حسن خلخالی مخطوطہ
کشف المراد شرح التجرید	لنصیر الدین ابو منصور الحسن الحلی
تجرید العقائد	نصیر الدین الطوسی

السیف المشہور فی شرح عقیدۃ الی منصور تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب البکی

مصباح الارواح اصول الدین	قاضی بیضاوی
تحفہ الاعالی علی شرح ضوء المعالی	مؤلف مجہول
التندید بمن عدد التوحید	سید حسن بن علی سقاف ہاشمی
صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ	حسن بن علی سقاف
العقیدۃ الحسنة (عقائد اسلام)	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
عقائد الاسلام	مفتی خلیل احمد برکاتی
جواہر الفرائد	مفتی محمد یوسف
کتاب التوحید	شیخ محمد عبد الوہاب
بیان الفوائد	مولانا مجیب اللہ
العقیدۃ والکلام من اعمال	الامام محمد زاہد الکوثری
اصول الدین	عبد القاہر اتمیمی الغدادی
العقیدۃ الواسطہ	شیخ ابن تیمیہ

سلام الاحکم علی سواد الاعظم	ابراہیم حلمی بن حسین الوافی
الیواقیت والجواہر	امام عبد الوہاب شعرانی
حقائق حقانی	مولانا عبد الحق حقانی
کتاب الارشادا	امام الحرمین عبد الملک
تمہید الاوائل وتلخیص الدلائل	امام ابی بکر محمد بن طیب باقیلانی
اساس التقدیس	امام فخر الدین رازی
لمعۃ الاعتقاد مع شرح	امام موفق الدین المقدسی
شرح عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث	امام ابی عثمان اسماعیل

الروضة البہیة فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیة الحسن بن عبد المحسن
المشہور بابی عذبہ

کتاب نظم الفرائد وجمع الفوائد فی بیان المسائل التی وقع فیہا الاختلاف
بین الماتریدیة و الاشعریة فی العقائد علامہ عبد الرحیم الشہیر بشیخ زادہ

مسائل الاختلاف بین الاشاعرۃ والماتریدیة شمس الدین احمد المعروف
بابن کمال باشارومی

قواعد العقائد	امام محمد غزالی
رسالة التوحید	مفتی محمد عبدہ
الاقتصاد فی الاعتقاد	امام محمد غزالی
التمہید فی اصول الدین	امام ابو معین نسفی

کتاب التمہید لقواعد التوحید ابو الثناء محمود زید لامژی حنفی ماتریدی

عقیدۃ اہلا لمعالی شرح اردو قصیدہ بدء الامالی ابو محمد احمد چکوالی ثم لاہوری

عقیدۃ اہل السنة والجماعت درج المعالی شرح بدء الامالی شیخ عذ الدین محمد بن ابی بکر

نور المعالی شرح بدء الامالی   اسماعیل بن عبد الباقی ۱۱۲۱ھ

نخبۃ اللالی لشرح بدء الامالی   محمد بن سلیمان الجلی الدبجاوی

بغیۃ الرائد فی شرح العقائد   شیخ نواب صدیق خان

المطالب لاوفیۃ شرح العقید النسفۃ   شیخ عبد اللہ الھرری

عقد الفرائد علی شرح العقائد   شیخ محمد علی

توضیح شرح العقائد   علامہ عبد الناصر لطیف

جامع اللالی شرح بدء الامالی   قاضی محمد احمد کنعان

الحصون الحمص   شیخ الطرابلسی

عقائد اسلام   مولانا محمد ادریس کاندھوی

علم الکلام   مولانا محمد ادریس کاندھوی

شرح فقہ اکبر   بحر العلوم محمد عبد العلی لکھنوی

شرح عقیدہ الغزالی   ابو العباس احمد برسنی، زوق الفاسی شاذلی

ایمان کامل   مولا عبد العزیز پڑھاروی

شرح العقیدۃ الواسطیہ   صالح بن فوزان

العقیدہ الاسلامیہ   عبد الرحمن حسن جنکتۃ المیدانی

شرح قصیدہ بدء الامالی   اخوند درویزہ ننکرھاری

جمع الفرائد انارۃ شرح العقائد حاشیہ شرح العقائد استاذ صدر الوری

سیف العطاء   علامہ حافظ عطا محمد بندیالوی

شرح میزان العقائد   علامہ محدث شاہ عبد العزیز دھلوی

شرح العقیدۃ الطحاویہ الامام قاضی علی بن علی محمد بن ابی العز الدمشقی

شرح عقیدۃ الطحاویہ   اکمل لادین محمد بابرتی

نور الیقین فی اصول الدین شرح عقیدۃ الطحاویہ   علامہ حسن کافی الاقحصاری بوسنوی

اظہار العقیدۃ السنیۃ لشرح عقیدۃ الطحاویہ علامہ عبد اللہ ھرری افریقی

شرح عقیدۃ الطحاویہ   علامہ عبد الغنی دمشقی

عقیدۃ طحاویہ فارسی ترجمہ   عبد اللہ خیدری

شرح النعم المتوالیۃ فی شرح عقیدۃ الطحاویہ فاری محمد علی خالدی

سلطان العلماء

شرح وتعلیق العقیدۃ الطحاویۃ   محمد ناصر الدین البانی

المنحۃ الالھۃ فی تھذیب شرح الطحاویہع   بد الاخر حماد الغنیمی

الدرۃ البھیۃ فی حل الفاظ عقیدۃ الطحاویہ علامہ عبد اللہ ھوری افریقی

الریاض الندیہ علی شرح العقیدۃ الطحاویہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ النجدی

الھدایۃ الربانیۃ فی شرح العقیدۃ الطحاویہ   عبد العزیز بن عبد اللہ الراجی

شرح العقیدۃ الطحاویہ   عبد الرحمن بن ناصر البراك

الدرس الحاوی شرح اردو عقیدۃ الطحاویۃ علامہ محمد اصغر القاسمی

الفوائد الدراسیۃ فی شرح العقیدۃ الطحاویۃ   ابو سلیمان زر محمد صاحب

الشرح الکبیر علی عقیدۃ الطحاویۃ   ڈاکٹر سعید بن عبد اللطیف فودہ

درس عقیدۃ الطحاوی   علامہ محمد یوسف تأؤلوی

منھاج السنۃ   شیخ ابن تیمیہ

☆ مؤلف کی غیر مطبوعہ کتب ورسائل ☆

- سیرت افضل البشر
- (المعروف) سیرت مصطفی
- عظمت اصحاب مصطفی
- ذکر مصطفی ﷺ
- شرح عمدۃ العقائد
- شرح فقہ اکبر
- منارالانوار مترجم
- فضائل مکہ مدینہ
- صدقہ جاریہ
- تذکرہ شیخ عبدالقادر جیلانی
- امام اہل السنۃ والجماعۃ ابومنصور ماتریدی
- المختار شرح مختصر المنار
- شرح حدیث قدسی
- شرح حجۃ الوداع
- شرح عقیدہ امام غزالی
- شرح حدیث جبریل
- مع شرح حدیث قدسی
- شرح مائۃ عامل (جدید)
- ذکرہ علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی
- مشعل راہ مع استغفار وتوبہ صفحات
- سفرنامہ حرم
- تذکرہ مجدد الف ثانی
- فضائل مدینہ منورہ
- تسہیل صرف اردو ترجمہ زنجانی
- شرح مائۃ عامل جدید
- زنجانی فی الصرف اردو
- عقائد امام ابومنصور ماتریدی
- شرح عقیدہ امام غزالی
- تذکرہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی

☆ مؤلف کی مطبوعہ کتب ☆

- شرف المصطفیٰ فی تفسیر سورۃ الضحیٰ
- شرح اسماء الحسنی
- عظمت ماہ رمضان
- (مع فضائل شب برات)
- شرح عقائد نسفی
- حقوق العباد
- تذکرہ امام ابومنصور ماتریدی
- کتاب الحج
- فضائل قرآن
- فضائل صحابہ واہل بیت
- شرح عقیدۃ الطحاویہ
- الفتح القدسی فی تفسیر آیۃ الکرسی
- شرح اسماء المصطفیٰ
- حج مصطفیٰ ﷺ
- عقائد نسفی مترجم
- تذکرہ امیر معاویہ
- معراج مصطفی ﷺ
- سیرت خاتم النبیین ﷺ
- مجموعہ اشعار (پنجابی)
- جمال مصطفی ﷺ
- تذکرہ ائمہ دین
- شرح قصیدہ بانت سعاد